اِکتشاف
پروفیسر احمد رفیق اختر

اِکتشاف

پروفیسر احمد رفیق اختر

(تالیف: سید انجم محمود گیلانی)

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

297.4 Ahmad Rafiq Akhtar, Prof.
Iktishaaf / Prof. Ahmad Rafiq Akhtar.-
Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2015.
237pp.
1. Islam - Sufism. I. Title.

2015ء
افضال احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-2833-6
ISBN-13: 978-969-35-2833-6

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 92-423-722-0100 / 92-423-722-8143 Fax: 92-423-724-5101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

انتساب:

حضرت ابنِ عباسؓ کا ارشاد ہے کہ "ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرے گا۔" اس سے مراد قرآنی آیات کو جدید ترین اکتشافِ سائنس سے ہم آہنگ کرنا بھی ہے۔حکمتِ الٰہیہ اس زمانے میں زیادہ قابلِ فہم ہے۔مگر یہ کہ اعلیٰ ترین تعلیم کے حصول کے بعد آیاتِ قرآن پر غور و خوض کی صلاحیت ہو۔

(پروفیسر احمد رفیق اختر)

نگارِ تسلسل

کیا انسان سوچتا ہے؟

Does A Man Think?

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (الاسراء: ۸۰)

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الصٰفٰت: ۱۸۲،۱۸۱،۱۸۰)

خواتین وحضرات! جب اس جگہ (گل پارہ) لیکچر کا انتظام ہو رہا تھا تو میرے خیال میں تھا کہ بہت سارے لوگ رستہ بھول جائیں گے۔ الحمد للہ کہ ہم میں سے کوئی بھی رستہ بھولنے والا نہیں نکلا۔ بلکہ we placed a lot more placing. اس کے باوجود میں دیکھتا ہوں کہ پھر بھی جگہ کم پڑ گئی ہے۔ Thank you very much for comming over۔ بعض سبجیکٹ اتنے آسان نہیں ہوتے۔ مذہب کی ایک روایت پڑ گئی ہے۔ اور غالباً کسی ذہنی گفتگو کو مذہبی گفتگو سمجھا نہیں جاتا۔ خیال یہ کیا جاتا ہے کہ پورے کی پوری مذہبی گفتگو چند مسائل کے گرد ختم ہو جاتی ہے۔ جب سے میں نے قرآنِ حکیم کا مطالعہ شروع کیا۔ دیر کی بات ہے مدت ہوئی، ورق ورق گزرا، حرف حرف دیکھا۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ میرا ہمیشہ سے ایک خیال

تھا کہ آپ کے استاد کو آپ سے زیادہ لائق ہونا چاہیے۔ میرا خیال یہ تھا کہ اگر خدا کی حاکمیت صرف جبر و قہر سے ہے پھر ہمارا کیا مسئلہ ہے؟ ہم نے بس مرنا ہے، جینا ہے۔ ایک ٹوٹل اتھارٹی کی subjugation کے علاوہ ہمارا کیا نقطۂ نظر ہو سکتا ہے؟ میں نے اللہ کو بڑا ڈفرنٹ پایا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے اُمتِ مسلمہ کو پہلا خطاب یہ کیا: "اِقْـرَأْ بِـاسْـمِ رَبِّکَ الَّـذِیْ خَـلَقَ " (العلق: 1) نہ تو اس نے عبادات پہ زور دیا۔ نہ پہلی بات روزے کی کہی۔ عجیب و غریب بات ہے 'آسمانوں سے حکم اترتا ہے کہ پڑھو، پڑھو' سیکھو اور جانو۔ اور اپنے اعتقاد کو مضبوط دلائل پہ قائم کرو۔ heresy پہ نہیں۔ بلائنڈ فیتھ پہ نہیں۔ کسی چمتکار پہ نہیں۔ فریبِ روزگار پہ نہیں۔ بلکہ اپنے اعتقاد کو: " لِیَهْـلِکَ مَـنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ "{الانـفال: 42} اپنے اعتقاد کو دلیل پہ قائم کرو۔ "وَیَـحْیٰـی مَـنْ حَـیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ " اور اپنے آپ کو خدا کے اس یقین سے زندہ رکھو۔ جب آپ کے پاس اچھی دلیل ہو گی تبھی آپ خدا کے قریب تر ہوں گے، بہتر بندے ہوں گے۔ کسی نے مجھ سے پوچھا: آپ خدا کو جانتے ہو؟ آپ خدا کو کیسے جانتے ہو؟ تو میں نے اس سے کہا "دراصل خدا کے حق میں ایک مضبوط ترین دلیل رکھنا، سوچ رکھنا ہی اس کے جاننے کے برابر ہے۔ میں اس کو ویژن میں لانے کی حماقت اس لیے نہیں کر سکتا کہ میرے ارد گرد کا جہان...... میرے ہی نہیں بلکہ دنیائے فطرت کے کسی نارمل، اِب نارمل، آرٹسٹ یا سائنس دان کے ذہن میں نہیں آتا۔ پیمانے ختم ہو جاتے ہیں۔ ان پیمانوں سے کہیں دور پیمانے بنانے والا بیٹھا ہے۔ How can we understand God by science? ہم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اب دیکھیے یہ تیسرا تھیسز ہے جو آج میں آپ کو present کر رہا ہوں۔ یہ میں تفاخر سے نہیں کہہ رہا بلکہ قرآنِ حکیم کا ایک معمولی سا طالب علم ہونے کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں اگر میرے بعد میرے دوست، میرے ساتھ، وہ متعلم وہ سیکھنے والے وہ پڑھنے والے جب غور و فکر میں جائیں گے تو قرآن میں ان کو اتنے بسیط علوم کا اظہار ملے گا کہ دنیا میں کسی بھی بڑی سے بڑی دریافت اور ایجاد سے متاثر نہیں ہو سکتے۔

آج سے دس سال پہلے مَیں نے پہلی theoretical proposition دی تھی۔ آج سے دس سال پہلے میں نے قرآنِ حکیم کی ایک آیت کے ریفرنس سے کہا تھا: " مَـا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُـوَ آخِـذٌ بِنَاصِیَتِهَا " {هود: 56} کہ زمین پر ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے جسے ہم

نے ماتھے سے نہیں تھام رکھا۔ یہ بڑی عجیب سی بات ہے جب میں نے یہ بات کہی تو میرے علم میں تھا کہ انسان uncontrolled حقیقت نہیں ہے۔ اس کی ہر چیز پہ خدا کا کنٹرول ہے۔ پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ چوائس کہاں ہے؟ پھر میں نے چوائس کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ بڑی سادہ سی تھی۔ نسلِ انسان کے ایک طویل ذکر کے بعد ایک مختصر آیت میں اللہ نے پوری نسلِ انسانی کے لیے واحد تجسس، واحد تلاش، واحد چوائس پیش کیا تھا "هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا" {الدھر:01} یہ بات آگے آئے گی کہ ہم کیسے قابلِ ذکر نہ تھے۔ "إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ" {الدھر:02} پھر میں نے uni-cellular سے تمہیں دہرے مخلوط نطفے سے پیدا کرنا شروع کیا۔ "نَّبْتَلِيهِ" چاہا کہ آزماؤں "فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا" {الدھر:02} میں نے تمہیں بصارت اور سماعت عطا کی۔ مگر یہ کافی نہیں تھے، اس سوال کے لیے جو اللہ نے آپ سے پوچھنا تھا۔ اس نے آخر میں کہا بڑے دھیمے لہجے میں بہت بڑے استاد کی حیثیت سے، دیکھو میں نے سب کچھ آپ کو دے دیا۔ نظر دے دی، کان دے دیے، میں نے آپ کو دل دے دیا۔ سوچنے کے سارے elements دے دیے مگر ایک کمی رہ گئی ہدایت کے رستے کی۔ وہ آپ کے اندر سے نہیں ہے۔ وہ میں نے آپ کو externally باہر سے provide کر دی ہے۔ اب آپ کا کام ہے: "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا" {الدھر:03} چاہو تو مانو، چاہو تو میرا انکار کر دو۔

یہ آپ کو وہ خدا لگتا ہے؟ یہ وہ جابر و قاہر خدا ہے جو پلک جھپکنے میں گیلیکسیز کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ آپ کو وہ خدا لگتا ہے؟ کتنی نرمی سے کہہ رہا ہے، دیکھو میں نے آپ کو عقل و شعور دے دیا۔ جسم دے دیا۔ جان دے دی۔ بہترین تناسب میں تخلیق کر دیا اور اس سے بڑھ کر ہدایت و رشد کے سارے رستے دکھا دیے۔ "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا" {الدھر:03} چاہو تو مانو۔ کیا بات ہے جی۔ کیا آپ اس جملے کی داد دے سکتے ہو۔ چاہو تو مانو، چاہو تو میرا انکار کر دو۔ اب سوال یہ ہے کوئی بندہ اٹھ کے کہتا ہے: میں نے انکار کیا تھا، میری روٹی بند کر دی۔ میں نے انکار کیا تھا، میرا رزق بند کر دیا۔ کہتا ہے نہیں۔ اس نے اپنی پہلی صفت جو قرآن میں رکھی "الحمد للہ رب العالمین"۔ میں رب العالمین ہوں۔ یقین کرو کہ میں تمہارے عقیدوں کے بنا پر تمہارا رزق بند نہیں کروں گا۔ تم میرے کتنے بھی مخالف ہو جاؤ، میں تمہارا رزق

اس لیے بند نہیں کروں گا کہ تم میرے خلاف ہو۔تم مشرک ہو۔کافر ہو۔ بلکہ میرا رویّہ یہ ہوگا کہ جیسے اس نے اپنے رسول ﷺ کو کہا: اے پیغمبر ﷺ اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو میں اہلِ کفر کے در و دیوار چاندی بلکہ سونے کے کر دیتا۔ بڑی ایزی ہے اپروچ۔ اگر آپ واقعی سونا چاندی کے در و دیوار چاہتے ہو تو صرف مسلمان ہونا چھوڑ دو۔ بڑا آسان کام ہے۔ آیت گواہ ہے۔آیت آپ کو گواہی دے رہی ہے کہ اے پیغمبر ﷺ اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو میں اہلِ کفر کے در و دیوار چاندی بلکہ سونے کے کر دیتا۔

خواتین وحضرات! اس عالم کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے۔نظر نہ آئے تو کیا ہوا۔ ہوا بھی تو نظر نہیں آتی۔ کیا ہم اس کے وجود سے انکاری ہیں؟ کیا وہ ہمارے احساس میں نہیں اترتی؟ کیا راہ چلتے ہمیں چھو نہیں جاتی؟ ہم خدا کو جانتے ہیں۔ جتنا آپ کا یقین محکم ہو گا وہ آپ کے قریب تر ہو گا۔ اصل میں اللہ کی عادت ہے کہ اسباب کے خاتمے میں وہ آپ کو ٹچ کرتا ہے۔ اس نے انسان کو عقل دے دی ہے۔ وہ خواہ مخواہ کیوں (دخل اندازی کرے گا)۔ اس نے ایک بہت بڑا افضل عطا کر دیا: "یُؤتِی الْحِکْمَۃَ مَن یَشَاءُ" میں نے تمہیں حکمت عطا کی۔ جس کو چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں۔ "وَمَن یُؤتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ أُوتِیَ خَیْرًا کَثِیرًا" {البقرۃ:269} جسے میں نے حکمت عطا کر دی اسے خیرِ کثیر عطا کر دی۔ اب میرے پیچھے کیوں پڑے ہو۔ اب اگر سر درد ہے تو دم کیوں کرواتے پھرتے ہو؟ بھئی! جاؤ اسپرین کی گولی لے لو۔ میں نے تمہیں حکمت عطا کر دی۔ migraine کے ٹیکے لگوا لو۔ جو چیز مَیں انسان کو اس کے فائدے کے لیے عطا کر بیٹھا ہوں (اس کے استعمال میں گریز کیوں کرتے ہو)۔ مگر وہ ایک سوال کرتا ہے کہ حکمتیں تو میں نے بڑی عطا کر دی ہیں، تمہارے روّیے بڑے عجیب ہیں۔ میں چاہتا رہا جب مَیں تمہیں حکمت عطا کروں تو تم مجھے تسلیم کرو۔ تم مجھے محبت سے دیکھو۔ تم مجھے ایک مہربان استاد کی نظر سے دیکھو۔ ایک ایسے عالم کی نظر سے جو اپنے علم کو تمہاری عقول کے ذریعے منتقل کر رہا ہے۔ اور تم نے کیا کیا؟ پھر خدا گلہ کرتا ہے: "وَمَا یَذَّکَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ" {البقرۃ:269} اہلِ عقل کے سوا کون مجھے یاد کرتا ہے۔ خواتین وحضرات! وہ یہ نہیں کہتا کہ عبادت گزار مجھے یاد کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے اہلِ عقل کے سوا کون مجھے یاد کرتا ہے۔ عقل کی کیا حیثیت و اہمیت ہے۔ جب میں نے قرآنِ مجید پڑھا تو میں نے سوچا کہ اللہ نے ایک ریموٹ کنٹرول فور برین پہ لگا رکھا ہے، decision maker

brain کسی کو ہلنے جلنے نہیں دیتا۔ اس ایک بات کے کہنے سے ایک بڑا بحران مچ جاتا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ہم remotely کنٹرولڈ ہیں تو ایک بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ We have no free will. اگر قادرِ مطلق آپ کے اعضاء پر آپ کے ذہن پر آپ کے بدن کی ہر حرکت پر نگران ہے اور rule کر رہا ہے۔ It means people have no free will. یہ یاد رکھیے گا۔ بڑا بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ ویسٹ سارے کا سارا اس بحران کا شکار ہے "We have free will" آدمی تخلیق کرنے والا ہے۔ آدمی creator ہے۔ آدمی رازہائے سربستہ کی جستجو میں مصروف ہے۔ اور رفتہ رفتہ ''Michio Kaku'' کی زبان میں جب نینو ٹیکنالوجی کو فروغ ہوا تو اس نے کہا: Very shortly, we shall be able to create. اس کے یہ جملے ہیں کہ تیس اور پچاس سال کے عرصے میں We shall be able to create replicators. ہم وہ آلات بنالیں گے جس سے ہم ایٹم کی ہر صورت کو بدلنے پر قادر ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ اس نے کہا وہ وقت قریب ہے کہ We will change the burger of our hand into a child. ہے ناں حیرانی کی بات۔ حکمت اتنی ایڈوانس ہو گئی کہ انہوں نے کہا وہ وقت قریب ہے جب ہم ایسے آلات تخلیق کر لیں گے کہ اپنے ہاتھ کے برگر کو بچہ بنالیں گے۔ دو قدم آگے جا کے اس نے کہا: ''مگر اس سے یہ بھی ہو جائے گا کہ انسان خدا بن جائیں گے۔'' Man will be very soon turn into gods.

یہ بحث چل ہی رہی تھی کہ امریکہ سے ڈاکٹر مارکس جرمنی گئے۔ وہ بھی ایک بہت بڑے سائنسدان ہیں اور انہوں نے brain functions پہ ایکسرسائز شروع کر دی۔ اس کے بعد ایک عجیب سا اتفاق ہوا۔ They were shocked, all of the scientists were shocked اور اس تجربے کا مختصر نتیجہ یہ تھا جو ساری دنیا میں مشہور و معروف ہوا اور ابھی تک اس کی کوئی تردید نہیں آئی۔ کہ اس میں کہا گیا چھ یا سات سیکنڈ before we make a decision ہمارے فیصلہ کرنے سے چھ سیکنڈ پہلے ایک فیصلہ ہمارے ذہن کی تہوں سے اٹھتا ہے اور سارے فیصلے تہہ و بالا کر کے نکل جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا ناں یہ بات پندرہ سال پہلے اس فقیرِ پُرتقصیر نے کہہ دی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہر فیصلہ کرنے سے چھ سیکنڈ پہلے آپ کے اندرونِ ذہن ایک عجیب و غریب فیصلہ

اٹھتا ہے' جو برین ریسرچز سے ثابت ہوا' جو آپ کے تمام فیصلے تہس نہس کر دیتا ہے اور فائنلی آپ وہی کرتے ہو جو وہ تیسرا فیصلہ کہتا ہے۔ یہ جملہ سنیئے گا اس نے آخر میں کہا: میں آپ کے لیے translate کر رہا ہوں: کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے فیصلے میرے اختیار سے باہر ہیں؟ اس نے nutshell یہ نکالا کہ I am afraid we have no free will اب ظاہر ہے قیامت آ گئی ہوگی۔ کہاں وہ تکبر و جنون جو مغرب کے سائنسدانوں کو تھا' کہاں وہ کائنات کے خالق بنے پھرتے تھے۔ کہاں ایک سائنسدان نے برین سٹڈی کے بعد کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ ہمارے فیصلے ہمارے اختیار سے باہر ہیں۔ And above all this was the biggest shock, this research turned out to be the biggest shock to the concept of free will of human beings. میں نہیں کہہ سکتا یہ lead میری تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ یہ lead قرآن کی تھی۔ قرآن جو پہلے کہہ چکا تھا: "مَا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا" {ھود:56} میں نے بچھو پہ غور کیا' وہ نہیں ڈنگ مار سکتا آپ کو۔ میں نے سانپ پہ غور کیا وہ کاٹ نہیں سکتا آپ کو۔ میں نے زندگی میں ہر جانور کو نوٹ کیا۔ دیکھا کہ وہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ دیکھا یہ کہ ایک ریموٹ کنٹرول جو پیچھے سے آ رہا ہے' وہی ان کو مجبور کرتا ہے۔ آپ اگر بچھوؤں کے سیلاب سے بھی گزر جائیں تو آپ کو کوئی نہیں چھوئے گا۔ مگر جو پیچھے سے ریموٹ کنٹرول آئے گا Six second before وہ مغز کے کسی حصے پہ قابو پا کے آپ کو ڈنگ مروا دے گا۔ جو اذیت آپ کو پہنچنی ہے' آپ کو پہنچا دے گا۔

خواتین و حضرات! مئی 1995 میں (یہ ڈیٹ آپ کو یاد رکھنی ہے)۔ ایک تو ویسٹ والے بڑے خبیث ہیں اور خسیس ہیں۔ ہم ادھر بات کرتے ہیں وہ کہتے ہیں تم نے ہم سے چرائی ہے۔ ہم کہتے ہیں دیکھو! ہم قرآن کے طالبعلم ہیں' تم سائنسدان ہو۔ ہم تمہیں داد دیتے ہیں۔ اب قرآن کے جوابات مشرق سے نہیں آ رہے۔ اب شمس العلماء سے نہیں آ رہے۔ اب شیخ الحدیث سے نہیں آ رہے۔ یہ ہمارے لوگوں سے اب جواب نہیں آ رہے۔ بدقسمتی سے قرآن کے اعلیٰ ترین سوالوں کے جواب اب ویسٹ سے آ رہے ہیں۔ ان کی وضاحتیں اب مغرب سے آ رہی ہیں۔ یہ ہے ناں مزا۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

اب قرآن کی وضاحتیں مغرب سے آ رہی ہیں۔ میں نے مئی 1995 میں ایک لیکچر میں کہا تھا کہ خدا کے نزدیک Emotions, feelings, sentiments; they are all science. They are based on scientific laws and rules. مجھے امید ہے کہ حاظرینِ محفل میں سے بڑے ایسے حضرات ہوں گے جنہوں نے بار بار مجھ سے یہ بات سنی ہوگی Perhaps being a student of the Quran, I pointed out. کہ جن کو آپ بے ترتیب اور random 'خیال' سمجھتے ہیں' وہ ایسے نہیں ہیں۔ وہ بھی scientific laws پہ based ہیں۔ بڑے سال گزر گئے۔1995ء سے لے کر اب تک بڑے سال گزر گئے۔After more than twenty years ڈیل کارنیگی فاؤنڈیشن سمیت بہت سارے سائنسدان اب اس تشریح پر پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ They can classify the emotions scientifically اگر آپ exactly یاد کریں تو میں آپ کو exactly یاد کرواتا ہوں کہ میں نے کہا تھا: ''ہر خیال ایک خاندان کی طرح ہے۔'' جاؤ ناں آپ ذرا' یہی سوال اب ان سے پوچھو' And I would simply tell you کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں Emotions can be classified. اور ان کی فیملیز ہیں۔یعنی سائنسدان اب آ کے کہہ رہا ہے کہ ان کی فیملیز ہیں۔ان کی sub-famlies ہیں۔ بیٹے ہی نہیں پوتے دوھتے بھی ہیں۔اور ایک 'خیال' تواتر سے آگے چل رہا ہوتا ہے۔اور ان کو personalities کی بنا پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔بڑے بڑے Self developed پروگرامز کی بنیاد انہی emotional analytical tools پہ ہے۔یعنی اب وہ بات نہ صرف تسلیم کی گئی (بلکہ اس کی مزید سائنسی وضاحت بھی آ گئی)۔اگر آپ نام پوچھتے ہو تو ڈیل کارنیگی فاؤنڈیشن کی دس سالہ ریسرچ کے بعد Dr klaus schmierer - professor of psychiatry, specialist in psychology of emotions. یہ ان کا بیان ہے جس پر فی الحال کوئی اعتراض نہیں آیا۔

خواتین و حضرات!اب آیئے برین سٹڈی کی طرف یا آج کے ٹاپک کی طرف Does a man think? اس پہ میری دو باتیں یاد رکھیے گا۔ Is there any spontaneous growth of thought in Mind? کیا خود بخود دماغ میں

خیال پیدا ہوتے ہیں۔I say No دماغ میں کوئی خیال نہیں پیدا ہوتا۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ سب سے بڑا اچنبا یہ ہے کہ پھر کیا ہوتا ہے؟ اگر دماغ میں کوئی خیال پیدا نہیں ہوسکتا' ازخود۔ دیکھئے کبھی لوئی پاسچر نے نسلِ انسانی کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا تھا۔ اگر ازخود خیال پیدا نہیں ہو رہا تو ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم کرتے کیا ہیں؟ ہم سوچتے کیا ہیں؟ ہم پلان کیا کرتے ہیں؟ مجھے بڑی دور پیچھے جانا پڑتا ہے۔ ایک وقت تھا' 3.5 ارب سال پہلے فوسل کی سٹڈی سے پتہ لگتا ہے کہ ہر چیز مر رہی تھی۔ موت کا راج تھا۔ ہولنا کیت تھی۔ جو چیز وجود رکھتی تھی' تباہ ہو رہی تھی۔ Why there was no survival? بچتے ہی نہیں تھے۔ unicellular being' سنگل سیل والی تمام حیات بے تحاشا مر رہی تھی۔ اور حیات چونکہ اسی سنگل سیل پہ مشتمل تھی They could not do anything. پھر اچانک سینچریز کے اس دوران میں ایک عجیب وغریب کیفیت پیدا ہوئی۔ برین کے کچھ سیلز نے جواب دینا شروع کر دیا۔ جب اتنی بڑی تباہی مچ رہی تھی' زندگی کا ہولوکاسٹ ہو رہا تھا۔ بقول Will Durant ''پھر اس جرثومۂ حیات نے سودا کر لیا۔'' سودا کیا تھا؟ مریں گے مگر جئیں گے۔ اس وقت تمام حیات جو برین سیلز کو نصیب تھی.....!

اب یہ اصول یاد رکھیے' ایک چیز ہوتی ہے خارجی محرک۔ جب تک آپ کے ذہن کو خارج سے محرک نہ ملے آپ بالکل نہیں سوچتے۔ اس کو کہتے ہیں 'Stimulus'۔ You are dead. مدتوں ارب ہا ارب سال: "هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا" {الدھر: 01} ارب ہا ارب سال۔ تین اشاریہ پانچ ارب سال پہلے سے حیات ایک تسلسلِ موت کا شکار تھی۔ کوئی زندگی نہیں تھی۔ پھر ایسے ہوا۔ کیوں ہوا؟ سوائے اس کے کہ میں پروردگارِ عالم کی ایک آیت کوٹ کروں: "وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ" {النساء: 128} ہم نے تمام جانوں کو بخلِ جان پہ جمع کیا۔ ہم نے ان کے اندر بچ جانے کی' زندگی کی حفاظت کی کوئی شق رکھ دی۔ "وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ" {النساء: 128} تمام جانوں کو ہم نے بخلِ جان پہ جمع کیا۔ normal interpreter ہمیں بڑی غلط انٹرپریٹیشن دیتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے لوگوں سے سنا اس آیت کے بارے میں تو انہوں نے پتہ ہے کیا کہا؟ کہ ''اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو بخیل نہیں ہونا چاہیے۔'' پیسے نہیں جمع کرنے چاہئیں۔ تو میں نے کہا ایک پھول کی پتی کیا پیسے جمع کرے گی؟ ایک چمگادڑ نے کون سا سرمایہ جمع کرنا ہے؟

ایک چڑیا نے گھونسلے میں کیا کچھ بھر لینا ہے؟ یہ اس کے لیے لفظ نہیں تھا۔ یہ لفظ تھا سب سے بڑا جو بخل ہے۔It's a matter of survival وہ زندگی کا ہے۔ زندگی سے بڑھ کر ہمیں کوئی شے عزیز نہیں ہوتی۔ جب زندگی عزیز نہ رہے تو ہم دماغ کو ناقص کہتے ہیں۔ دماغ صحیح طرح نہیں سوچ رہا ہوتا۔ ہم کہتے ہیں یہ psychotic ہے۔ یہ neurotic ہے۔ یہ ڈپریسڈ ہے۔ اس کو زندگی سے دلچسپی نہیں رہی۔ positivity سے اس کے negative اثرات بڑھ گئے ہیں۔ وہ ایورج خراب ہو گئی ہے۔ زندہ رہنے کی آرزو پہ تنہائی اور موت کی خواہش کو غلبہ ہو رہا ہے۔ ڈِس بیلنس ہو گیا ہے۔ مگر خدا نے اس المیے کو دیکھتے ہوئے جو حیات کو درپیش تھا' سب سے پہلی چیز جو ذہنِ انسان میں پیدا کی: "وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ" {النساء : 128} بہت خوبصورت آیت ہے۔ ہم نے حاضر کیا ہر جان کو بخلِ جان پر۔ اب سائنسدانوں کی سنو! وہ کہتے ہیں suddenly اتفاقاً نہیں' اچانک۔ اس طرح نہیں چونکہ مر رہے تھے ناں' ان کے اندر عجیب ایک effort پیدا ہوئی۔ They started replying to the stimulus اس خارجی محرک کو انہوں نے جواب دینا شروع کیا۔ یعنی مرنے سے تنگ آ کر بالآخر انہوں نے موت کے کنویں میں ہی چھلانگ ماردی۔ انہوں نے کہا چلو اِس طرح desperate نہیں تو اُس طرح سہی۔ یہ desperate effort جو تھی جان بچانے کے لیے اس کی وجہ سے most of the life was getting saved زندگی بچنی شروع ہو گئی۔ سائنسدان کہتا ہے کہ جب برین سیل نے سٹیمولس کو جواب دینا شروع کر دیا تو They survived جس برین کے سیل نے خارجی محرک کو جواب نہیں دیا That died جس برین سیل نے جواب لوٹا دیا situation دیکھ لی manoeuvrability کر لی وہ موت کے چنگل سے بچ نکلا۔

یہ ذرا غور سے سنیے گا۔ جس ذہن نے سٹیمولس کو چیک کر لیا' detect کر لیا' اس کو answer مل گیا' اپنے موٹر Nerves سے۔ اس وقت ذہن کی رفتار ڈیفنس کے سلسلے میں تیز ہو گئی۔ اس وقت جس طریقے نے جنم لیا' اس کو ''تھنکنگ'' کہتے ہیں۔ اب اگر غور کرو۔ اس تھنکنگ میں ایسی کوئی شے نہیں جسے آپ 'خیال' کہتے ہو۔ آپ نے سنے بھی ہوں گے۔ آپ نے اس موضوع پہ 'خیال' بڑے سنے ہوں گے۔ مگر یہ کوئی فضول سا شاعر لگتا ہے..... قریب پہنچ گیا۔ یہ اصلی نکتے پہ تو نہیں پہنچا مگر قریب قریب پہنچ گیا۔

میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے
سرِ آئینہ میرا عکس ہے پسِ آئینہ کوئی اور ہے

کم از کم اتنا تو ہے ناں۔ اس کو پسِ آئینہ کی کچھ تو خبر ہوگئی ناں۔ کبھی کبھی شاعر بھی دُور کی کوڑی لے آتے ہیں۔ کہتا ہے:

میں کسی کے دستِ طلب میں ہوں تو کسی کے حرفِ دعا میں ہوں
میں نصیب ہوں کسی اور کا مجھے مانگتا کوئی اور ہے

خواتین و حضرات! یہ دوسرا موضوع بڑا دلچسپ ہے۔ اگر خدا نے زندگی دی تو میں محبتوں' تعلقاتِ انسانی' سٹیٹس' فی میل اور میل ریلیشن پر کبھی آپ کو انشاءاللہ تعالیٰ scientific opinion دوں گا۔ بہت ساری گھبراہٹیں اسی وجہ سے ہیں کہ ہم کچھ اور سوچتے ہیں' سائنس کچھ اور ہی ہمیں کہہ کے بالکل ہمارا ہر قسم کا رومانس ہی غارت کر دیتی ہے۔ اب آگے چلتے ہوئے اس فطری نظام کی اس عظیم الشان عمارت کی پہلی اینٹ جو ہے خوف و خطر کی بنیاد پہ بنی ہے۔

ہم لوگ پھر یہ کہتے ہیں کہ 'خیال' کیا ہے؟ 'خیال' جیسے میں نے ابھی آپ سے کہا کہ جب کوئی برین سیل خارجی خطرے کو detect کر کے جب اس کا جواب دیتا ہے' رسپانس دیتا ہے تو وہ ایک علیحدہ situation create کر رہا ہوتا ہے اور That means thinking. ویسے جنرلی ہم دماغ کی virtual definition لفظی ڈیفی نیشن یہ کرتے ہیں کہ ایک آلہ ہے جس کا وصف سوچنا ہے۔ دماغ ایک آلہ ہے جس کا وصف سوچنا ہے۔ کیا واقعی ایسا ہے؟ بہت سارے لوگ بغیر سوچے بھی زندگی گزارتے ہیں۔ They are not interested in knowing anything. میں نے ایک شخص سے پوچھا یار کبھی خدا کا بھی خیال کر لیا کرو' عمر بڑی ہوگئی ہے تمہاری۔ مجھے اس نے کہا چالیس برس ہو گئے ہیں ابھی تک ضرورت نہیں پڑی ہے' تو کیا خدا کا سوچوں؟ میں نے کہا دیکھو یار ابھی تمہاری عمر ختم نہیں ہوئی، اگر ساڑھے اڑتالیس سال پہ پھر شعور آ گیا تو مجھے contact کر لینا۔ ہمارے ہاں بہت سارے ایسے لوگ ہیں کہ جو Perhaps they failed to think about major realities. یا ان کے سر دکھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یا ان کو لگتا ہے کہ اللہ ایک جگہ سخت ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں صرف ایک جگہ بڑا سخت ہے۔ اللہ کے اُس rule میں رعایت نہیں پائی

جاتی۔وہ کہتا ہے:"وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى " {النازعات:40} تم نے مجھے ڈھونڈنا ہے ناں۔تم اگر مجھے چاہتے ہوناں۔تمہیں اگر میری تلاش ہے ناں' تو دیکھو ایک rule ہے۔:"وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى "{النازعات:40} تم اگر میرے خلاف کھڑے ہونے سے ڈرتے ہوناں تو تمہیں اپنی مخالفت کرنی پڑے گی۔اپنی خواہشِ نفس کی مخالفت کرنی پڑے گی۔تمہیں اپنے وجود کی اشتہا کی مخالفت کرنی پڑے گی۔اللہ کا طریق ایک rule پہ چلتا ہے۔ International, cosmic, wonderful law ہے:"وَعَسَى أَن تَكْرَهُوا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ " کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو۔یہ آپ غور سے بات سن لیجیے۔کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اس میں خیر ہوتی ہے۔"وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ "۔ For all young people, this is very very important, for all mobile links, for all valentine relationships یہ آیت بڑی important ہے۔وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئاً " کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ " اس میں تمہارے لیے شر ہوتا ہے۔اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ ہم تو کچھ اور سمجھتے ہیں When I was in the west, a young girl asked me what God has to do with my private things? یہ تو میرے ذاتی مسائل ہیں۔اللہ کو میرے ذاتی مسائل سے کیا تعلق۔مگر rule یہ ہے کل کو گلہ نہ کرنا اللہ سے کہ مجھے اداس کیوں کر دیا۔وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئاً کہ کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو:"وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ "اس میں تمہارے لیے شر ہوتا ہے۔پھر مت گھبراؤ یہ میرا نہیں فیصلہ۔پھر اپنے اللہ پہ اعتبار کرنا۔کیوں اعتبار کرنا؟"وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ "{البقرہ:216} اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔یہ بڑا امپورٹنٹ ہے۔اس نے دھمکایا نہیں عذابِ جہنم سے آپ کو۔اس نے کہا میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے۔

اس لیے بھروسہ کیا کرو۔خدا کے علم پر بھروسہ کیا کرو۔اللہ کے اس نالج پہ بھروسہ کر کے جب خلافِ قلب' خلافِ مزاج' خلافِ زندگی کوئی بات ہو جائے تو اپنے اللہ پر بھروسہ رکھا کرو کہ "وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ "{البقرہ:216} اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ہوسکتا ہے کہ اس برداشت میں جو تمہارے خلاف پیدا ہو رہی ہے' جب تم resist کر رہے ہو' اس میں

اللہ تعالیٰ نے تمہاری پوری آخرت کی بندشیں کشادہ کر دی ہوں۔

خواتین و حضرات! let's back to the topic یہ ریسرچ جو آج آئی۔ جو برین کی گتھیوں کے بارے میں اتفاق سے نوبل پرائز ونر آن دی برین' جیسے ہم کہتے ہیں حدیث حسن نہیں، صحیح نہیں، متواتر نہیں، مسلسل نہیں، متصل نہیں، تو ہم کہتے ہیں اس حدیث میں شاید کمی ہو۔ اسی طرح سائنسز میں بے شمار اصطلاحات ایسی نکلتی ہیں' جو کنفرم نہیں ہوتیں۔ لوگ ویسے ہی سنی سنائی کو سائنس سمجھ کے آگے ہوا میں پھیلا دیتے ہیں۔ مگر وہ شخص جس نے برین کی اس ریسرچ پہ نوبل پرائز لیا ہے..... ڈاکٹر ڈوڈواو! بڑا مزیدار سا نام ہے۔ میرا خیال ہے (نام کو آسان بناتے ہوئے) شاید آپ کو بھولے بسرے یاد ہی آجائے۔ ڈاکٹر ڈوڈو۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ ڈی ڈو کہہ لو۔ ڈال کو اسی طرح بدل لو۔ یہ بہت بڑا ڈاکٹر ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے' مدتوں پہلے ایک بہت بڑی جنگ' خیال میں اور جسم میں جاری تھی۔ بہت بڑی جنگ جاری تھی۔ جس میں دو بڑے سکول آف تھاٹ پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک One was lead by Descartes ڈیکارٹ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ ''تمہارے خیال کی وجہ سے تمہارے اندر تبدیلیاں اور چینجز تخلیق ہوتی ہیں۔ دماغ ruler ہے تمہارے بدن کا۔''

اس کے بعد جب جنگِ عظیم آئی۔ بہت سارے فسادات ہوئے۔ انسان کی 'خیال' کی طرف سے توجہ ہٹ گئی۔ انسان رومانٹک نہیں رہا۔ اس وقت ایک نیا سکول پیدا ہوا جسے ہم Existential School of Thought کہتے ہیں۔ Existential school of thought نے کہا ''نہیں' وجود کو روح پہ اہمیت حاصل ہے۔'' خواتین و حضرات! دو جملوں میں یہ دونوں فلسفے آتے ہیں۔ ڈیکارٹ کی فلاسفی کہتی ہے Essence precedes matter کہ روح مادے پہ غالب ہے۔ Existential philosophy کہتی ہے No, matter precedes essence وجود' خیال پر حاوی ہے۔ دونوں ویسے غیر معقول ہیں۔ میں آپ کو ایک بہت بڑے سائنس دان کا ایک المیہ بتاؤں۔ بڑا عزیز ہے۔ بڑا مشہور ہے۔ بڑا عقلمند ہے۔ centuries اس کے نام ہیں۔ آئن سٹائن کا نام سنا ہوگا آپ نے۔ بڑے بڑے لوگ یہ غلطی کرتے ہیں۔ جب میں دیکھتا ہوں تو میں کہتا ہوں یا اللہ! واقعی تُو سچا ہے کہ تُو نے ان کے اور قرآن کے درمیان غلاف ڈال رکھا ہے۔ وہ بڑا سچا ہے۔ آئن سٹائن نے کیا کہا؟ ا

کہ میں am convinced there is a Designer in the universe.
اس بات کا قائل ہوں کہ اس کائنات میں ڈیزائنر ہے۔ But I do not believe in a
personal God. لیکن میں ذاتی خدا پہ نہیں یقین رکھتا۔ honestly میں نے اس سے
زیادہ احمقانہ باتیں نہیں سنیں۔ بھئی! کمال کی بات ہے تم اس ڈیزائن کا حصہ ہو اور تم کہتے ہو میں
اپنے پرسنل God پہ یقین نہیں رکھتا۔ جب تم خدا کو بڑا ڈیزائنر مانتے ہو تو سب سے بڑا ڈیزائن جو
اللہ نے create کیا وہ تو انسان کو کیا۔ یہی ڈائی مینشن جسے ہم سوچ رہے ہیں۔ وہ انسان کے
علاوہ کیا ہے؟ کائنات اسی طرح سوتی سو جائے۔ billion years نہیں، 13.5 ارب سال
اس کائنات کی عمر ہے۔ ہماری عمر تقریباً 5 ارب سال ہے۔ اس سے پہلے کائنات کو کون دیکھتا
تھا؟ اگر آج ہم اسے دیکھ رہے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کائنات کی کیا ویلیو ہے؟ اس آسمان
کی کیا ویلیو ہے؟ ان ستاروں کے شب و روز کا ہمیں کیا پتہ؟ We are not
concerned اس پوری کائنات میں جان اس وقت پڑی ہے جب انسان نے انہیں دیکھنا
شروع کیا۔ یہ سب سے بڑی ڈائی مینشن تھی جو اللہ نے ذہنِ انسان میں پیدا کی۔ اسی سے ساری
چیزوں کا تعارف ہوا۔ اسی نے ساری چیزوں کا نام رکھا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کس چیز سے رکھا؟ خیال سے رکھا؟ میں تو خیال کا آپ کو بتا ہی
بیٹھا ہوں کہ خیال میں unlikely کوئی اندرونی چیز ہے ہی نہیں۔ receptors ہیں۔ ادھر
خارج سے سٹیمولس آتا ہے۔ ہمارے برین سیل اسے پکڑتے ہیں۔ پکڑ کر پیچھے برین نیورانز کو بھیجتے
ہیں۔ وہاں موٹر موومنٹ شروع ہوتی ہے، جو آپ کو عمل پہ آمادہ کرتی ہے۔ اس میں خیال کیسے آ سکتا
ہے؟ but میں ایک بات پھر ڈسکس کروں۔ ہم لوگ کام تو سارے ہی کرتے ہیں We
believe we think. ہم سارے سوچتے ہیں۔ پلان کرتے ہیں۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟ وجہ یہ
ہے کہ جوں جوں انسان تجربات سے گزرتا رہا (ہمارے پاس میموری تھی) اس نے جو
develop methodology کی survival کے لیے اور جو طریقے ہلچل کے لیے
دریافت کیے۔ وہ اس کی میموری میں محفوظ ہوتے رہے۔ اب بھی A very
sophisticated computer جو اللہ نے ہمیں عطا کیا تھا۔ چھوٹی سی ایک
مثال۔ ہمارے cortex brain میں سوچنے والے دماغ میں hundred billion سیلز

ہیں۔آپ تو سوچ بھی نہیں سکتے۔آپ نے کیا فتنہ پالا ہوا ہے اُوپر۔سوارب سیلز ہیں اُدھر۔کبھی آپ اپنے آپ کو نہیں جان سکتے۔گن نہیں سکتے۔ان سوارب سیلز کا کوئی مقصد تو ہوگا۔دیکھو اب آپ کو اللہ تعالیٰ نے reception adjustment کی کتنی بڑی طاقت دے دی ہے۔کہ اِدھر سے برین سیل آپ کے موٹر سیلز کو response بھیجتے ہیں اُدھر آپ کے پاس یاداشت کے اتنے زندگی کے طریقہ ہائے کار جمع ہوتے ہیں کہ ان سے ایک حل آپ نکال کے پیش کر دیتے ہو۔ تمام فسانۂ دماغ بس اتنا سا ہے۔کوئی سوچ نہیں۔کوئی خیال نہیں۔مگر Let me tell you one thing قرآن کیا کہتا ہے۔یہ قرآن ہی کا تھیسز دے رہا ہوں۔سائنسدان ابھی لگے ہوئے ہیں کہ ہم سوچتے ہیں۔کہاں اور کب سوچتے ہیں؟ They will fail to understand کہ کیسے سوچتے ہیں۔ان کو پتہ ہی نہیں سوچ کیا ہے۔اگر ایک ری ایکشن کو سوچ کہتے ہیں' تھنکنگ کہتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ پروردگارِ عالم کیا کہتا ہے؟ I have never seen such a more power Ayat "وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (1) بڑی بڑی باتوں کا ذکر کیا کہ دیکھو جب ہم تخلیق کر رہے تھے۔ایک miracle of creation تمہارا سورج' ہم نے سورج تخلیق کیا۔جلتا ہوا چراغ،روشنی دینے والا' طاقت دینے والا۔"وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (1)وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا (2) ذرا غور کیجیے گا کتنا سائنٹفک ہے اللہ۔آگے یہ نہیں کہا کہ چاند بھی جلنے والا چراغ بنایا۔ No, imagine how scientific God is حکمت اسی نے ایشو کی ہے۔چاند جو اس کے پیچھے آتا ہے' منگتا ہے ناں' اس سے روشنی طلب کرتا ہے۔جو خیرات اسے سورج کی چمک کی ملتی ہے' وہ اس ادھار سے آپ کی دنیا کی رات کو منور کر دیتا ہے۔"وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (1)وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا (2) ہم نے ایسا طریقہ کار بنایا۔ایسا بندوبست کیا۔ہم نے تمہارے دن کو روشن کر دیا۔ورنہ تم hypertension, anxieties سے دن ہی دن میں مر جاتے۔ہم نے تمہارے سونے کے لیے آرام کے لیے:"وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا (3)وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا (4) "ہم نے تمہاری رات کو ڈھانپنے والا بنا دیا۔خواتین وحضرات One of the major causes of anxiety today is that we changed the schedule of our life. جس رات کو اس نے ہمارے آرام کے لیے بنایا تھا۔وہ رات اب کمپیوٹر کی نذر ہو رہی

ہے۔رات گئے رت جگے' دیوانگی' آنکھوں سے نیند غائب Insomnia, Alzheimer یہ سارے کے سارے فتنے اس اصولِ پروردگار کو الٹنے سے ہوئے ہیں۔ جہاں اللہ نے یہ کہا کہ میں نے رات کو ڈھانپنے والا بنایا۔آپ نے وہ چادر ہی اُٹھا دی۔آپ نے رات بھی جاگنے والی کر دی۔دن بھی جاگنے والا کر دیا۔ So most of your disturbances born because of this پھر خدا نے کہا:"وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا (5)وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا (6) "ہم نے زمین کو پھیلایا' تمہیں آباد کیا' سکون بخشا' رستے بنائے' آپ کو سارے کے سارے sources دیے۔پھر آگے اللہ نے ایک بڑی عجیب بات کی۔

خواتین وحضرات! میں چاہتا ہوں یہ جو آگے کی بات ہے ذرا آپ توجہ سے سنیں۔جب اتنی بڑی بڑی معجزاتی تخلیق کا ذکر کیا تو فرمایا:"وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (7)"اے نفسِ انسان ہم نے تجھے درست کیا۔"سَوَّاهَا" کا مطلب ہے Detail میں جا کے درست کرنا۔ہم نے بڑی باریک بینی سے کلاسک مہارت سے نفسِ انسان کو درست کیا۔اے شیطان! تُو اس انسان کے خلاف ہے (اللہ نے فرمایا) جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔تُو اس کے خلاف ہے۔تجھے تو میں نے آگ سے پیدا کیا۔مردود! تُو تو کہیں کا کہیں تھا۔اور اس انسان کو اس انسان کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔خواتین وحضرات! ایک چھوٹی سی بات جو شاید مَیں بعد میں کہوں کہ خدا نے اس کا کریڈٹ ہمیں کیا دیا؟ یہ شاید بعد میں' سوال و جواب (سیشن میں) میں اس کا ذکر ہو جائے۔پروردگارِ عالم نے کہا:"فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8)"{سورۃ الشمس} ہم نے الہام کیے' غور کیجیے گا۔ہم نے الہام کیے اس کے ذہن پہ فسق وفجور۔ہم نے الہام کیے اس ذہن پہ خیالاتِ تقویٰ۔جب ہم فسق وفجور کی بات کرتے ہیں تو ہمارے خیال میں صرف ایک مذہبی روایتی قسم کا تصور آ جاتا ہے۔مگر ایسا نہیں ہے۔یہ میجر ہیڈ ہے جس کی اللہ بات کر رہا ہے۔فسق وفجور میں وہ تمام دنیاوی excessive اور میتھڈالوجی آئے گی جس کی وجہ سے انسان آج تک گمراہ ہوتا چلا آیا ہے:"الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ "{البقرہ:268} شیطان انسان کو بھوک سے ڈراتا ہے اور ترغیبِ فحش دیتا ہے۔مگر جب ہم خالی بھوک کہتے ہیں' یہ survival سے لے کر ultimate corruption کی ساری کی ساری میتھڈالوجی کو جاتا ہے۔جب ہم فحش کو کہتے ہیں تو تہذیبِ حاضرہ ہو یا قدیم ہو' ایتھینین ہوں سپارٹین ہو یا گریکس

ہوں یا Today's America ہو یا یورپین تہذیب یا پاکستان جیسی تہذیب ہو' ساری تہذیب کو وہ لفظ cover کرتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ پروردگارِ عالم نے ان دو لفظوں کے ذریعے اختصاراً میجر ہیڈز کو بند کر دیا ہے۔ اور یہ تمام فسق و فجور اور خیالاتِ تقویٰ اسی کی طرف سے الہام کیے جاتے ہیں۔ اب آپ پھر آیت سنیے: "فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8)" {سورۃ الشمس} ہم نے ذہنِ انسان پہ الہام کیے۔ خواتین و حضرات! اگر یہ الہام کرتے ہیں تو پھر ہم نے سوچنا کیا ہے؟ That's the question I want to put you ابھی آپ سائنس کا تھیسز سن چکے ہو۔ وہ کہتے ہیں خیال شیال کچھ نہیں ہے۔ جب رسپانڈ کرتا ہے Stimuli کو ہمارا برین سیل' اس رسپانس کو ہم زندگی کہتے ہیں۔ اس رسپانس کی وجہ سے ہمارا survival ہے۔ اس رسپانس کو ہم خیال کہتے ہیں۔ اب بتایئے ادھر آ کے کیا کریں گے' جب خدا کہتا ہے کہ میں الہام کرتا ہوں۔ "قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9)" جس نے اچھا خیال چُنا نجات پا گیا۔ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا (10) جس نے بُرا خیال چنا خسارے میں رہا۔

خواتین و حضرات! یہ اصلی برین تھیوری ہے ..... Brain is just a receiver of all external thoughts. اگر اس کو کوئی External stimuli نہیں ملے گا تو یہ ڈیڈ برین ہے' جو سوچ سکتا ہی نہیں ہے۔ ایک لفظ نہیں سوچ سکتا۔ ایک خیال کا حامل نہیں ہو سکتا۔ And you can imagine how important it is کہ ہم اپنے ڈیٹا کو بحیثیتِ مسلمان درست کریں۔ ہمارے جسم و جان کا مالک وہ ہے۔ ہم نے کوئی رزق و روزگار' کمائی کچھ بھی نہیں کرنا۔ یہ آپ کا خیال ہے کہ آپ محنت کر رہے ہو۔ آپ کوشش کر رہے ہو۔ خدا کیا کہتا ہے: " وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ " زمین پر ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے "إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا " تمام کا رزق اللہ پر ہے۔ کوئی exception نہیں ہے۔ سب کا رزق اللہ پہ ہے۔ کم ہے یا بیش ہے' ساروں کو اللہ رزق دیتا ہے۔ "وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ " {ھود:6} جانتا ہے تمہارے رستے کیا ہیں۔ تم نے کہاں ٹھہرنا ہے' کہاں رکنا ہے اور کہاں سونپا جانا ہے۔ یعنی پیدائش سے لے کر موت تک تمہاری ہر حرکت کو وہ govern کر رہا ہے۔ وہ rule کر رہا ہے۔ ہر چیز پہ نگران ہے Not like Einstein, sorry to say not like him, he does not believe in a personal God. On

the contrary we believe.ایک ایسے خدا میں جو میری ذات سے میرے شہود میں جاتا ہے۔ میرے انفس و آفاق میں جاتا ہے۔ میں کہیں بھی نہیں کہہ سکتا ہے وہ مجھ میں نہیں ہے۔ بڑی پرانی بات ہے۔ برہما اور وشنو اور دیوتاؤں کی چپقلش جاری تھی۔ تو وقت کا سب سے بڑا صوفی نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ہم عصرِ نوحؑ ہے۔ وہ نوحؑ کا ہم عصر ہے۔ بعض لوگ اسے نوحؑ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس نے بھی طوفانِ نوح کی پیش گوئی کی۔ جیسے پیش آیا تھا۔ اسdeluge کا وہ بھی حصہ ہے۔ تو اس سے پوچھا اس کے بیٹے نے یہ تثلیث کیا ہے؟ برہما کی شیوا کی وشنو کی تثلیث کیا ہے؟ اس نے کہا اچھا ایک لگن لا' برتن لا اور اس میں نمک گھول کے لا۔ وہ لایا۔ اس نے کہا بیٹے بتا نمک کہاں کہاں ہے؟ اس نے کہا حضرت کیا بتاؤں ہر جگہ ہے۔ اس نے کہا اچھا چلو یہی بتا دو کہاں نہیں ہے؟ اس نے کہا حضرت ایسی تو کوئی جگہ نہیں ہے۔ عدم نے بھی کہا تھا ناکہ:

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر

یا وہ جگہ بتا جہاں خدا نہ ہو

کہا تھا ناں اس نے۔ وہ تو ویسے ہی آپ لوگ کریڈٹ تو نہیں دے سکتے اس کو کہ وہ بہت بڑا حلول کا یا فلسفۂ وجود کا حامل تھا۔ مگر یہاں factual fact یہ ہے کہ خدا ہر ذرۂ حیات کو rule کرتا ہے۔ آپ کی زندگی کے ایک ایک لمحے اور سانس کو rule کرتا ہے۔ یہ گنا چنا مال ہمارا ہے۔ پھر کیا کیا اُس نے؟ ایک question اٹھتا ہے۔ بڑے دلچسپ questions میں ایک question اٹھتا ہے۔ وہ question آپ کو پتہ ہے کیا ہے؟ کہ ہم اشرف المخلوقات اسی وجہ سے ہیں ناں کہ ہم سوچتے ہیں۔ No, not at all۔ یہ کوئی reason نہیں ہے' اشرف المخلوقات ہونے کی۔ اگر آپ دس بیلوں میں سے دھنی کا بیل چن لیتے ہو تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ آپ اس کو لیڈر مقرر کرتے ہو۔ ہمارے بے شمار فیزیکل aspects ایسے ہوتے ہیں' ہمارے وجود میں۔ ہم نے ایک فیزیکل سٹیٹس پہ survival حاصل کیا ہے۔ خیال پہ نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارا برین جیسے میں نے آپ سے کہا' تجربتاً ہم نے بچاؤ کے زیادہ طریقے ڈھونڈ لیے ہوں۔ 3.5 بلین سال سے انسان تصادمِ حیات میں مبتلا ہے۔ ڈیفینس آف لائف میں مبتلا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے پاس بہت سارا سکوپ ہوگا۔ مگر کس وجہ سے؟ کیوں؟

دراصل اللہ نے آپ کو ایک امانت دی۔ اس امانت کے بارے میں بہت بڑا شبہ رہتا

ہے کہ کیا دیا اس نے؟ اس نے کہا: "إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولًا " {الاحزاب :72} کہ ہم نے ایک امانت دینی چاہی۔ زمینوں میں سے کوئی اٹھا لے۔ Even there, God's justice is very very apparent. میں نے کہا ناں، بہت بڑا عالم ہے۔ اپنی partiality بھی ظاہر نہیں کرتا۔ اس کا کمال یہ ہے کہ اگرچہ وہ انسان کی طرف partial تھا۔ اس کے مقاصد پورے کرنے والا انسان تھا۔ مگر حکمتِ الٰہیہ دیکھو کہ ظاہر ہی نہیں ہونے دیا بالکل کہ میں خصوصاً انسان کو دے رہا ہوں۔ اس نے کہا:

" إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً " {الاحزاب:72} سارے ڈر گئے۔ بھئی ڈر کیوں گئے۔ ایک خوبصورت سی چیز مل رہی تھی۔ خوف کا کوئی پہلو نظر تو نہیں آتا۔ It's a beautiful thing, wonderful thing چمکتی ہوئی چیز تھی۔ عقل چمکتی ہوئی چیز تھی۔ میں آپ کو تھوڑی سی عقل کی تعریف میں وضاحت دے دوں۔ میرا خیال ہے آپ نے عقل والی حدیث نہیں پڑھی ہو گی۔ کیونکہ کوئی عالم بھی عقل والی حدیث نہیں سناتا ہے ناں۔ اصل میں اس قسم کی وہ کوئی حرکت کر جائیں ناں تو پھر آپ ان کی عقل دیکھنا شروع کر دو۔ سو نیچرلی وہ آپ کو عقل والی حدیثیں نہیں سنائیں گے۔ مگر میں آپ کو کچھ پڑھ کے سناؤں گا' کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اس میں کسی قسم کی کوئی تحریف ہو۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے (طبرانی کی حدیث ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل پیدا فرمائی۔ پھر اسے کہا سامنے آ۔ وہ حجاب میں تھی۔ بس جی شرماتی لجاتی (آپ کو پتہ ہے اللہ میاں کے محاورے اسی طرح کے ہوتے ہیں)۔ قرآن پڑھا ہے ناں آپ نے۔ جب حضرت موسیٰؑ کی باری حضرت صفورہ آئی ناں تو خواہ مخواہ add کر دیا ..... ''وہ شرماتی لجاتی ہوئی آئیں۔'' aesthetics ہیں اللہ کی۔ جمالیات بڑی سٹرانگ ہیں۔ جب وہ کسی کو خوبصورت بناتا ہے تو اس کے اظہار میں تفاخر feel کرتا ہے۔ کہ میری تخلیق ہے۔ میں نے اسے حسین بنایا ہے: "اِنّ اللّٰه جميل ويُحِبُّ الجمال " تو جب عقل پیدا کی ناں' تو کہا سامنے آ۔ وہ سامنے آئی۔ پھر فرمایا: اور گھوم۔ یہ بڑی ٹیکنیکل سی بات ہے۔ She was such a beauty.

Oh my God, she was such a beauty. میری آج بھی آرزو ہے میں عقل کو اس کے اصلی تمثیلی رنگ میں دیکھوں۔ اس نے کہا گھوم پھر ذرا۔ چکر لگا کے مجھے دکھا ار د گر د۔ پھر جو جملہ فرمایا وہ آپ کے سننے والا ہے۔ فرمایا: ''مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے میں نے کوئی مخلوق اپنے نزدیک تجھ سے زیادہ لائقِ عزت و شرف پیدا نہیں کی۔'' پتہ ہے یہ عقل کی تعریف ہو رہی ہے۔ جس کا ذکر تک کبھی آپ کسی عالم سے نہیں سنو گے۔ کسی سے بھی نہیں سنو گے۔ سب سے مستند احادیث میں خدا نے کہا: کہ جب اس نے عقل پیدا کی تو فرمایا سامنے آ۔ جب وہ سامنے آئی۔ فرمایا ذرا گھوم کے دکھا۔ جب اس کو ہر سٹائل سے دیکھ لیا۔ پھر فرمایا: مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں نے کوئی مخلوق اپنے نزدیک تجھ سے زیادہ عزت و شرف والی پیدا نہیں کی۔ پھر پتہ کیا کہا؟ یہ بھی سن لو۔ نالائقی کی گنجائش کوئی نہیں اُدھر۔ فرمایا: میں تجھ ہی سے لوں گا' تجھ سے ہی دوں گا۔ سمجھ آئی آپ کو؟ بغیر ڈگری حاصل کیے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس نے فرمایا: جو تجھے چاہے گا' جو تجھے use کرے گا' جو تجھے پسند کرے گا' میں تجھ سے ہی لوں گا۔ تجھ سے ہی دوں گا۔ تیری وجہ سے ثواب دوں گا۔ خواتین سے کہو جادو شادو چھوڑ دو۔ یہ دیکھو کیا کہہ رہا ہے۔ عقل استعمال کرو۔ کہتا ہے میں تجھ سے ہی لوں گا۔ تجھ سے ہی دوں گا۔ تیری وجہ سے ثواب دوں گا۔ تیری وجہ سے عذاب دوں گا۔ گھروں میں اگر تکلیف ہے تو عقل کی وجہ سے ہے۔ یاد رکھنا۔ سنو ذرا ایک اور بات۔ یہ تو اللہ کی بات تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بات آپ سن لو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کے سامنے ایک شخص کی بڑی تعریف فرمائی۔ بڑے ایسے فقیر پھرتے ہیں جن کے آگے چیلے ہوتے ہیں۔ جو ان کے مراقبوں کی خبر دیتے ہیں، ملائے اعلیٰ پہ ان کی گردش بھی نوٹ فرما کے دیتے ہیں..... ''وہ ادھر ہوتے ہی کعبہ نماز پڑھتا ہے۔'' ہیں ناں ایسے بڑے لوگ؟ یہ پیر و فقیر و بزرگ۔ کیا کہا تھا اقبالؒ نے؟ بڑا بیزار ہو کے کہا تھا:

خداوندا تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

اب سنیے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کے سامنے ایک شخص کی بے حد تعریف کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی عقل کیسی ہے؟ جب تقویٰ کی بڑی تعریف ہوئی تو پوچھا اس کی عقل کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم عبادت اور خیر کے

کاموں میں اس کی محنت کی خبر دے رہے ہیں۔آپؐ اس کی عقل کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں۔لوگوں کو تعجب ہوا ناں عقل ایسی کیا شے ہے؟ فرمایا سن لو بڑے غور سے۔ آپ کے رسول ﷺ سے زیادہ صاحبِ حکمت کوئی اور نہیں گزرا۔ جب ہم خدا سے نیچے آتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے انہیں ذریعۂ علم بنایا ہمارے لیے اور ابدالآباد تک بنی نوعِ آدمؑ کے لیے۔ مدینے کی لڑکیوں نے بڑی خوبصورت بات کہی۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے بڑی خوبصورت بات کہی۔ اور میرے دل کو لگتی ہے۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے کہا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

کہ وداع کی گھاٹیوں سے وہ چاند نکلا، وہ خوبصورتی نکلی ہے، وہ حسن نکلا ہے۔ اور پھر کہا:

وجب الشکر علینا

ہم پہ واجب ہے اس بات کا شکر ادا کرنا جو اللہ نے ہمیں دی۔ مگر کب تک؟

ما دَعَا لِلّٰه داع

جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔ ابدالآباد تک قیامت تک جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں خدا کا یہ شکر ضرور ادا کریں کہ اس نے محمد ﷺ ہمیں عطا کیے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: احمق آدمی اپنی جہالت کے باعث فاجر کے فجور سے زیادہ غلطی کرتا ہے۔ فسق و فجور میں بھی تھوڑی بہت کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ مگر جو احمق آدمی ہے ناں وہ maximum فسق و فجور تک چلا جاتا ہے۔ اس کے پاس differentiation نہیں ہے۔ اس کے پاس رکنے کی کوئی طاقت نہیں ہے۔ اس کے پاس mentally کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اسے convince کرے کہ You have to get back اور کل قیامت میں ..... 'بہت سارے لوگوں کو شاید یہ بات پسند نہ آئے' ..... اللہ تعالیٰ کی قربت کے درجات لوگوں کی عقلوں کی بلندیوں پہ ہوں گے۔ کل قیامت میں لوگوں کے درجات لوگوں کی عقل کی بنیادوں پہ ہوں گے۔ یہ قرآن میں اللہ نے خود بھی ارشاد فرمایا: "نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاء" جس کے چاہتا ہوں درجات بلند کرتا ہوں۔ " وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ "{یوسف:76} اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ So as far as decision making is concerned, ultimate decision is in the hands of God اور اس

کی basis of judgement اعمال نہیں ہیں۔اعمال عقلی رغبتوں کا نتیجہ ہیں۔عقل خدا کو متوجہ کرتی ہے۔نتائج نماز ہے۔روزہ ہے۔صدقات ہیں۔خیرات ہے۔پہلے آپ کو خدا کو جاننا اور ماننا ہوتا ہے:"إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِراً وَإِمَّا كَفُورًا"{الدھر:03} جب آپ اللہ کو مان گئے پھر آپ کی عقل درست سمت بڑھ گئی۔بدقسمتی سے کوئی بیس سال سے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ Allah is the only top priority of intellectual appraoches. باقی subsided ہیں۔جب آسمان سے عقل اترتی ہے' پھر آپ کے کاروبار طے کر دیتی ہے۔پھر آپ کے معاملات درست کرتی ہے۔پھر آپ کے business affairs چلاتی ہے۔پھر آپ کے سوشل سیٹ اَپ کو متعین کرتی ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت تمیم داریؓ سے پوچھا کہ سرداری کیا چیز ہے؟ بادشاہ کسے کہتے ہیں؟ حکمران کس کو جانتے ہیں؟ فرمایا: عقل۔یعنی عقل سردار ہے اور کوئی بھی نہیں ہے۔حضرت عمرؓ نے کہا: تم نے صحیح کہا۔میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو یہی جواب دیا تھا۔آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں نے جبریلؑ سے پوچھا کہ سرداری کیا ہے؟ جبریلؑ نے کہا عقل۔یہ تسلسل جاری رہا۔خواتین و حضرات! یہ تھی وہ امانت۔یہ تھی عقل جو امانت کے طور پر انسان کو دی گئی۔زمین پر اگر virtually اس کے قریب کا ہمارے پاس کوئی لفظ ہے تو وہ artificial intelligence ہے۔وہ تمام حرکات اور مقامات جس چیز سے ہم اپنے معاملات درست کرتے ہیں' اس کے بارے میں ایک میجر question یہ ہے کہ کیا artificial intelligence میں از خود سوچنے کی صلاحیت ہے؟ No۔آرٹیفیشل انٹیلی جنس بھی کسی ڈسک کے ذریعے ہی جائے گی۔externally guided ہو گی۔از خود وہ' یہ عقل حاصل نہیں کر سکتی۔کمپیوٹر کی آرٹی فیشل انٹیلی جنس کے بارے میں چھوٹے سے تین سوال ہیں۔There are three questions. Can a machine act intelligently? آدمی یہ سوال کرتا ہے۔پہلا question یہ کہ Can a machine act intelligently? یعنی آپ ایک مشین کے قریب جاؤ اور اس کو کہو یار دو چار منٹ تک چلنا اس کے بعد تین مہینے تک ریسٹ کرنا۔پھر دیکھو اگلی بار زیادہ زور سے نہ چلنا۔پانی کے چھینٹے نہ اڑانا محتاط رہنا۔کیا مشین سے آپ اس قسم کی کاروائی کی توقع رکھتے ہو؟ Perhaps this is

دوسرا question یہ ہے۔ a major question for the future. Are human intelligence and machine intelligence are the same? کیا انسانی ذہانت اور جو ہم مشین کو ذہانت دیں گے کیا ایک ہی طرح کی ہیں؟ virtually ایک اللہ نے انسان کو دی۔ ایک انسان' مشین کو دے گا۔ Obviously man can copy but جو اوریجنل فیکٹر ہے۔ وہ شاید مسئلہ حل نہ ہو۔ تیسرا سوال ہے Can a machine have a mind, mental states and consciousness in the same sense which humans do? Can it feel how things are? اب کوشش ہو رہی ہے کمپیوٹرز کو احساس دینے کی۔ زبان دینے کی اور اس کو decision making کی۔ مگر اگر آپ نے Trend دیکھے ہوں تو اس دور میں بے شمار فلمیں آئیں جیسے Matrix وغیرہ جس میں انسان نے بجائے انٹیلی جنس دینے کے ایک خطرے کا اظہار کیا ہے کہ اگر ہم مشین کو یہ ذہانت دے دیں تو سب سے پہلی دشمنی انسان اور مشین میں ہو گی۔ کیونکہ انسان variable ہے۔ جھوٹا ہو چکا ہے۔ مکروفریب کا عادی ہے۔ بے ایمانیاں کرتا پھرتا ہے۔ ایک کمپیوٹر ایک آفس میں چلا جائے گا اور اس کو پتہ لگے گا سارے ہی کرپٹ ہیں۔ بخشے گا ایک کو بھی نہیں۔ اس لیے آدمی مشین کو یہ اختیارات دینے سے ڈرتا ہے۔ کیونکہ مشین میں اتنا رحم نہیں ہوگا۔ آپ کو یاد ہے اقبالؒ نے ایک مصرع لکھا تھا:

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

But now the fact is اگر کوئی sincerely کام کر رہا ہے تو وہ مشین ہی کر رہی ہے۔ آدمی کوئی اچھا کام نہیں کر رہا۔ ان کی متابعت میں مشین ہی کام کر رہی ہے' جو تھوڑا بہت کر رہی ہے۔ اگر آپ مشینوں کو عقل دے دیں' آرٹیفیشل انٹیلی جنس دے دیں تو یقینی بات ہے کہ مشین آپ کا ستیاناس کر دے گی۔ یہ وجہ نہیں کہ وہ آپ کو آقا نہیں کہے گی۔ آپ کی کرپشن کی وجہ سے۔ ضرور وہ ستیاناس کر دے گی۔ There is one very funny thing پتہ یہ لگا ہے کہ انسان کا دماغ پہلے بڑا تھا۔ اب چھوٹا ہو گیا۔ آپ تو سمجھتے ہو گے آپ تو بہت بڑے دماغ کے مالک ہو گئے ہیں' ذہین ہو گئے ہیں۔ مگر آج سے بارہ ہزار سال پہلے تک جو انسان کا دماغ تھا'

اب ہمارا دماغ 9 انچ کیوبک سینٹی میٹر یعنی کم سے کم 10% دماغ کا جو حصہ ہے وہ reduce ہو گیا۔ ختم ہو گیا۔ اب اس پہ بہانے بڑے ہیں ہمارے پاس۔ ہم کہتے ہیں جو باقی دماغ بڑا تیز کام کر رہا ہے۔ آیئے میں آپ کو حدیث کو interpret کرنے کا طریقہ بتاؤں۔ حدیث کیا کہتی ہے؟ حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ انسان دوبارہ غار کی زندگی کو پلٹ جائے گا۔ After a major shock, after a major shell shock جب انسان اپنے آپ کو تباہ کر لے گا' اس کا دماغ شیل شاک سے سکڑ جائے گا۔ وہ دوبارہ انہی جانوروں کی طرح وہی بت پرستی' وہی ساری علامات جو پچھلے زمانوں میں تھیں' ان پر عمل کرے گا۔ یعنی جس رفتار سے وہ آگے بڑھا تھا' اسی رفتار سے پیچھے جائے گا۔ اور قیامت کب قائم ہو گی؟ پھر وہی بات جب عقل کا آخری ذرہ بھی ختم ہو جائے گا۔ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ قیامت کب قائم ہو گی؟ فرمایا: قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک زمین پر ایک آخری شخص بھی اللہ اللہ کہنے والا موجود ہو۔ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معیارِ عقل اگر last man تک بھی قائم ہوا تو قیامت نہیں آئے گی۔ But the rapid flow جو اس وقت جاری ہے اور جس تیزی سے ہم زوال پذیر ہو رہے ہیں (اس سے لگتا یہ ہے کہ ہم اسی سرعتِ رفتار سے روزِ قیامت کے قریب تر ہو رہے ہیں)۔

خواتین و حضرات! ایک خاتون ہیں' میں ان کے بھی نظریات آپ کو سناتا چلوں۔ انہوں نے بھی دماغ پر بڑی قیمتی آراء کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا یہ تمام صوفیاء اور تصورِ خدا شیزوفرینک ہے۔ یہ جتنے لوگ ہیں۔ خدا کی بات کرتے ہیں۔ خدا کا نام لیتے ہیں۔ ان کے پیٹرن اور شیزوفرینیا کے پیٹرن ایک ہوتے ہیں۔ But I think یا تو وہ آپ پاگل تھی یا اس نے ساری عمر پاگلوں میں گزاری۔ اس نے کسی صحت مند انسان کو دیکھا نہ سنا۔ That's way she was so shocked. بات یہ ہے کہ آج بھی ہم کسی سائیکالوجسٹ کو یہ کہیں کہ ان علامات کے ساتھ اگر کوئی شخص شیزوفرینک بنتا ہے تو کیا انہی علامات کے ساتھ خدا پرست بھی بنتا ہے؟ اللہ کے بندے بھی اسی طرح behave کرتے ہیں جیسے شیزوفرینک؟ کیا ہم اتنے ہی بدتمیز جاہل خلق سے الٹے پلٹے ہوئے اور ایک ہی خیالِ عظمت کے خبط کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس خدا کے بندے ہمیشہ بہت زیادہ مخلوق کی خدمت میں منکسر المزاج اور ان کے مسائل سمجھنے والے

اوران کو گائیڈینس دینے والے ہوتے ہیں۔ان میں کوئی بڑائی اور عظمت کا تصور نہیں ہوتا' جو شیزوفرینک میں سب سے پہلا عنصر ہوتا ہے۔

خواتین وحضرات !close on بھوک تو لگ رہی ہوگی۔ میں اب خلاصۂ کلام کو آ رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خیالات الہام کرتا ہوں خارجی طور پہ۔اللہ نے کہا میں فسق وفجور الہام کرتا ہوں۔اللہ نے کہا کہ خیالِ خیر بھی میں ہی الہام کرتا ہوں۔اللہ اس سے بھی آگے بڑھ گیا۔فرمایا:"وَمَا تَشَاءُ وْنَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ" {التکویر:29} تم چاہ بھی نہیں سکتے اگر میں نہ چاہوں۔یعنی خدا اتنا آگے جا کے اپنے کنٹرول کو انسانوں پہ واضح کرتا ہے۔جیسے میں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس دو چوائسز ہیں۔ایک چوائس یہ ہے کہ آپ خدا کی دی ہوئی اس آرٹی فیشل انٹیلی جنس سے اس میں اتنا ڈیٹا add کر دیں کہ آپ Cosmos کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں' یہ جو minor most بیماریاں ہیں ان کو بھی سمجھیں۔آپ انتہا درجے کی ریسرچ قائم کریں۔کیوں؟ کیا Sciences are against the temper of God or the Quran? اس پہ فائنل آپ کو قرآن کی ایک آیت سنا رہا ہوں۔ " الَّذِيْنَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَاماً وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِم " کہ میرے بہترین بندے وہ ہیں جو کھڑے بیٹھے کروٹوں کے بل مجھے یاد کرتے ہیں۔"وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"{آل عمران :191} جو ہر لمحہ زمین وآسمان کی تخلیقات پہ غور کرتے ہیں۔ So we say if I have to make these two parts. I would say the best man in the eyes of God is that who believes in God mentally, intellectually and also looks for all kinds of understandings about the universe, life, person and community. اگر ان دو چیزوں کو اکٹھا کریں تو خدا یہ کہتا ہے کہ تصوف صومعہ بگیری نہیں ہے۔

حافظ شیراز کیا کہتا تھا؟

زاہد نے داشت تاب جمالِ پری رخاں
کنج گرفت وتر سے خدارا بہانہ ساخت

زاہد! نالائق کو تو پری رخوں کے چہرے دیکھنے کی تاب ہی نہیں تھی۔یہ خدا خدا کرنے کا

بہانہ کر کے پیچھے بیٹھ گیا۔ یعنی متقی ایسے نہیں ہوتے۔ متقی معتدل ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ تقویٰ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ہے۔ سب سے زیادہ متقی انسانوں میں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ سب سے بڑے عالم زمین و آسمان میں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ سب سے بڑا علم قرآن ہے۔ اس کی عنایت اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بخشی ہے۔ ہمیں علم حاصل کرنے کے لیے شناخت حاصل کرنے کے لیے ان کے علم کے stimulus کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہو گی۔ We need stimuli to think. ہمارے برین سیل کا جواب اگر بہترین چیز کو جانا ہے تو پھر ہمیں اپنے Prophet PBUH کے دیے ہوئے نکاتِ علم کو stimulus جان کر ان کے رسپانس تخلیق کرنے ہیں۔ We don't think. There is no such thing از خود خیال کا پیدا ہو جانا کوئی چیز نہیں۔ But we are receivers ہمارے پاس reception ہے' perception ہیں۔ ہم اس reception اور perception کی مدد سے کسی بھی خارجی خیال کو قبول کرتے ہیں اور اس کا رسپانس دیتے ہیں۔ یہی ٹھاٹ ہے' یہی Homo sapiens ہے' جو سوچنے والا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

س: آپ نے کہا "عقل ہی سے نجات ملے گی" تو پھر اقبالؒ جیسا قلندر یہ کیسے کہہ گیا کہ:

؎ خرد ہے چراغِ راہ منزل نہیں

ڈاکٹر عبدالجلیل: دیکھیں اقبالؒ نے خرد کے بارے میں بہت کچھ کہا کہ:

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

دراصل جب شاعر بات کر رہا ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں خرد کا ایک concept ہوتا ہے۔ اس وقت وہ بات کر رہا تھا کہ جو عقل کا ظن و تخمین ہے دنیا کے معیارات پہ ہوتا ہے۔ وہ آپ کو ایک خاص حد سے آگے لے کے نہیں جا سکتا۔ لیکن جہاں پہ آپ کی divine understanding ہوتی ہے۔ جہاں اللہ اور اس کا رسول ﷺ شامل ہوتے ہیں تو یہ عقل آپ کو سلامتی سے ایک ایسے مقام تک لے جاتی ہے جہاں آپ عقل سے بھی بلند ہوتے ہیں۔ اور آپ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف بڑھتے ہیں۔ وہ مشاہدات آپ کو ایک خاص قسم کی عقل عنایت کرتے ہیں جو دنیاوی عقل سے آگے ہوتی ہے۔

پروفیسر احمد رفیق اختر: اقبالؒ چونکہ شروع سے فلسفے کے طالبعلم تھے تو ان کی ساری جدوجہد عقلی رہی۔ مگر ساری کی ساری یورپی رہی۔ اپنے مذہب سے واقف تھے۔ حتیٰ کہ فلسفۂ عجم کی تعریف انہوں نے کی۔ دیکھیئے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں بھی قرۃ العین طاہرہ کو بڑا پسند کرتا ہوں۔ اقبالؒ بھی بڑا پسند کرتے تھے۔ بے حد و حساب۔ مگر جب جنت کی تقسیم کی تو قرۃ العین طاہرہ کو انہوں نے بہت بڑے منصب پہ چڑھا دیا۔ میرا خیال ہے ادھر شاید بڑے سے بڑے صحابی نہیں ہوں گے جدھر انہوں نے اس کو پہنچا دیا۔ میری توجہ جب اس پر پڑتی ہے تو میں کہتا ہے باوجود اپنی ساری ذہانت علم اور فطانت کے Qurat-ul-Ain was a total failure

.in religion وہ فلسفۂ حلول کی قائل تھی۔اور اس نے اتنی خوبصورت شاعری کی ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی بندہ اس کی داد دیتا ہے۔دیکھیں میں آپ کو شعر سنا دیتا ہوں۔اقبالؒ کی بھی مستی اسی وجہ سے تھی۔مگر جب آپ عقل کو ڈائریکٹ ہی نہیں کر رہے The only fault I feel about Iqbal is کہ اس نے فلسفہ اور حقیقت کو سمجھنے کے لیے تو عقل کو استعمال کیا مگر کبھی بھی اسے As a top priority for God استعمال نہیں کیا۔اب اگر وہ جب آخری عمر میں پہنچے پتہ لگا کہ یہ عقل تو کہیں lead نہیں کر رہی۔جذب کو پلٹ آئے۔سرور کو پلٹ آئے۔اور بے ہوشی کو پلٹ آئے۔پھر بھی بات نہیں بنی تو پھر آخر میں اقبالؒ نے کہا:

سرودِ رفتہ باز آید نے آید
نسیم از حجاز آید نے آید
سر آمدِ روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید نے آید

تو وہ ان چار مصرعوں میں اپنے failure کو admit کر کے ریکارڈ کرتا ہے۔یہ اصل میں اقبالؒ تھے۔اور بدقسمتی سے وہ اس چیز سے آگے اپنے تعلق سے آگے رستہ پہچاننے سے انکاری ہو گئے۔عقل آگے بڑھتی نہیں ہے جب تک اس کو خدا کا سہارا نہ ملے۔علم اللہ ہے۔عقل انسٹرومنٹ ہے۔جسے دے گا وہی عاقل ہو گا' وہی دانشور ہو گا۔آپ چاہو تو میں قرۃ العین کے شعر سنا سکتا ہوں آپ کو۔ہیں فارسی میں اور مشکل ہیں۔مگر ہیں بڑے خوبصورت۔میں کہہ رہا تھا کہ خوبصورت چیزیں جیسے آپ نے سنا ہے انگریزی میں All that glitters is not gold. اسی طرح بے شمار حسین چیزیں ہم دیکھتے ہیں۔مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔یہ خدا کو لے جاتی ہیں۔شاعری میں کتنے کتنے اچھے شعر ہیں۔I have been a poet ابڑی بڑی میں بھی جھوٹ سچ کی شاعری کرتا رہا۔بڑے بڑے شعر لکھے ہیں۔renowned تھا۔جوانی میں چھوڑ گیا۔مگر کیوں چھوڑ گیا؟ خدا شاعری پہ ججمنٹ دے گیا۔خدا نے ارشاد فرمایا (مفہوم) یہ وادیٔ اوہام کے لوگ ہیں۔یہ اندھیروں کے لوگ ہیں۔یہ تصوراتی خوابوں کے لوگ ہیں۔ان میں حقائق نہیں پائے جاتے۔اس کے باوجود میں آپ کو قرۃ العین کے شعر سناؤں گا۔

گر بہ تو افتدم نظر چہرہ بہ چہرہ رو بہ رو

شرحِ دہم غم ترا نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو

اگر کبھی ہماری آپس میں رو بہ رو ملاقات ہوگئی تو میں تمہارے غم کو تجھ سے بیان کروں گی۔نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو۔

دردل خویش طاہرہ گشت ونہ دید جز ترا

میں نے بہت دل میں گھوم کے دیکھا اے طاہرہ۔ہم نے تیرے سوا کسی کو نہیں پایا۔

صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا پردہ با پردہ پو بہ پو

تو اچھی شاعرہ تھی۔ No doubt, but as far as her destined end was absolutely confused. She never knew what she was thinking. اس کو پتہ ہی نہیں تھا کہ میں کدھر جارہی ہوں۔ لے دے کے محمد علی باب کے توسط سے وہ اپنی ذات میں خداوند کے حلول کی قائل ہو چکی تھی That's all۔

س: اقبالؒ نے زبانِ ابلیس سے جب یہ کہلوایا کہ

مست رکھو ذکرِ صبح گاہی میں انہیں

پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں انہیں

اس حساب سے صرف تسبیح پڑھنا ہی تو شیطان چاہتا ہے؟

ج: اب یار اقبالؒ سے تو نہ لڑاؤ۔ دیکھو ایک وقت کی بات ہے Concept of a Persian mysticism (کا جادو سر چڑھ کے بولتا تھا)۔ایک تو افسوس کی بات ہے کہ گلی کوچے میں ہم تصوف ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔اس کا مطلب ہے It's not common یہ بھی نہیں ہوتا کہ میں کہوں سو آدمیوں میں ایک صوفی ہو ہزار میں ہو بعض اوقات ایک بلین میں ایک صوفی ڈھونڈنا مشکل ہوتا ہے۔وہ سپیشلسٹ ہوتا ہے۔اس کی سپیشلا ئزیشن اور طرح کی ہوتی ہے۔ہمارے مڈل ایسٹ کے چار پانچ بڑے صوفیاء۔کچھ صوفیاء مستند ہیں۔اگر اقبالؒ ان کو سامنے رکھتا تو یہ بات نہ کرتا۔اگر وہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو سامنے رکھتا تو یہ بات نہ کرتا۔اگر وہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کو رکھتا سامنے تو یہ بات نہ کرتا۔انہی کی سوغات سے تو وہ اقبالؒ بنا تھا۔اس کو کس نے اسلام دکھانا تھا؟ انہی بزرگانِ دین نے محنت کی۔جان دی۔زندگیاں گزار دیں۔ مہاجرت اختیار کی اور پھر خدا کے نور کو ہم تک پہنچایا۔اس سے بڑا کیا کام ہو سکتا ہے؟ اسی طرح

سرخیلِ اساتذہ جنید بغدادؒ تھے۔ جنہوں نے اعلیٰ ترین علمی سطح پر خدا کو تلاش کیا۔ اور پھر ایک سکول فاؤنڈیشن میں گئے۔ جس میں ہر استاد ہی بڑا استاد ہوتا ہے۔ ''لنکا میں جو چھوٹا وہ بھی باون گز کا۔'' تو اس لیے ہم اقبالؒ کی سٹیٹ منٹس پہ غور نہیں کرتے۔ ہمارا چونکہ اس وقت مسلمان سُست تھا۔ اور وہ اپنی خرابیوں میں مبتلا تھا اور اس کو کوئی headship نہیں مل رہی تھی۔ اس لیے اقبالؒ کے سینے میں بڑا درد تھا۔ وہ انہیں طعنے دے دے کے جگا رہا تھا۔ وہ کہتا ہے پیروں فقیروں کی مریدی چھوڑو۔ ایک بڑے مقصد کے لیے جدوجہد کرو اور اتفاق سے ہم نے دیکھا اس وقت کچھ پیر بھی کام کر رہے تھے۔ پیر جماعت علیؒ شاہ وغیرہ ہیں، لاثانی اور ثانی سارے۔ جیسے خواجہ مہر علیؒ ہیں گولڑہ شریف والے، انہوں نے پیش گوئی میں ایک ملک کے بننے کی خبر دی۔ یہ، وہ سارے لوگ تھے جو اپنی اپنی جگہ پر دل و دماغ کو چیلنج کرنے کے عمل میں مصروف تھے۔ شاید اقبالؒ اتنا well informed نہ ہو مگر اگر ہے بھی تو میں کہتا ہوں وہ طعنہ زن نہیں تھا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا کہ جو جنرل صوفی آڈر ہے، جو بنا ہوا ہے، وہ حشیشین کے سوا کچھ نہیں۔ جو بھنگ میں مریدوں کو بھی خوار کرتے ہیں، نشے میں۔ آج کیا نہیں ہے؟ بھنگ کے لوگ قلندرانہ ناچ نچا کے لوگوں کو تصوف کی خبر دیتے ہیں۔ In fact mysticism is the highest department of human thought. اور اس کی بھنک بھی کوئی نہیں پا سکتا جو اس سے باہر ہو۔ اس کا کوئی نام نشان نہیں ملتا۔ اصول میں نے آپ کو بتا دیا: "وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ" {النازعات:40} پھر کوشش کر کے دیکھ لو۔ شاید خدا آپ کو رستہ دے دے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: ایک بات عرض کر دوں۔ جب آپ اقبالؒ کو پڑھتے ہیں تو ایک شعر پڑھ کے آپ یہ نہ سمجھا کیجیے کہ بس اقبالؒ نے یہی کہا۔ جیسے مجھے اچانک یاد آ گیا۔ اقبالؒ کا ایک شعر ہے کہ

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اور خود ہی کہتا ہے کہ

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اب دیکھیے آپ کو dichotmy of thought نظر آتی ہے مگر وہ دو اصول بیان کر رہا

ہے۔اسی طرح ایک شعر ہے کہ:

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

تو یہاں پر وہ تعریف کر رہا ہے اس روّیے کی اور کہیں پر وہ اس کی مذمت کر رہا ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ اس کا مقصود کیا ہے۔تو کبھی کبھی ہم زبان و بیان میں ان چیزوں کا سہارا لے کے کسی چیز کو بیان کرتے ہیں۔آغاز میں جو سوال ہوا عقل کے بارے میں' اعلیٰ عقل یہ ہے کہ آپ کسی ایک شعر سے excite نہ ہوں کیونکہ وہ آپ کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے۔ہوسکتا ہے اسی شاعر نے اسی موضوع کی اپنی کسی اور تربیت کے مقام پر تردید بھی کر دی ہو۔تو جب تک آپ کے پاس پورا view نہ ہو بات کلیئر نہیں ہوسکتی۔مجھے ایک مثال یاد آ گئی۔اگر اسرار صاحب اجازت دیں۔ایک بڑا مشہور سایئکالوجسٹ گزرا ہے جس کو کچھ لوگ گسٹالٹ' کچھ جسٹالٹ کہتے ہیں۔اس کی ایک چھوٹی سی بات آپ کو بتا دوں۔وہ یہ کہتا ہے کہ اگر آپ چار ٹانگیں اور ایک میز پیک کر کے رکھ دیں تو ہم اسکو ٹیبل نہیں کہہ سکتے۔اس کی وجہ ایک چیز missing ہے اور وہ چیز ہے functional relationship between the parts of a thing اسی طرح کسی بھی موضوع کو سمجھنے کے لیے اس کی ڈائی مینشنز' پرانے خیال' آج کے خیال کے بارے میں سوچنا۔تب آپ کو اس کی مکمل سمجھ نصیب ہوگی۔

جنرل حمید گل: پروفیسر رفیق اختر صاحب! بصد احترام' تھوڑی سی جسارت کروں گا اختلاف کی۔

پروفیسر احمد رفیق اختر: آپ بڑی کر لیں (قہقہہ)

جنرل حمید گل: علامہ اقبالؒ کو تو چھوڑیے' جو آپ نے ان کے قطعہ کی تشریح کی۔اس میں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے تو اپنا کام مکمل کر لیا۔یہ نہیں کہ میں ناکام ہوگیا۔کہا کہ:

سرودِ رفتہ باز آید نے آید
نسیم از حجاز آید نے آید

پھر انہوں نے کہا:

سر آمد روزگارے ایں فقیرے

دگر دانائے راز آید نے آید

اس کا مطلب تو یہ ہے میرا کام تو مکمل ہو گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ایک جگہ کہتے ہیں:

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولین عشق

عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصورات

اب ہم جانتے ہیں کہ کیا صوفیائے کرام میں سے کسی نے اس قسم کی بات کی ہے۔ تو بابا بلھے شاہ یہیں کی پیداوار تھے۔ وہ کہتا ہے:

علموں بس کریں او یار

یہ عشق کی ایک داستان ہے اور جیسے عشق اور عقل کے درمیان مولانا رومی کہتے ہیں کہ:

گر بہ استدلال کارِ دیں بود

فخر رازی رازدارِ دیں بود

فخر رازی، سب سے بڑے دین کے رازدار تو وہی ہیں۔ اور یہ استدلال جو ہے، اس کی حدود ہیں۔ ایک جگہ علامہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابہ گل بھی ہے

یعنی اس کی حدود ہیں، قیود ہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں آپ کو یہ لائن draw کر کے clear کرنا ہوگا کہ عقل کی حدود کہاں ختم ہوتی ہیں اور عشق کی بنیاد کہاں سے چلتی ہے۔ ابھی ہمارے سامنے ایک معجزہ رونما ہوا اور ہو رہا ہے، وہ ہے افغانستان میں۔ کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے، میں ایک پروفیشنل سولجر ہوں۔ اور میرے پاس ملٹری نالج کے مطابق کوئی اس کا جواب نہیں بنتا کہ تاریخِ انسانی میں اتنی بڑی طاقتیں پیدا نہیں ہوئیں کہ ان کو کیسے دلیل اور عقل کی بنیاد کے اوپر شکست ہو گئی۔ یہ شکست ممکن نہیں تھی ماسوائے اس کے کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا کہ مجھے اپنے رب ہونے کی قسم ہے جب تک حق پر ہو گے میں تمہارے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ بہت شکریہ

پروفیسر احمد رفیق اختر...... : جناب جنرل صاحب! یہ جو آخری بات ہے اس کا جواب میں نے ہارون الرشید صاحب کے ذمے لگا دیا ہے۔ وہ سیاسی اور فوجی question address کرتے ہیں۔ مگر اصل میں مَیں سوچتا ہوں جب بھی میں بات تھوڑی سی کم کرنے کی کوشش کرتا ہوں، یا کوشش کی کہ تھوڑی سی کم کر دوں تو بات ادھوری رہ جاتی ہے۔ جنرل صاحب

اتنے quick نکلے کہ اسی پہ چھاپا مارلیا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو گوریلا دستوں کی سربراہی اب بھی مل سکتی ہے۔ اصل میں اقبالؒ نے یہ ایک قطعہ نہیں لکھا۔ میں دوسرا جان بوجھ کے چھوڑ گیا۔ میں نے کہا چلو مختصر کردوں۔ یہ دوقطعات اکٹھے لکھے اور کہا:

سرودِ رفتہ باز آید نے آید
نسیمِ از حجاز آید نے آید
سرآمدِ رُوزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید نے آید

یہاں جنرل صاحب کو شبہ ہوا کہ جو دوسرا مصرع ہے: ''سرآمدِ روزگارے ایں فقیرے'' اس سے انہوں نے اپنے task کے completion کی خبر دی۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ اگلے قطعہ میں فرماتے ہیں۔ یہ ان کا اگلا قطعہ ہے، فرمایا:

اگر می آید آں دانائے رازے

اگر میرے بعد اصلی راز کا سمجھنے والا آ گیا ناں' جو دانائے راز ہوا' جو حکمتِ خداوندی کو سمجھنے والا ہوا۔

بدہ اُورا پیامِ جاں گدازے

تو مجھ جیسے فقیر دردمند کا ایک پیغام اسے دے دینا۔ اگر آپ غور کریں تو وہ اپنی اس مجبوری کا اظہار کرتے ہیں کہ میں نے کوشش کی مگر میرا ٹائم پورا ہو گیا۔ اور ٹائم پورا ہونے کے باوجود میں اس راز کے سمجھنے سے قاصر رہا۔ تو پھر دعا کرتے ہیں:

اگر می آید آں دانائے رازے

اگر وہ دانائے راز آتا ہے

بدہ اُورا پیام جاں گدازے

تو مجھ مسکین غمگین کا پیغام اسے دینا۔ کہ

ضمیرِ امتاں رامی کند پاک

میرا صرف یہ پیغام اسے دے دینا کہ ''امتِ ضمیر'' کو پاک کرنے والا شخص صرف دو کوائف میں ہو گا۔

کلیمے یا حکیمے نے نوازے

یا تو وہ کلیم کی طرح معجزاتی شخصیت ہو گی۔ یا ایسا عالم ہو گا جس کے حسنِ آواز پہ لوگ یقین کا عمل کریں گے۔ میں نے کہا ناں کہ تھوڑی سی میری سستی اور جنرل صاحب کی چستی دیکھ لیجیے۔ اب آپ دوسرے سوال کا جواب میرا خیال ہے ہارون صاحب سے لیں۔

ہارون الرشید: میں تو نہیں اس بحث میں بالکل پڑنا چاہتا۔ بہت مودبانہ میں عرض کرتا ہوں کہ افغانستان میں اسلام نام کی کوئی چیز ہم نے نہیں دیکھی ہے۔ جب بھی ہم وہاں گئے ہیں۔ ایک گروہ ہے جو قومی آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے۔ امریکیوں کو اور ان کے حلیفوں کو تو ناکام ہونا ہی تھا۔ ان کے پاس تو کوئی cause ہی نہیں تھا۔ وہ تو یہاں قبضہ کرنے کے لیے آئے تھے۔ اور افغانوں کی پوری تاریخ گواہ ہے' جیسا کہ اقبالؒ نے کہا تھا: ''جنگ ان کے لیے ایک طرزِ زندگی ہے۔ یہ سخت کوشی انہیں ہمیشہ بچا لے جائے گی''۔ لیکن لوگوں کے گروہ کے گروہ ذبح کر دیے جاتے ہیں۔ گروہ کے گروہ ذبح کر دیے جاتے ہیں ہاتھوں سے اور مارکیٹوں پہ بم چلائے جاتے ہیں اور مزارات پہ حاضری دینے والوں کے چیتھڑے ہوا میں اڑتے ہیں۔ ایک بیان کبھی ان کے خلاف ملا عمر نے نہیں دیا۔

جنرل حمید گل: ملا عمر نے کہا یہ غیر شرعی ہے۔ بیان دے چکے ہیں۔

س: جنرل حمید صاحب کے لیے سوال ہے کہ جنرل صاحب طالبان کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ چلا اور پھر ختم گیا۔ اس کے تناظر میں پاکستان کا مستقبل آپ کیا دیکھتے ہیں؟

ج: جنرل حمید گل: تھما نہیں ہے جاری رہے گا انشاء اللہ امن آئے گا۔ آپ فکر نہ کیجیے۔ ہمیشہ جب مذاکرات چلتے ہیں کنفیوژن ہوتا ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ میڈیا نے مذاکرات کرنے شروع کیے۔ جس میں بیس کروڑ پاکستانیوں کو شریکِ گفتگو کر لیا۔ میڈیا کا جو پیدا کردہ کنفیوژن ہے وہ حالات کو خراب کر رہا ہے۔ مکتی باہنی ہماری دشمن نہیں تھی۔ دشمن ہندوستان تھا۔ آپ بھی جانتے ہیں۔ آج بھی یہ طالبان شریعت کو بدنام کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ Obama's War کتاب میں پڑھیے کہ سی آئی اے کا چیف کہتا ہے اوباما کو we shall create our own Taliban. مکتی باہنی کے لوگوں کو جب پتہ چلا کہ ان کے ساتھ تو دھوکہ ہوا تھا تو مجیب الرحمان کو سترہ فیملی ممبرز کے ساتھ دھان منڈی میں انہوں نے مار دیا اور وہ فوجی آفیسر جنہوں نے بغاوت کی تھی وہ پھانسی چڑھ گئے۔ تو یہ کنفیوژن جو ہے جو ہمیشہ انٹیلی جنس بیسڈ وارز ہوتی ہیں ان

میں کنفیوژن اور پراپیگنڈا سب سے بڑا ہتھیار ہوا کرتا ہے۔کسی طالبعلم کی کسی ملا عمر کی کسی حکیم اللہ محسود کی کسی فضل اللہ کی شریعت نہیں۔شریعت قرآن وسنت سے برآمد ہوتی ہے اور وہی بالاخر آ کے dominate کرے گی اور ہمارے آئین کا حصہ ہے۔قراردادِ مقاصد کے اندر ہم نے اس کو قبول کر رکھا ہے۔اور وہ بہترین ڈاکومنٹ ہے ہمارے پاس۔لیکن ہمارے آئین میں اگر تضادات نہ ہوتے تو ہمارے فیڈرل شریعت کورٹ کے جج کیوں آئینِ پاکستان کے اوپر حلف نہیں لیتے ۔وہ شریعت کے اوپر حلف لیتے ہیں۔یہ ایک چھوٹی سی کنٹراڈکشن ہے جس کو بہرحال وقت ثابت کرے گا کہ اب اس کو دور کرنا پڑے گا۔اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے ہمارے لیے۔

اسرار کسانہ: سواتی صاحب مسکرا رہے ہیں۔میں زیادہ سیاست پہ نہیں چاہتا کہ گفتگو ہم linger on کریں۔

ہارون الرشید: ایک چھوٹی سی بات میں کہنا چاہتا ہوں۔دیکھئے جو عقل کی بحث ہے وہ ذرا الجھ گئی اس کو chronological order میں دیکھنا چاہیے۔کچھ چیزیں شروع میں اس نے کہی ہیں' کچھ بعد میں کہی ہیں۔انہوں نے اپنے خیال سے رجوع کر لیا تھا' میرے خیال میں ان کا جو فائنل تھیسز ہے وہ یہ ہے کہ:

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

مگر منزل پہ یہی لے جائے گی۔

چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

پروفیسر احمد رفیق اختر: سواتی صاحب سے کیا پوچھنا ہے آپ نے؟

اسرار کسانہ: سواتی صاحب سے میں یہ پوچھ رہا تھا اگر وہ کچھ add کرنا چاہیں طالبان کے ایشو پر کیونکہ آپ کے۔پی۔کے۔کے سربراہ بھی ہیں پی ٹی آئی کے۔اگر آپ کے پاس انفارمیشن ہو شیئر کر دیں پلیز۔

پروفیسر احمد رفیق اختر: (مسکراتے ہوئے) شعیب سڈل صاحب بھی ہیں ہمارے پاس۔ان سے سوال پوچھ لیتے۔

اعظم سواتی صاحب: دراصل بدقسمتی ہے ہماری کہ ہمیں طالبان سے منسوب کیا جاتا

ہے۔حالانکہ بار بار ہمارے لیڈر نے بھی اور میں نے خود بھی بڑی وضاحت کے ساتھ یہ کہا ہے کہ ہم صرف پاکستانی عوام کے احساسات اور جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ان کی ان حرکات کی غیرانسانی حرکات کی ہم ترجمانی قطعاً نہیں کرتے۔کے۔پی۔کے میں رہتے ہوئے اس تناظر کے اندر ہمیں سوچنا پڑے گا کہ جو مسائل ہمیں ان کی دہلیز پہ ملتے ہیں۔ان سے قطعاً یہ نہیں کہ ہم کسی خوف کے تحت یہ بات کر رہے ہیں۔ہم دلائل سے بات کر رہے ہیں کہ اگر دس گیارہ سال سے یہ آپریشن کامیاب نہیں ہوتا۔اور اس کے ساتھ ساتھ ایک غیر روایتی جنگ میں ہم شامل ہو چکے ہیں۔اور اس جنگ کو اپنی دہلیز پہ لے کے آگئے ہیں۔دو بڑی قوتیں اس دنیا کی اسی جنگ کے پیچھے ہمیں تباہ کرنے کے لیے ملوث ہیں۔یہ الزام نہیں حقائق ہیں اور حقائق سے چشم پوشی کرنا میں سمجھتا ہوں کہ آج جو دلیل یہاں پہ اس فورم پہ دی جا رہی ہے۔اس کی نفی ہوتی ہے۔تو ہمارا narrative یہ ہے کہ آئین کے چاہنے والے اس ملک کے اٹھارہ کروڑ عوام کے امن و آشتی کے دعویٰ کرنے والے آخر مذاکرات کی ٹیبل پر آ کر ہی اس لعنت سے جو انڈیا اور امریکہ نے ہم پہ مسلط کی ہے اس سے ہم جان چھڑائیں گے۔میں کل بنیر میں تھا اور میرے بالکل بغل کے اندر انہی شرپسندوں نے دھماکا کر کے ایک پر امن شخص کو اور اس کے لواحقین کو شہید کیا۔قطعاً ہم اس کی ترجمانی نہیں کرتے اور میرا خیال ہے کہ Intellectual کا یہ اتنا بڑا فورم اس بات کی گواہی دے گا کہ ہم امن کے متلاشی ہیں۔وہ امن کسی طریقے سے بھی آ جائے۔اور انشاءاللہ تعالیٰ میرے ملک کے اندر امن آئے گا۔آپ اپنی مثبت کاوش کو جاری رکھیں گے' قربانیاں دیتے رہیں گے۔جس طریقے سے افغانستان کے لوگوں کی امریکہ اور نیٹو سے جان چھوٹی خدا کے فضل سے ان سازشوں سے ہمارے ملک کو بھی خدا تعالیٰ ہماری کاوشوں اور عمل اور مثبت سوچ کی وجہ سے انشاءاللہ تعالیٰ نجات دے گا شکریہ۔

س: external stimuli کے حوالے سے پوچھا گیا ہے کہ At times external stimuli is related to our fears, problems and day to day life issues. But many a times, External Stimuli are totally alien/fresh on new subjects and not related to our fears. Why External stimuli is sent

to us who are totally on new subjects or topics. How is the pattern of decision and why?

ڈاکٹرعبدالجلیل: دماغ ایک ایسا آلہ ہے سوچنا جس کا وصف ہے اور سوچنے کے بعد جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ ''خیال'' ہے۔انسان کے تین قسم کے خیال ہوتے ہیں۔ایک خیال وہ ہے جس کو ہم تصور کہتے ہیں'یعنی concept۔میں نے اس بچی کو دیکھا اس کے ہاتھ میں کیمرہ ہے۔ میرے دماغ کا وہ حصہ جس نے اس تصور کو receive کیا وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ ایک چیز ایسی ہے جس کی سائیڈوں سے ریفلیکشن آ رہی ہے اور جس کے درمیان میں ایک سفید rectangular ہے۔باقی برین اس کو انفارمیشن provide کرے گا کہ میں جانتا ہوں کہ اگر کوئی ایسی چیز کھڑی ہو'اتنے قد کی اور اتنے بالوں والی اور اس طرح کی چیز فوٹو لینے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ان تمام معلومات کو مجتمع کر کے میں اس نتیجے پہ پہنچوں گا کہ ایک بچی کھڑی ہے جس کے ہاتھ میں کیمرہ ہے۔اس کو ہم ''کانسیپٹ'' کہتے ہیں۔یہ میز کا کانسیپٹ بھی ہوسکتا ہے۔ تو خیال کی پہلی قسم ہے ''تصور''۔خیال کی دوسری قسم ہے ''کیفیت''۔اس سے مراد یہ ہے کہ اگر یہاں پر تیزی سے بھاگتا ہوا ایک شیر آ جائے اور اس کا ارادہ میری ہی طرف آنے کا ہو تو میرے اندر ایک خوف پیدا ہوگا۔ہم اس کو ''کیفیت'' کہتے ہیں۔تو پہلا ''تصور'' ہے اور دوسرا ''کیفیت'' ہے۔یہ دو خیالات ہیں جو ہمارے اندر پیدا ہوتے ہیں۔تیسرا بڑا خاندان جو خیالوں کا ہے وہ ہے ''Judgements''۔کہ جیسے میرے دوست بیٹھے ہیں ڈاکٹر محسن تو میں ان کے بارے میں اندازہ لگاؤں کہ یہ میری بات نہیں سن رہے۔

یہ ایک اندازہ ہے جو میں نے لگایا ہے۔یہ غلط بھی ہوسکتا ہے۔ہوسکتا ہے ابھی میرا اپنا اندازہ گھنٹے کے بعد بدل جائے'جب یہ میری طرف دیکھنا شروع کر دیں اور میری بات سننا شروع کر دیں۔تو میں کہوں نہیں اب یہ سن رہے ہیں۔ہوسکتا ہے یہ مجھے بتائیں کہ میں آنکھیں نیچے کیے تھا مگر آپ جو کہہ رہے تھے میں لکھ رہا تھا۔تو معلومات کے ردوبدل سے ہماری Judgements بدل جاتی ہیں۔تو ایک ہے تصور'دوسرا ہے کیفیت'اور تیسرا ہے اندازہ جسے ظن وتخمین کہتے ہیں۔اس کے بعد آپ نے کہا alien stimuli آتا ہے۔یہ کوئی ایسی بات ہے جس کی بہت تفصیل میں جانا پڑے گا۔اصل میں ہمیں جانا پڑے گا برین کے سٹرکچر پہ۔alien خیال کوئی نہیں آتا'جہاں

تک ہم جانتے ہیں۔کل کو کوئی Evidence مل جائے‘ I don't know۔خدا کی طرف سے خیال جو ہے اس کے علاوہ آپ کو کہیں کوئی alien خیال آتا ہے تو وہ ممکن ہے نہیں۔ میں آپ کو کمپیوٹر کی ساخت کے ساتھ دماغ کی ساخت کے بارے میں ایک سادہ سا کانسپیٹ دینے کی کوشش کروں گا۔کہ ہمارا دماغ تین قسم کا ہے۔ نچلے حصے کو lizard brain کہتے ہیں‘ reptilian brain کہتے ہیں۔ یہ ایک عجیب وغریب دماغ ہے۔اگر آپ کو چھپکلی یاد ہو یا آپ نے مگرمچھ دیکھے ہوں‘ ان کا behavior آپ کو پتہ ہو کہ ان کی اگر physical desire ہو تو انتہائی غیر مہذب طریقے سے اپنی خواہش پوری کرنے کے بعد وہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ان کو اپنے بچوں سے کوئی محبت نہیں ہوتی۔اور مگرمچھ کا بچہ کبھی مگرمچھ کے سامنے آنا پسند نہیں کرتا۔کیونکہ مگرمچھ اسے اپنا لنچ بنا سکتا ہے۔اس طرح ان میں کوئی ایسا رحم کا مادہ نہیں۔کوئی مادری شفقت نہیں۔

ہم اس سے اوپر اٹھتے ہیں تو ہم اس کو کہتے ہیں یہ mammalian brain ہے۔اس میں cingulate gyrus ہے جو لوگ طب سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ دماغ کے درمیانی حصے سے تھوڑا اوپر‘ وہاں پہ جذبات ہیں۔مادری شفقت ہے۔آپ نے گائے دیکھی ہوگی۔اس کا بچہ گم جائے تو آنکھیں پھاڑ کے دیوانہ وار بھاگے گی۔اس کو ہم مادری شفقت کہتے ہیں۔یہ وہ جذبات و کیفیات ہیں جن پہ وہ مشتمل ہے۔یہاں سے جو خیالات اٹھتے ہیں وہ innate memory ہے۔یہ وہ رڈیے ہیں جو بنانے والے خالق نے ان میں ودیعت کر دیے ہیں۔ اور ہم یہ chose نہیں کرتے۔ اور اس کے بعد تیسرا برین جو آپ کو Homosapiens بناتا ہے۔جس کو neocortex کہتے ہیں۔وہاں پہ تجزیہ ہے۔ان معاملات کا جائزہ ہے۔آپ کو lizard brain یہ کہہ رہا ہے کہ آپ پیاس سے مر رہے ہیں۔ آپ پانی پیو اور دوسرے سے چھین کر پیو۔لیکن میدانِ بدر میں ایک صاحب یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ میں یہ پانی دوسرے کو پلاؤں تو یہ نیوکارٹکس ہے۔اور یہاں عقل سے بھی آگے گزر گیا ہے۔جیسے اقبالؒ نے عقل کی حدود بیان کی ہیں (اقبالؒ پہ میں اعتراض نہیں کر رہا)۔اس سے بھی آگے گزر گیا۔ عقل اس کو بتا رہی ہے کہ تیرا survival ہے تو پانی پی لے۔ہوسکتا ہے وہ یہ بھی کہہ دے ”تھوڑا تو پی لے تھوڑا اس کو پلا دے مساوات کر لے۔“ لیکن یہاں عقل نہیں ہے۔یہاں ایک چیز ہے

مواخات۔ کہ ہم نہیں کھاتے تم کھاؤ۔ تو یہ عقل نہیں سکھاتی۔ یہ نبوت سکھاتی ہے۔ خدا سکھاتا ہے۔ یہ تین خیالات ہیں اس کے بعد کمپیوٹر کا چھوٹا سا ریفرینس۔ اگر آپ کمپیوٹر کی چپ سے واقف ہوں' تو آپ کو پتہ ہوگا اس کے اندر کچھ میموری ہوتی ہے جس کو BIOS کہتے ہیں۔ input, output جو ہوتی ہے وہ ایک innate میموری ہے۔ وہ ہمارے اندر بھی رکھی گئی ہے۔ ادھر chips ہیں' جو روحیں تھیں ہماری اس پہ خدا نے اپنے signature ثبت کیے ہیں۔ ہم نے اعتراف کیا ہے کہ ہم تیرے بندے ہیں۔ اس کے بعد اب سزا کس کو دیں گے؟ سزا تو چپ کو ہی دیں گے ناں۔ باقی کمپیوٹر کا باکس ہے۔ ہم میموری کے باکسز ہیں۔ hard drives ہیں۔ کمپیوٹر پروگرام آپ رَن کرتے ہیں لیکن اصل جو essence ہے ہمارا' وہ وہی ہے اور وہاں سے ہمیں جو basic thought دیا گیا' alien thought وہ یہی ہے کہ ہم نے آدمؑ کی ذرّیت کو نکالا۔ اس سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں تُو ہمارا رب ہے۔ لیکن اگر بات ختم کر دیتا تو مجھے شاید اتنا مزا نہ آتا جتنا اگلی آیت سے آتا ہے۔ تا کہ تم اس دن یہ نہ کہو کہ ''ہم جانتے نہ تھے''۔ تو وہ ایک alien thought ہے۔ اس کے علاوہ خدا اگر کسی کو خیال دینا چاہے' کسی بھی وقت دینا چاہے تو وہ دے سکتا ہے۔ لیکن باقی میں نے آپ کو خیالات کی درجہ بندی بتا دی۔

س: اگر انسانی تھنکنگ یا تھاٹ صرف reception اور perception پر مشتمل ہے تو کیا انسانی سوچ محدود ہے اور کیا انسان وہ نہیں سوچ سکتا جو ابھی وقوع پذیر ہی نہیں ہوا؟

ج: دینے والے پہ ہے۔ دینے والا اتنا بڑا ہے' اتنا وسیع تر ہے اور اتنا عظیم ترین ہے کہ حضورﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ تمہارے علم میں اور خدا کے علم میں بس اتنا سا فرق ہے جیسے کسی سمندر میں تم انگلی ڈبو لو اور پھر نکالو۔ تو جو پانی اسکو لگ جائے' بس اتنا تمہارا علم ہے۔ ظاہر ہے اتنی بڑی سورس اگر علم کی پیچھے موجود ہو تو پھر آپ حدود کا تعین نہیں کر سکتے۔ مگر by the way میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ اتنے زیادہ علم کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دیکھو میرے پاس ایک ماحول ہے۔ ایک سسٹم ہے۔ میں ایک گلی میں ہوں۔ میں ایک کوچے میں ہوں۔ میں ایک شہر میں ہوں۔ تو میرے سارے کے سارے فوائد و مفادات کا انحصار اس بات پہ ہوگا کہ میں اردگرد کی انفارمیشن رکھوں۔ مجھے ضرورت نہیں کہ میں خواہ مخواہ چھانگا مانگا کی انفارمیشن رکھ کے اپنے لوگوں کو convince کرتا رہوں یا چیکوسلواکیہ کے بارے میں پڑھ پڑھ کے پاگل ہوتا رہوں۔ یہ اس

وقت ہوتا ہے جب علوم کے درجے طے کرتے ہوئے کسی بڑے مقصد کے لیے آپ علم حاصل کرتے ہو۔ جیسے میں یہ کہوں کہ اللہ کی تلاش کی خاطر میرے شیخ سید ہجویریؒ کا ارشاد ہے کہ خدا کی اگر تم آرزو رکھتے ہو تو تمام علوم سے اتنا ضرور حاصل کرو جو تمہیں اپنے خدا کی طرف لے جائے۔ اور اس کے بارے میں بتائے۔ ظاہر ہے اس میں خالی قرآنِ حکیم نہیں ہوگا۔ قرآن ہوگا مگر خالی قرآن نہیں ہوگا۔ اس میں علمِ فقہ ہوگا۔ اس میں حدیث ہوگی۔ اسماء الرِّجال ہوں گے۔ اس میں سیرت ہوگی۔ اس میں پورے کے پورے اسلامک پیٹرن کے آٹھ رولز تو ہوں گے مگر ساتھ ساتھ وہ قولِ مبارک بھی ہوگا: ''اُطْلُبُوا الْعِلْم ولَوْ کَانَ بِالصِّین'' یہ وہ علوم ہے جو مجھے ایک رخ کے complete مل رہے ہیں۔ مگر ان کی انڈرسٹینڈنگ کے لیے جب میں follow کروں گا' مجھے پتہ لگے گا کہ گھوڑوں کو داغنے کا نظام حضرت عمر فاروقؓ نے ایران سے لیا تھا۔ مجھے پتہ لگے گا کہ راہداریوں کا نظام حضرت عمر فاروقؓ نے رومن ایمپائر سے لیا تھا۔ مجھے پتہ لگے گا کہ جب کسی بھی سسٹم کو مقدور بھر ہم چلانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں قریباً قریباً تمام سکہ رائج الوقت علوم کی شناخت لازم ہوتی ہے۔ ہم اس کو مشرق و مغرب کا نام نہیں دیتے۔ ہم اسے کہتے ہیں sharing the human experience اگر سومیرین کی سیویلائیزیشن کو میسوپوٹیمین نے شیئر کیا اور اس کے بعد اگر دور دراز کی انڈین سیویلائیزیشن کو یا چائنیز سیویلائزیشن کو ہم نے سمندروں کے ذریعے تجارتوں کے ذریعے آپس میں لنک کیا' لرنگ کی and you can say کہ مجموعی طور پر انسان کاریگری میں، ہنرمندی میں، اشیاء کی شناخت میں، خرید و فروخت میں اور کلچر کی establishment میں آگے بڑھ گئے۔ So it's not particularly کہ کسی جگہ علم میں حدود واقع ہوتی ہیں۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ علم کا مرکز زمین پہ نہیں ہے اور جس کے پاس علم ہے اس کی حد ہی کوئی نہیں ہوتی۔ پھر کیا کر سکتے ہیں آپ۔

س: قرآن پاک میں کہا گیا ہے کہ گمان نہ کیا کرو۔ بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تو پھر سوچ کی کیا حد ہے؟

ج: نہیں! اصل میں گمان کبھی بھی آپ اپنے خیال سے نہیں کرتے۔ آپ کا اپنا خیال نہیں ہے۔ گمان ہمیشہ ایک ایکسٹرنل پیٹرن سے کچھ چیزوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ Let's say کہ ہم کسی کے rituals کسی کے behaviour کسی کے relationship کی وجہ سے

ہمارے دل کے اندر جو impressions پیدا ہوتے ہیں۔ ہم اس کو گمان کہتے ہیں۔ اب یہ ہے کہ ہمارے گمانؔ میں غلطی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ sometimes ہماری opinion میں اگلے بندے کے behaviour کا مقصد ناقص ہوتا ہے۔ but actually چونکہ ہم اسے پورا نہیں جانتے اس لیے اس کا behaviour different ہوگا۔ تو گمان کے پیچھے lack of information کم علمی اور ایسی دیگر غلطیاں ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے گمان کو ترجیح نہیں دی گئی۔ اور کہا گیا کہ بدگمانی سے بچو اور انتظار کرو جب تک صحیح انفارمیشن آپ تک نہ پہنچ جائے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: یہی کہا گیا ناں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ سارے گمان تو گناہ نہیں ہوتے۔ اچھا گمان بھی ہوتا ہے حسنِ ظن بھی ہوتا ہے۔

س: اگر دماغ میں خیال خود پیدا نہیں ہوتا تو جو بُرے خیال پیدا ہوتے ہیں ان کی کیا کیٹیگری ہے۔ کیونکہ اگر کہا جائے بُرا خیال بھی خدا کی طرف سے ہے تو خدا کیسے بُری چیز نازل کرسکتا ہے؟

ڈاکٹر عبدالجلیل: دیکھیں آپ کو پروفیسر صاحب نے جو بات بتائی اس میں انہوں نے دو مثالیں بھی دی تھیں۔ میں پہلے وہ مثالیں دے دوں۔ میں ذرا بات گھما کے کرنے کا عادی ہوں۔ ڈی این اے کا آپ نے نام سنا ہوگا۔ یہ ایک بڑا پیچیدہ مالیکیول ہے اور ہمیں کئی دہائیاں لگ گئیں اس کو سمجھنے میں۔ چند ہی سال گزرے پتہ چلا کہ اس کا اصل کمپوزیشن کیا ہے۔ لیکن ابھی بھی بہت ساری ایسی گتھیاں ہیں جن کو ہم نہیں سلجھا سکے۔ لیکن آپ کو یہ سن کی حیرت ہوگی کہ اتنا کمپلیکس مالیکیول جس کو سٹڈی کرنے کے لیے different branches of science نے کام کیا۔ یہ صرف چار قسم کی اینٹوں پہ مشتمل ہے: Adenine, Guanine, Cytosnine, Thymine. یہ چار نیوکلک ایسڈز ہیں جس کو مختلف ترتیب سے فاسفیٹ اور شوگر میں باندھا ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ جیسی پیچیدہ شکلیں وجود میں آئیں۔ Homosapien وجود میں آیا۔ اسی طرح ''خیال'' کی جو بنیادی ساخت ہے وہ یہی ہے کہ آپ کو ایک محرک ملتا ہے۔ محرک کے مقابلے میں ایک ردعمل ہوتا ہے اور جوں جوں زندگی نے ترقی کی ردعمل اور سٹیمولس کے receive کرنے کے درمیان ایک پروٹوبرین وجود میں آیا۔ اور وہ پروٹوبرین بڑھتا بڑھتا ایک بہت بڑا دماغ بن گیا۔ آپ نے پوچھا وہ خیال آتے کہاں سے ہیں؟ وہ تو قرآن وضاحت کر چکا کہ ہم نے الہام کیا خیر۔ ہم نے الہام کیا شر۔ تو

یہ probabilities ہیں۔This is set of probabilities جس میں سے آپ نے choose کرنا ہے۔آپ کے ذمے صرف:" إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا " ہے۔یہ جو خیر اور شر ہے یہ packages ہیں۔یہ possibilities ہیں۔اب یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ آپ خیر اور شر کے معنی کیا لیتے ہیں؟کسی معاشرے میں شراب پینا شر ہے۔کسی میں نہ پینا ابنارمل ہے۔تو خیر اور شر کو چند حرکات اور چند اعمال تک محدود نہ کریں۔یہ سخاوتِ نفس ایک خیر ہے۔بخلِ نفس ایک شر ہے۔شاید یہ بہت سارے ظاہری اعمال سے بڑا گناہ ہے۔تو آپ کو خیر اور شر کی definition سمجھنا ہوگی۔پھر ان کا آپ کے سامنے آنا اور ان دو آپشن میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا صرف وہ آپ کے ذمے ہے۔اور وہ بھی توفیق کے ذریعے عطا ہوتا ہے۔ایسے بھی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ کہتا ہے کہ ہم ان کی آنکھوں پر دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں۔لیکن کن کے دلوں پر پردے ڈالتے ہیں؟ کہتا ہے اللہ نہیں گمراہ کرتا مگر ان ظالموں کو۔تو basically آپ کے ذمے صرف چوائس ہے۔توفیق تو آپ زبان سے طلب کر سکتے ہیں کہ آپ کو توفیق دے اللہ کہ آپ صحیح انتخاب کرسکیں۔باقی امکانات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔جوں جوں تہذیبیں ترقی کرتی ہیں امکانات کی شکلیں بدلتی جاتی ہیں۔اور وہ نئی نئی شکل میں سامنے آتی ہیں۔آج جو ہمارے پاس چوائسز ہیں' سو سال پہلے یہ نہیں تھیں۔تکنیک کے حوالے سے رویّوں کے حوالے سے،تہذیب کے حوالے سے۔

س: علم عقل سے ہے اور رزق نصیب سے' کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ رزق کے حصول میں عقل کا استعمال ضروری نہیں؟

ج: عرض یہ ہے کہ علم اللہ کے نزدیک چونکہ امانت ہے اور قرآن میں چونکہ اللہ کہتا ہے کہ میں خوب اچھی طرح دیکھ لیتا ہوں کہ علم کہاں رکھنا ہے۔دوسری بات یہ کہ علم کو misuse کرنے کے حوالے سے اللہ نے قرآنِ حکیم میں کوئی واضح اور سخت ترین مثال دی ہے تو وہ' یہ ہے کہ وہ عالم جو علم کو اپنے ذاتی اغراض کے لیے استعمال کرتا ہے' وہ اس کتے کی طرح ہے جس کی آدھی زبان اندر اور آدھی باہر ہے۔وہ ہوا سے بھی سیر نہیں ہوتا اور ہر وقت لپکتا رہتا ہے۔اب بات یہ ہے کہ علم کے بارے میں خدا اتنا سخت ہے کہ اس نے قرآن میں کہا کہ اگر میرے پیغمبر میرے میسج میں کوئی کوتاہی کریں گے تو میں ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کی گردن کاٹ دوں گا۔یعنی خدا اتنا

touchy ہے علم میں اور علم کی ترسیل کے بارے میں۔ رزق میں اس قسم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ رزق اچھے برے شر پسند خیر پسند' سارے لوگوں کو اپنے اپنے نصیب کے مطابق دیا جاتا ہے۔ وہ نصیب ہے جس چیز کو جانا جائے گا۔ علم تخصیص ہے اور ان معاملات میں خدا اپنے چوائسز استعمال کرتا ہے۔ یہ فرق ہوتا ہے۔

س: نبی کریم ﷺ یتیم کیوں پیدا ہوئے تھے؟

ج: السلام علیکم ورحمتہ اللہ: ''ویلکم بَک'': مجھے انداز میں مانچسٹر کا لہجہ زیادہ پسند ہے۔ ویسے ہم کہتے ہیں Welcome back۔ وہ کہتے ہیں ''ویلکم بَک''۔ مجھے وہ لہجہ زیادہ پسند ہے۔ اس میں تھوڑی سی جدت تو ہے ناں۔ typical انگریزی بول بول کے تو ویسے ہی بندہ بیزار ہو جاتا ہے۔

خواتین و حضرات! مسئلہ یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی بھی ہوں۔ حضرت آدمؑ ہوں یا سرکارِ دو عالم ﷺ ہوں۔ جو ہمارے یونیورسل مسائل ہوتے ہیں جو کسی بھی امت کے یونیورسل مسائل ہوتے ہیں۔ وہ ان کو شیئر کر رہے ہوتے ہیں۔ یعنی اگر آپ ان کو دیکھنا چاہو تو پیغمبرؑ نے فرمایا: کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے محبت بڑی ہے۔ فرمایا پھر بلا کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کا چوائس اُمتی نہیں لینا چاہتا۔ اُمتی رعایت لیتا ہے۔ اگر حضور گرامی مرتبت ﷺ کے لائف پیٹرن پہ جایا جائے..... میں یہ تو نہیں کہتا کہ سب رسول ہو جائیں گے' نہ اصحاب ہو جائیں گے مگر میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر ہم Prophet PBUH کے پیٹرن پہ جائیں گے تو ہم یقیناً مسلم سے مومن ضرور ہو جائیں گے۔ سب سے بڑا پرابلم یہ ہے کہ Prophet is not for the elite وہ چند خوش بختوں' خوش نصیبوں اور سرمایہ داروں یا intellectual کے لیے نہیں ہوتا۔ Prophet PBUH ہر طبقۂ خیال کے لیے ہوتا ہے۔ غریب کے لیے امیر کے لیے ہوتا ہے۔ جب یہ کہا جائے۔ حضور ﷺ کی حدیث quote کی جاتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ غریب مجھ سے ہیں یا غریب زیادہ مسلمان ہوں گے تو ہم اس کو derogatory کلمہ نہیں سمجھتے ہیں۔ On the contrary اگر آپ عام intellectual جملہ دیکھیں کہ All greatness is born out of the school of adversity. یا دوسرے ٹرمز میں Adversity is the school of all greatness کہ غربت تمام عظمت کا گہوارہ ہے' یعنی اگر ہم امراء کو بھی

lessonدیں۔ درمیان والوں کو بھی دیں' غریب کو بھی دیں تو جس قسم کے چیلنجز ایک غریب Face کر رہا ہے' جتنی مشکل سے وہ زندگی گزار رہا ہے اس کے اندر ایک بہت بڑے Original thought crisis and conflictپیدا ہونے کی امید ہے۔ اور اگر غریب اسconflictسے آگے نکل جائے تو وہ چھوٹے پائے کا بندہ نہیں رہ سکتا۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرﷺ کیوں یتیم پیدا ہوئے تو اس کے بہت سارے پہلو ہیں۔ نمبر ون: یتیم کا خیال یہ ہے کہ میری بے بسی کوئی نہیں feel کر سکتا۔ اس کا خیال یہ ہے جس کا ماں باپ شروع سے مر گیا ہو' اور وہ ایک بے آسرا Total nervous distortion میں پیدا ہونے والا بچہ۔ جس کو ماں نہیں ملی' یا باپ نہیں ملا۔ اس کا ذاتی خیال یہ ہوتا ہے کہ میرے جیسی بدنصیبی کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔Prophet PBUH کہتے ہیں نہیں I share your agony کہ میں تمہارے درد کو محسوس کرنے والا ہوں۔ مجھ پہ بھی یہ ساعت گزری ہے۔ میں بھی ایسا ہی ہوں جیسے تم۔ ایک شخص اُٹھ کے کہتا ہے یارسول اللہﷺ میں بہت غریب ہوں۔ آپﷺ کہتے ہیں نہیں I also share your poverty. یہ جو رسولِ آخری تھے ناں' یہ قریباً قریباً ان تمام Tragic chaotic conditions کو ان بدقسمتانہ پیٹرن آف لائف کو جو ہم سب شیئر کرتے ہیں اور ہمارا خیال ہوتا ہے کہ ہمارے احساسِ کرب کو غربت کو دکھ کو کوئی محسوس نہیں کرتا۔ آپ کاProphet pbuh سامنے کھڑا ہو کے کہتا ہے I feel because I have gone through it. مہاتما سدھارتا بدھا زندہ رہے مر گئے۔ مگر انہوں نے ایک لمحہ خوشی کا نہیں جیا۔ اگر میں چار باتوں میں ان کے اصولوں کو جمع کروں۔ تو چار اصول یہ ہیں:

''دکھا''۔ پہلا اصول ہے 'دکھا' The whole life is tragedy. پھر کہا ''اناتا'' We are a part of this universal chaos. ساری کائنات رنجیدہٴ خاطر ہے۔ ہم میں بھی کوئی رمق نہیں ہے۔ ''انیکا'' یعنی individually we are not different from any others. جب ساری کی ساری خستہ حالی اور بدقسمتی سے گزر بیٹھتے ہیں تو مہاتما کہتے ہیں ''نروانا''۔ ہماری نجات موت سے پہلے ہے ہی نہیں۔ اتنا عظیم شخص جس کو میں پرسنلی دل سے پسند کرتا ہوں' He was a great thinker انہوں نے ایک بات کہی۔ بارہ سال ہندو آرڈر میں تپسیا کرنے کے بعد جب آپ کی ٹوٹل خوراک بارہ دانے

چاول کے اور ایک گھونٹ دودھ کا رہ گیا۔ for years مہاتما اس خوراک پہ قائم رہے۔ بارہ دانے چاول کے اور ایک گھونٹ دودھ کا۔ ہندو آرڈر میں تپسیا کے بعد وہ اُٹھے اور انہوں نے ایک بڑی مشہور سٹیٹمنٹ دی کہ ''بدن کی اذیت میں نروان نہیں ہے''۔ بدن کو خواہ مخواہ کی اذیت دینے میں آپ کو کسی قسم کا مذہبی سکون نہیں ملتا۔

اب آپ غور کرو آپ کیا سوچتے ہو۔ ایک آدمی آپ کے پاس آتا ہے' فلاں شخص جی آٹھ مہینے سے چلّے میں ہے۔ To hell with him کیا فضول بات ہے۔ وہ پاگل ہے یا بڑا ہی کوئی کمینگی کا حامل ہے جو اپنے اس کسب سے اپنی اس کثرتِ عبادت سے لوگوں پر امپریشن ڈال رہا ہے اور انہیں اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہمارا فالٹ کیا ہے کہ ہم ''نارملیسی میں عقل کو تسلیم نہیں کرتے''۔ اب پھر رسول اللہ ﷺ کی زندگی پر غور کیجیے۔ باپ گئے' زندگی سے پہلے۔ جب ماں کو تھوڑا سا چاہا سیکھا' ماں گئی۔ پھر حضرت عبدالمطلب کے پاس آئے' وہ نہ رہے۔ حضرت ابوطالب کے گھر آئے۔ اتنی غربت تھی اس گھر میں' اتنی غربت تھی کہ شاید سانس لینا مشکل تھا۔ وہاں رہے۔ اس سارے دورانِ زندگی میں مَیں کریڈٹ دیتا ہوں کہ ان کی زندگی میں واحد آسائش کا لمحہ اس وقت شروع ہوا جب اُم المومنین خدیجہ الکبریٰ سے ان کی شادی ہوئی۔ وہ واحد لمحۂ فراغت تھا جو رسول اللہ ﷺ کو نصیب ہوا۔

مگر خواتین و حضرات! ایک بات ایمان سے آپ سے پوچھتا ہوں۔ اگر زندگی اتنی frustrated ہو' اتنی الناک ہو' جس میں آپ کے تیس چالیس سال ایسے گزر جائیں آپ معاشرے کو کیا میسج دو گے؟ This is a question. Think about it. It is not a session to talk. میں اس سوال کا آپ سے جواب مانگوں گا۔ اگر شروع سے آپ یتیم ہوں۔ کوئی سہارا نہیں۔ جو سہارا ہو وہ ٹوٹ جائے۔ ٹوٹل فرسٹریشن' total chaos' No hope, nothing at all آپ اس زندگی میں معاشرے کو کیا میسج دو گے؟ Nothing آپ ایک منتقم مزاج کے ساتھ اس معاشرے کا تیا پانچا تو کر سکتے ہیں مگر اس کے لیے اچھا نہیں سوچ سکتے۔ مگر واحسرتا' یہ کوئی عام آدمی نہیں تھا۔ یہ آپ کی طرح اُٹھے۔ آپ کی طرح بیٹھے۔ آپ کی طرح رنج و غم سہے اور کائنات کو سب سے بڑا درسِ محبت، امن سکون اور عافیت دیا۔ His choice was very very justified as a prophet

(pbuh) ہر پیغمبر اپنے زمانے کا Top intellectual ہوتا ہے۔ کیوں ہوتا ہے؟ فرض کرو میں بڑا intellectual ہوں‘ یا کئی اور بڑے intellectual ہیں۔ دو چار زمانے کی سنیں گے ناں‘ دو چار کھائیں گے۔ سارے خیال چھوڑ کے بھاگ جائیں گے۔ غامدی بھاگ گئے ناں۔ طاہر القادری بھاگ گئے ناں۔ یعنی آپ دیکھو کہ بڑے سے بڑا سکالر contradictory behaviour نہیں پسند کرتا۔ اپنے اوپر اعتراضات پسند نہیں کرتا۔ وہ obedience مانگتا ہے۔ description نہیں مانگتا۔ یہ سارے کے سارے اس Attitude کے مالک ہوتے ہیں۔ Hear me, obey me or get lost مگر حیرانی کی بات ہے کہ Prophet was not only intellectual of his time but also for all the time to come. اس لیے کہ جب تک اسلام نے رہنا ہے۔ جب تک مسلمان نے رہنا ہے۔ جیسے میں نے آپ کو ان چھوٹی بچیوں کی دعا بتائی تھی۔ آج بھی جب آپ لرنگ میں تحصیلِ عقل میں تحصیلِ کردار میں، اپنے motives inside or outside میں‘ آج بھی جب مجھے گائیڈینس کی تلاش ہوتی ہے اور میں جب دورِ حاضر کو بحران کا شکار پاتا ہوں۔ مڈل ایجز کو کنفیوژن کا شکار پاتا ہوں۔ تو میں آج بھی سرکارِ رسالت مآب کے دروازۂ علم پر حاضر ہوتا ہوں۔ آج بھی میری زندگی کے معتبر اسباق کا مرکز عقلِ رسول ﷺ ہے۔

خواتین و حضرات! ہمیں کس طرح پتہ لگتا ہے کہ رسول ﷺ کا All time intellect کیا ہے؟ یہ میں آپ کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ بات تو یتیم سے شروع ہوئی تھی۔ مگر یہ یتیم سارے ہی ماں باپ کے بیٹوں سے زیادہ مالدار ہے۔ تین باتیں آپ کو بتاتا ہوں‘ جو میں نے تاریخِ عالم میں کسی دانشور سے نہیں سنیں۔ نہ کسی نے اس قسم کے کسی آپشن کا اظہار کیا۔ نہ کسی نے کائنات کے بارے میں اس قسم کا پندرہ سو برس پہلے گمان پیش کیا۔ خیال پیش کیا۔ مگر محمد ﷺ صادق اور امین ہیں۔ جب انہوں نے فرمایا تو definitely صحیح فرمایا اور اس میں کسی قسم کی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ حضرت عقیل بن رزینؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اَیْنَ کَانَ رَبُّنا اَن یَخْلُق الخَلْق ؟ عرض کیا کہ کائنات تخلیق کرنے سے پہلے ہمارا اللہ کہاں تھا؟ کیا کر رہا تھا؟ یہ چھوٹا سوال ہے۔ دیکھیں ناں اس وقت بھی کسی متجسس ذہن نے وہ سوال کیا جو شاید آج ہمارے بچے بہت بڑا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا: اَیْنَ کَانَ رَبُّنا اَن یَخْلُق الخَلْق ۔ کہ اے پروردگار کے

رسول ﷺ کا ئنات تخلیق کرنے سے پہلے اللہ کیا کر رہا تھا؟ یہی سوال Top astrologist of today was asking the same question کہ what was happening one second before the big bang? سٹیفن ہاکنگ یہی سوال کر رہا ہے۔ بڑے سے بڑا دنیا کا جو کاسمولوجسٹ ہے' یہی سوال کر رہا ہے کہ: اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا اَن یَخلُق الخَلق۔ عقیل بن رزینؓ نے بھی یہی سوال کیا۔ فرمایا: ''کان فی غمام'' وہ بادلوں میں تھا۔ ''تحتہ' ھواء'' نیچے بھی ہوا تھی۔ ''و مافوقہٗ ھواء۔'' اوپر بھی ہوا تھی۔ جائیے most modern کتاب ہائے تفسیرِ سائنس پڑھ لیجیے They have no other ending. کیونکہ exactly this idea کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے بہت بڑے بڑے بادل تھے اور ان پہ ورک ہو رہا تھا۔ اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اگر ہاکنگ کہتا ہے کہ What was happening one second before ہم کہتے ہیں کہ اللہ کہتا ہے میں ہر روز نئی شان سے طلوع ہوتا تھا۔ پتہ نہیں کب کا طلوع تھا۔ کتنی کائناتیں بنا رہا تھا۔ کتنے زمین و آسمان مرتب کر چکا تھا۔ کتنی صدیاں غارت ہو چکی تھیں۔ کتنی immensity آچکی تھی۔ کتنی density پیچھے تھی۔ کچھ سمجھ نہیں آتی۔ مگر آپ اللہ کے رسول ﷺ کا علم دیکھتے ہو۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا علم ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس قسم کی علمیت آج سے تین سو سال پہلے بھی exist نہیں کر سکتی تھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ پندرہ سو برس پہلے محمد رسول اللہ ﷺ آپ کو اتنی بڑی کاسمالوجیکل خبر دے رہے ہیں۔

دوسری بات سن لیجیے۔ شاید آپ کا دل خوش ہو جائے۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے حضور ﷺ نے فرمایا ''ہو سکتا ہے اللہ دنیا کی عمر آدھا دن اور بڑھا دے۔'' Can you imagine this? پھر غور کرنا۔ فرمایا ''ہو سکتا ہے کہ اللہ دنیا کی عمر پانچ سو برس اور بڑھا دے۔'' کسی نے question کیا' یا رسول اللہ ﷺ آدھا دن کتنا؟ فرمایا: پانچ سو برس۔ کیا پتہ ہم انہی پانچ سو برس میں سے گزر رہے ہوں۔ پرانے اندازوں کے مطابق' حضرت دانیال کی پیشن گوئی کے مطابق' سارے پرانے پیغمبروں کے مطابق دنیا کی دو ہزار maximum life تھی۔ اب ہم ''چوہنگے'' سے گزر رہے ہیں۔ وہ آدھا دن جس کی اللہ کے رسول ﷺ نے پیش گوئی کی تھی۔ اگر دنیا میں کوئی اور شخص ہے ناں ایسا' جس کو آپ intellectual مانتے ہو۔ اگر وہ آپ کو یہ آپشن

دے دے ناں، پھر تھوڑا سا regard کریں گے اس کی عقل کا۔ ایسا کسی نے نہیں کہا۔ نہ کوئی کہہ سکتا ہے۔ وجہ پوچھو۔ بھئی آدھا دن، پانچ سو برس کے متعلق آپ کا خیال یہ ہے کہ کوئی simple سا question ہے۔ کیا صرف زمین نے extend ہونا ہے؟ دس پندرہ نسلوں نے گزرنا ہے۔ ان کے رزق کا بندوبست ہونا ہے۔ پانی کا بندوبست ہونا ہے۔ ان کی ایک ایک چیز کا حساب ہونا ہے۔ یعنی کتنی بڑی بات ہوگی کہ زندگی کی management میں پانچ سو برس add کر دیے جائیں۔ سوائے آپ کے رسول ﷺ کے کسی نے یہ بات نہیں کہی۔

تیسری بات سب سے دلچسپ ہے۔ جنت تو بہت بڑی ہے ناں۔ آپ کو پتہ نہیں کتنی بڑی ہے۔ اتنی بڑی ہے کہ بس سوچا ہی جا سکتا ہے۔ ایک چھوٹا سا اندازہ اللہ میاں نے دیا ہے کہ جنت کی چوڑائی زمین و آسمانوں کی لمبائی سے بھی زیادہ ہے۔ ابھی تک ویسے ہم زمینوں آسمانوں کی لمبائی ماپ نہیں سکے۔ فی الحال جنت کی چوڑائی ہمارے حساب میں نہیں آئی۔ خواتین و حضرات! فرمایا جب حساب کتاب ہو جائے گا۔ جب بندوں کا حساب کتاب ہو جائے گا اور یہ یاد رکھیے کہ ہم سب سے اوپر والی 'زمین' ہیں۔ ہمارے نیچے ہیں سات زمینیں۔ اور سات زمینوں کا حساب اس اوپر والی زمین پر ہوگا۔ یعنی اس وقت یہ عمل ہوگا، جب حساب ہوگا۔ پتہ نہیں ہم کتنے بلین ہیں اور ان زمینوں پہ کتنے بلین ہیں۔ جب یہ ٹوٹل حساب ہو جائے گا تو خدا کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر بھی جنت میں جگہ رہ جائے گی۔ مجھے پتہ ہے کیوں رہ جائے گی۔ وجہ سادی سی ہے۔ میں ادھر نظر مارتا ہوں تو مجھے آسمان پہ ایک گلیکسی نظر آتی تھی۔ تھوڑا سا، ذرا سا اوپر دیکھتا ہوں ادھر naked آنکھ سے نظر آتی تھی۔ اس کو ہم اینڈرومیڈا گلیکسی کہتے ہیں۔ اینڈرومیڈا گلیکسی میں خواتین و حضرات ایک کھرب ستارے ہیں۔ بھلا ہماری تعداد کتنی ہوگی اس وقت دنیا میں؟ سات ارب ہوگی۔ اگر ہم اللہ کو ایک request پیش کریں کہ جنت نہ دے اُدھر ڈر بڑا ہے۔ تُو ایسے کر دے کہ اینڈرومیڈا گلیکسی سے ہمیں گیارہ گیارہ بارہ بارہ ستارے دے دے۔ ایک فردِ واحد کو تھوڑے سے ستارے دے دے اور اتنی عقل دے دے کہ اپنی مرضی کے مطابق ٹھیک کر سکے۔ تو یہ سودا اچھا نہیں ہے؟ بجائے اس کے کہ جنت کی تلاش میں پاگل ہوتے پھریں۔ ایک دفعہ پتہ ہے آپ کو اقبالؒ کہتے ہیں اللہ نے مجھ سے ایک دفعہ پوچھا تھا:

گفتند جہانِ ما آیا تو می سعادت

یار یہ میرا جہاں تجھے اچھا لگتا ہے؟ اقبالؒ آگے سے سڑے بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا مجھے نہیں لگتا۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔ کہا:

گفتم کہ نمی سعادت

اقبالؒ نے جواب دیا نہیں اچھا لگتا۔ اللہ نے کہا' اچھا پھر:

گفتند کہ برہمدن

تباہ کر اس کو۔ نئی دنیا تخلیق کر۔

بات یہ ہے کہ اتنی بڑی جنت۔ اتنی بڑی کائنات۔ اتنا بڑا ہماری زندگی کا اختصار۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے' ہمارے ماں باپ ان پہ قربان۔ اتنی بڑی بات فرمائی۔ کہنے لگے کہ جب دنیا میں حساب کتاب ہو جائے گا، لوگ جنت اور دوزخ میں داخل کر دیے جائیں گے تو جنت میں پھر بھی جگہ بچے گی۔ پھر اللہ نئے لوگ پیدا کرے گا۔ نئے لوگ بسائے گا۔ نئے امتحان ہوں گے۔ پھر ایک نیا دور۔ یہ ایک probability ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے حضور ﷺ کے اس قولِ مبارک سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ زندگی ایک ایسا تسلسل ہے۔ زمین ایک ایسا تسلسل ہے۔ تخلیق ایک ایسا تسلسل ہے' امتحان ایک ایسا تسلسل ہے اور اس کا انجام ایک ایسا تسلسل ہے کہ جس کا کوئی پتہ نہیں ہے کہ جب تک ابدالآباد تک "مَـا دَامَـتِ السَّـمٰـوٰتُ وَالْأَرْضُ "{ھود:107} جب تک آسمان و زمین قائم رہیں گے۔ تواترِ حیات قائم رہے گا۔ اللہ کی سلیکشن جاری رہے گی۔ بندوں کا انتخاب جاری رہے گا۔ جنت پھر بھی نہیں بھری جائے گی۔ مگر ایسی بات کسی اور انسان نے نہیں کی۔ It's a unique intelligence۔ پھر آپ پوچھتے ہو اللہ کے رسول ﷺ کا علم کیا ہے؟ علمِ غیب کیا ہے؟ علمِ حاضر کیا ہے؟ دیکھو غیب کا ایک سادہ سا اصول ہے۔ غیب person to person vary کرتا ہے۔ غیب time to time vary کرتا ہے۔ It's relative, it's changing۔ ڈاکٹر عبدالجلیل صاحب بیٹھے ہیں۔ مجھے ان کے علم کا ذرا بھی نہیں پتہ۔ شاید سرے سے ہی نہیں پتہ۔ میرا گمان یہ ہے کہ ہے ہی نہیں۔ مگر ان کے حساب کے مطابق میں ان کے علوم کے بارے میں غیب میں ہوں۔ مجھے بھی چند چیزوں کا پتہ ہے۔ میں نے کہا "ڈاکٹر صاحب بدلا لے لاں گا کسے ویلے۔" (بدلہ لے لوں گا کسی وقت)۔ جب یہ میری فیلڈ میں آئیں گے یہ غیاب میں چلے جائیں گے۔ سادہ سی بات

ہے۔ ایک آدمی نے تین ہزار کتابیں پڑھیں' ایک نے پانچ ہزار پڑھیں' ایک نے دس ہزار پڑھیں۔ تین ہزار والے نے دعویٰ کیا کہ مجھے بڑا علم ہے۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ جب تین ہزار کتابیں ختم ہوئیں تو اس کی چھٹی ہوگئی۔ اب پانچ ہزار والے نے کہا میں تجھ سے زیادہ صاحبِ علم ہوں۔ مجھے غیب آتا ہے۔ وہ ختم ہوا تو دس ہزار والا شروع ہوگیا۔ یہ comparitive نالج ہے' versatile نالج ہے۔ ٹائم ٹو ٹائم نالج ہے۔

اب ذرا غور کرو کہ آپ اپنے Prophet PBUH کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ آپ کے Prophet PBUH کو اللہ نے 'اُمّی' کہا۔ اُمّی کا مطلب پتہ ہے کیا ہے؟ No information at all۔ کبھی بھی نہیں دی جائے گی۔ stimulus ہی کوئی نہیں ہے۔ ابھی میں نے آپ کو بتایا تھا کہ برین تو خارجی stimulus accept کرتا ہے۔ اللہ نے ہر قسم کی informatory stimulus پہ پابندی لگا دی۔ کیوں؟ کیونکہ اس مصدقہ شیڈول کا' کتاب کا' پارٹ آف لوحِ محفوظ کا نزول اس شخص پہ ہونا تھا' اس کو بالکل محفوظ کیا گیا کہ کوئی external انفارمیشن اس کے علم میں حائل نہ ہو۔ اس لیے وہ اُمّی کہلاتے ہیں۔ He only had one source of information and that was Almighty Allah. اب مجھے ایک بات بتاؤ کہ جس کی سورس کا جس کی انفارمیشن کا جس کے علم کا واحد سورس خود اللہ ہو' اس کے علم کو آپ question کرو گے؟ frankly telling you anybody who questions the knowledge of the Prophet PBUH he is not a Muslim at all. یہ کیا ہوا؟ آپ اپنے پیغمبر کے علم پر question کرتے ہو؟ کرو پھر مگر تم مسلمان نہیں رہ سکتے۔ مسلمان وہی ہے جس کو حاضر میں غیاب میں اپنے Prophet PBUH کے علم پر اعتماد ہو۔ کہ ہمیں اول و آخر انہوں نے خبر دی۔ ہمیں حوضِ کوثر کی خبر دی ناں۔ ہمیں جنت میں چلتے ہوئے لوگوں کی خبر دی۔ ہمیں آسمانوں کی خبر دی۔ اور کون سا علمِ غیب ہوتا ہے؟ آپ کا خیال ہے بکری گم ہو جائے تو علم غیب ہوتا ہے؟ غیب یہ تو نہیں ہے۔ غیب تو وہ ہے جس تک کوئی انسانی انفارمیشن نہیں پہنچی۔ غیب وہ ہے جس تک کوئی انسانی سورس آف انفارمیشن نہیں پہنچی۔ اگر آپ کو رسول ﷺ وہاں کی خبر دیتے ہیں تو اب کون سا غیب آپ جاننا چاہتے ہو۔ What is so funny about it اس لیے یہ

اعتماد رکھنا پڑتا ہے۔

میں ایک دفعہ غلطی سے امریکہ چلا گیا۔ وہاں کچھ لوگ تھے۔ انہوں نے میری بڑی پذیرائی کی۔ مختلف قسم کے مسلمان تھے۔ میں نے دیکھا شام کو flyers اڑ رہے ہیں۔ جہازوں سے فلائر پھینکے جا رہے ہیں۔ فلائرز میں یہ تھا کہ ایک نامور دانشور so-called پروفیسر احمد رفیق اختر فلاں مسجد میں تعلیمی اجلاس سے مخاطب ہوں گے۔ میں نے ان سے کہا یار! مجھے مسجدوں میں خطبے دینے کی کوئی شوق نہیں ہے۔ وہ اللہ کی جگہ ہے وہاں آرام سے اپنا کام کرو۔ نماز پڑھو چلتے بنو۔ انہوں نے کہا نہیں، ہمارے ہاں فیشن ہی یہی ہے۔ جب تقریر شروع ہوئی ناں، دو گروہ لڑ پڑے آپس میں۔ امام مسجد مصری تھے۔ وہ میرے پاس آ گئے۔ کہنے لگے پروفیسر صاحب! ایسی کوئی بات نہ کرنا۔ میں نے کہا کون سی بات؟ بولے فرقہ بندی کی۔ میں نے کہا فرقہ ہوگا تو بات کروں گا ناں۔ میرا تو فرقہ ہی کوئی نہیں۔ کہنے لگے نہیں لوگ آپ کے بارے میں کچھ کہتے ہیں۔ میں نے کہا کیا کہتے ہیں؟ لوگ کہتے ہیں آپ باطنی خبر رکھتے ہیں اور پروفیسر صاحب ہم لوگ غیب پہ یقین نہیں رکھتے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے نہ رکھو۔ میں نے کوئی فورس کیا ہے آپ کو۔ میں ایسی بات بھی نہیں کرتا۔ اگر کوئی خبر ہوگی تو میں سب کو بتا دوں گا۔ مجھے کون سا ہر روز صبح وشام (خبریں) ملتی رہتی ہیں۔ فکر نہ کرو۔ تقریر شروع ہوئی، جب تقریر شروع ہوئی تو ایک صاحب اٹھے، There is no Ghaib. سلفی تھے۔ انگلی اٹھا کے بولے There is no Ghaib. میں نے کہا کون سا غیب؟ وہ تنگ کرنے لگے مجھے۔ No, we don't believe in Ghaib میں نے کہا اچھا۔ میں نے کہا یہاں سے ایک آدمی چن لو۔ انہوں نے ایک آدمی چنا۔ میں نے کہا دو گواہ بھی چن لو، جو اس آدمی کو جانتے ہوں۔ وہ بھی انہوں نے چنے۔ اب مسجد بھری ہوئی تھی۔ پھر میں نے کہا I will talk about this gentleman. First ask him he knows me or not? اس نے کہا میں نے آج سے پہلے نہ سنا نہ دیکھا۔ خواتین و حضرات! میں نے آدھا گھنٹہ اس پہ گفتگو کی۔ funny بات یہ ہے کہ وہ گفتگو کرتے ہوئے اس طرح لگتا نہیں تھا۔ اس طرح لگتا نہیں تھا جیسے میں گفتگو کر رہا تھا۔ مگر جو آس پاس کے witness تھے وہ کہہ رہے تھے Yes this is true, yes this is true. اب اس کے پاس انکار کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ تو آدھے گھنٹے کے بعد اچانک وہ جو مخالفین تھے ان کی تو

بات چیت ختم ہوگئی۔ وہی مصری امام میرے پاس آئے کہنے لگے: My dear Prof. sb my dear brother don't issue this ghaib. People will fight with us. میں نے کہا اچھا تم رزق کماؤ۔ جب ہمیں اس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جب ہم اتنے جاہلانہ مذہبی رسم ورواج میں ہیں اور اتنے احمقانہ سوالات (کا جواب دینا پڑے تو ایسی صورتِ حال سے واسطہ پڑتا ہے)۔

اب دیکھیں کوئی کہتا ہے حضورﷺ نور ہیں یا بشر ہیں؟ میں نے کہا آدھا نور تو میں بھی ہوں۔ ظاہر ہے مجھ سے تو وہ بہتر ہی ہوں گے۔ وہ باقی کا بھی نور ہوں گے۔ اب وہ question بار بار کر رہا تھا۔ میں نے کہا یار آدھا نور تو میں بھی ہوں۔ کہو تو بتا دوں۔ میں نے کہا دیکھو یہ میرا ڈھیلا ہے آنکھ کا' جو چمک اس سے نکل رہی ہے وہ نور ہے۔ جو اس سے روشنی نکل رہی ہے وہ نور ہے۔ اس کو اور کیا کہو گے۔ دیکھو میری زبان یہ' وہ سب مادی ہیں۔ جو بات نکل رہی ہے وہ نور ہے۔ دیکھو میرا دل مادی وجود رکھتا ہے' جو اس سے emotion نکل رہا ہے وہ نور ہے۔ بھئی آدھے تو ہم بھی نور کے بنے ہوئے ہیں۔ تو پھر تم پیغمبرﷺ پہ یہ سوال کیوں رکھتے ہو۔

اب خواتین وحضرات آپ کو میں ذرا trace back کروں کہ یہ جہالت کہاں سے شروع ہوئی۔ یورپ میں دو فلسفیاتی گروپس میں تصادم شروع ہو گیا۔ تصادم یہ تھا کہ کرسچن چرچ والے گاڈ کو مانتے تھے' اور یہ کہ وہ نور ہے۔ جو مادیت پرست لوگ تھے' وہ کہتے تھے There is no God of light. اعتراض یہ تھا کہ if God is light, if God is energy اگر خدا نور ہے تو اس سے مادے کا اجراء کیسے ہو سکتا ہے؟ یعنی وہ اتنا رفعت والا ہے' اتنے ترفع والا ہے کہ اس سے مادی وجود نہیں نکل سکتے۔ اور اگر خدا مادہ ہے تو اس میں سے نور کیسے نکل سکتا ہے۔ خواتین وحضرات ایک سینچری یہ مسئلہ لٹکا رہا کہ خدا نور ہے کہ مادہ ہے۔ ایک سینچری کے بعد آئن سٹائن نے $E=mc^2$ میں اس مسئلے کو ختم کر دیا۔ اس نے مختصراً یہ کہا کہ Energy is convertable to matter and vice versa is true. اگر بہت تیز ولاسٹی سے مادے کو گزارا جائے تو مادہ نور میں تبدیل ہو جائے گا۔ جھگڑا ختم ہو گیا یورپ والوں کا۔ ہمارا شروع ہو گیا۔ ان کا ختم ہو گیا۔ ان کے ایک سائنسدان نے ان کی مشکل حل کر دی۔ ادھر ہم نے اللہ سے بات ہٹا کے حضورﷺ پہ ڈال دی۔ یہ ہماری following کا اور نالائقی کا انتہائی

واضح ثبوت ہے کہ ہم نے اس مسئلے کو جو یورپ میں جاری تھا خدا کے نام پر اسی مسئلے کو اٹھا کے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے نام پہ ڈال دیا۔

ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے ایک بزرگ تھے ٹی وی پہ بڑے معتبر۔ ایک لمبی لائن عقیدت مندوں کی لگی ہوئی تھی۔ آپ فرمارہے تھے، تھوڑا تھوڑا کرسی سے اُچھل بھی رہے تھے۔ آپ فرمارہے تھے کہ تمہیں پتہ ہے سورج زمین کے گرد کیوں چکر لگاتا ہے؟ ان سے زیادہ لوگ ابھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر میں آپ سے کہوں تو آپ کیا feel کروگے؟ کیا آپ سارے آگہی کے بغیر ہو؟ کیا آپ سب کو کوئی علم نہیں؟ If one literate boy could raise his hand and could have asked him کیا سورج زمین کے گرد چکر لگاتا ہے؟ اس کا جواب کیا ہوگا 'anybody can voluntarily rise' آپ کہیں گے نہیں لگاتا۔ زمین سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔

خواتین وحضرات! موصوف فرمارہے تھے پتہ ہے سورج زمین کے گرد کیوں چکر لگاتا ہے۔ اس لیے کہ زمین پہ روضۂ رسول ﷺ ہے۔ جب ایسا علم ہوگا تو پھر اُمت کے زوال میں کوئی شک نہیں ہے۔ مگر ہوا کیا؟ اس سے ایک سوال کسی نے نہیں پوچھا کہ جب روضۂ رسول ﷺ نہیں تھا تب سورج کیوں چکر لگاتا تھا؟ ہیں جی۔ اس سے یہ کسی نے نہیں پوچھا۔ اول تو کسی نے یہ نہیں کہا کہ اے بزرگوار! اے جناب ساداتِ قلبی! آپ غلط فرمارہے ہو۔ اتنا بڑا انفاق نہ کرو۔ ہمارا بچہ بچہ بھی جانتا ہے۔ کسی ایک آدمی نے اُٹھ کے نہیں کہا بھئی آخر سورج زمین کے گرد تو دو چار ارب سال سے لگا رہا ہے۔ اب کیا تخصیص پیدا ہوگئی کہ روضۂ رسول ﷺ کے لیے چکر لگائے؟ یہ in fact اللہ کے رسول ﷺ کی عزت نہیں ہے۔ in fact جب آپ اس قسم کی تعریف کروگے اور آپ باقی خلائق میں جاؤ گے تو آپ کی رسوائی ہوگی اور آپ کی رسوائی کو منسوب کیا جائے گا معاذ اللہ، استغفر اللہ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔ امام ابن سیرینؒ کا قول ہے اور میری درخواست ہے کہ اس قول پہ آپ غور کریں۔ فرماتے ہیں کہ مذہب ایک سیریس بات ہے، خوب اچھی طرح دیکھ لیا کرو کہ کہاں سے لیتے ہیں۔ ایک صاحب تصوف میں رومی کو آقا سمجھتے ہیں۔ سرمد کو سمجھتے ہیں۔ حلاج کو سمجھتے ہیں۔ مگر اگر آپ کے پاس علم ہو اور آپ ان لوگوں کو غور سے پڑھیں۔ تو میرا خیال یہ ہے کہ آپ کو پتہ لگے گا کہ بہت ساری غلط فہمیوں کے نتیجے میں آپ ان کو saints کہتے

ہیں۔intellectual ضرور تھے۔ دانا ضرور تھے۔ اور تو اور آپ علامہ صاحب کو دیکھ لیجیے کہ:

پیرِ رومی را رفیقِ راہ ساز
تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

نہ جاننے کی یہ سزا ملتی ہے' نہ جاننے کی۔ اگر آپ کا دل نرم ہو جائے colloquial ہو جائے علم کے معاملے میں' اگر آپ کو اپنی مرضی کی بات مل جائے تو آپ اس کو مانتے ہو۔ خواتین ہوں یا حضرات جب آپ کو بتایا جائے یہ اللہ کا آرڈر ہے۔ آپ کہتے ہیں وہ تو مجھے پتہ نہیں۔ جو میرے بارے میں آڈر ہے' وہ مجھے پتہ ہے۔ وہ repeat کرتے ہیں۔ یعنی ہر آدمی خدائی احکامات کو اور رسول ﷺ کے ارشادات کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ کوئی اُٹھ کے نہیں کہتا' کوئی بندہ اُٹھ کے نہیں کہتا کہ جناب! یہ اللہ کا حکم ہے۔ میں اس کی خاطر اپنی ضد اپنی انا اپنی خواہش ترک کر دیتا ہوں۔ "وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى" {النازعات:40} I hope' انشاء اللہ تعالیٰ' اللہ آپ کو توفیق دے گا۔ آپ کے انجام بھی بہتر فرمائے گا۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ خدا آپ کو برکت دے گا۔ علم کے ساتھ آپ کو آپ کے بچوں کو' آنے والی نسلوں کو اور You will be the leaders of the Muslim world انشاء اللہ تعالیٰ العزیز۔

س: پروفیسر صاحب آپ ہر لیکچر سے پہلے ایک دعا پڑھتے ہیں۔ اس میں "سلطانِ نصیر" کا لفظ آتا ہے۔ "سلطانِ نصیر" سے کیا مراد ہے؟

ج: secrets تو نہیں ناں بتاتے۔ (قہقہہ) یہ تو trade secret ہے۔ اصل میں شروع شروع میں مَیں نے اللہ سے request کی کہ I will not teach for You اتو جیسے مرضی نہیں تھی' ارادہ ایسا نہیں تھا۔ میں نے کہا یا اللہ! میں یہ ذمہ داری نہیں اُٹھا سکتا' frankly۔ میں یہ تعلیم نہیں دے سکتا۔ تو پھر اس پہ اللہ نے وہ سختی کی مجھ پہ مال و اسباب میں کہ پڑھاتا ہے کہ نہیں؟ آخر مجبور ہو کے میں نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔ کسی نے پوچھا یار آپ نے گورنمنٹ کی نوکری کھڑے کھڑے چھوڑ دی' دوسری مل کوئی نہیں رہی اب۔ اب کیوں پریشان ہو؟ میں نے کہا پریشان نہیں ہوں' سودا کر رہا ہوں۔ ٹیلنٹ کا سودا کر رہا ہوں۔ گورنمنٹ نہیں لیتی' نہ لے' میں اپنے ٹیلنٹ کا سودا اب اللہ سے کر رہا ہوں۔ کہنے لگے کیوں؟ میں نے کہا یار

اٹھارہ سال گورنمنٹ کو serve کیا۔ آپ کو اتفاقاً پتہ ہونا چاہیے کہ اٹھارہ سال میں مجھے ایک increment بھی نہیں ملی۔ (قہقہہ) مگر I am not sorry for this. Finally I made a decision, I will no more teach english language and literature. میں نے فیصلہ کیا کہ کیا میں مردودسی زبان پڑھائے جارہا ہوں۔ اوپر سے اس انگریزی میں بھی ایک بحران آ گیا۔ کوئی اچھا سوال ہی نہیں آتا تھا۔

ایک دفعہ میں نے پورا لیکچر دیا۔ اور سب کو سمجھانے کے بعد ایک آدمی مجھے پوچھتا ہے: یہ کیتھارسس کیا لفظ استعمال کیا آپ نے؟ میں نے کہا اچھا وہی جو ہیر رانجھے والی سٹوری ہے۔ جب آپ پوسٹ گریجویٹ کلاسز کو لیکچر دیں اور اختتام میں کوئی طالبعلم ایسا ناپختہ سوال پوچھے تو دکھ ہوتا ہے۔ میں نے سوچا یہ نوکری چھوڑتے ہیں۔ کسی نے پوچھا آپ نے سرکاری جاب کیوں چھوڑی ہے؟ میں نے کہا بات یہ ہے یار گورنمنٹ کی نوکری کر کے دیکھ لی ہے۔ بھوکا ہی مارا ہے اس کمبخت نے۔ اب میرا خیال ہے میں اللہ کی نوکری کروں گا He is a good pay master. یہ میرا شروع سے یقین تھا۔ He is a good pay master۔ الحمد للہ اس نے میرا' اس کی ذات پہ گمان سچا کیا۔ He is definitely a very good pay master. اب آپ سنیں۔ جب یہ معاہدہ ہو گیا۔ تنخواہ داری طے ہو گئی۔ آپ کو پتہ ہے باقاعدہ appointment letter آ گیا۔ یہ میں نے نہیں دیا' appointment letter'۔ میری بات سے کوئی غلط گمان نہ لینا۔

ہوا یہ کہ ایک دن میرے والد صاحب آ گئے۔ میری والد صاحب سے بنتی بھی نہیں تھی۔ ہمارا روز کا جھگڑا پڑا ہوتا تھا کہ ''تُو اتنی معزز نوکری چھوڑ کے آ گیا ہے۔ اب تو جیسے تُو پرنسپل ہو جائے گا۔'' میں نے کہا جی میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ آپ نے دو وقت کی روٹی نہیں دینی تو میں مانگ کے کھا لوں گا۔ واپس میں نے نہیں جانا۔ اسی طرح جھگڑا چلتا رہا۔ ایک دن مجھے کہنے لگے یار ٹھیک ہے تُو نے جو کرنا ہے کر۔ میں نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ میرے لیے تو جیسے یہ روزِ قیامت تھا۔ آفتاب رخِ مغرب سے طلوع ہو رہا تھا۔ میرے والد صاحب بہت سخت تھے' اللہ ان کو غریقِ جنت فرمائے۔ اصولی تھے مگر بڑے ہی سخت اصولی تھے۔ سختی آ جائے تو اصول میں نرمی نہیں رہتی۔ مجھے کہنے لگے یار بات سنو! رات مجھے کسی نے letter دیا ہے پروفیسر صاحب کو دے

دینا۔ کہتے ہیں میں نے ویسے ہی اتفاقاً letter کھول کے پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا یہ اب صرف قرآن پڑھائے گا۔ یقین کرو میں نے خواب پہ اعتبار نہیں کیا۔ میں نے شکر کیا میری باپ سے جان چھوٹی (قہقہہ)۔ کیونکہ میں روز کے clash سے تنگ تھا۔ میں نے کہا الحمدللہ چلو والد صاحب ہن تے نئیں ناں کوئی اختلاف رہیا نوکری چھڈن تے۔ (اب تو کوئی اختلاف نہیں رہاناں نوکری کے چھوڑنے پہ)۔ او ہناں نے کہیا کوئی نئیں رہیا۔ (انہوں نے کہا کوئی اختلاف نہیں رہا)۔ اب دیکھو جب خدا سے بات چیت طے ہو گئی ناں تو میں نے اس پہ ایک شرط رکھ دی۔ بندہ بھی کبھی کبھی کر ہی لیتا ہے شرط ورط۔ میں نے کہا اے پروردگار! تیری خاطر میری زبان سے کوئی غلط لفظ نہ نکلے۔ میں اپنے ساتھ رحم نہیں کروں گا۔ I will presente You the way You want me to present You. مگر آپ کا وعدہ یہ ہے کہ When I talk then no body else should talk. اگر آپ اس آیت کو دیکھو پھر! "رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا" {الاسراء:80} کہ سچ کے سوا میری زبان سے کچھ نکلے نہیں' تیری خاطر۔ باقی تو میں جھوٹ شوٹ بول لیتا ہوں کہیں کہیں۔ Not in knowledge, not in the dispersing of knowledge. Not in whatever I know. اس میں کوئی گھپلا میں نہیں کرتا' pure desi ghee سچا دودھ۔ تو میں نے اس سے کہا ایک مجھ پہ مہربانی کرنا' اگر ایسا ہو جائے I will put forward my argument for You. I will put my entire pressure for You. تو بھی ایک عنایت کرنا کہ پھر اس کے بعد مجھ پہ غالب نہ آئے کوئی۔ یہ جو آخری حصہ ہے ناں جی' اس کا مطلب یہی ہے کہ مجھے ''سلطانِ نصیر'' عطا فرمانا۔ basically ''سلطانِ نصیر'' کا مطلب ہے top argument, power سلطان قوت کا نام ہے۔ آپ کو یاد ہوگا قرآن میں اللہ نے فرمایا کہ تم اَقْطَارِ السَّمٰوٰت سے نکل نہیں سکتے: ''اِلَّا بِسُلْطٰن'' مگر ایک شخص ان زمین و آسمان سے گزرا ہے اور وہ ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔ مگر ان کے ساتھ سلطان کا مطلب اللہ ہے۔ So whenever we talk, whenever we deliver, we expect that may Allah support us and then we don't feel defeated. No

shyness, nothing at all. And may Allah support us all.اور ہمیں سچائی میں اللہ ''سلطانِ نصیر'' عطا فرمائے۔

س: سوچ پہلے آتی ہے یا چاہ؟ ''وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ'' کی آیت کے حوالے سے؟

ڈاکٹر عبدالجلیل: پتہ نہیں یہ مصرع relevant ہے کہ نہیں۔ کہ

عشق اول در دلِ معشوق پیدا می شود

سوچ یقیناً پہلے آتی ہے اور اس کے بعد خواہش پیدا ہوتی ہے۔ خواہش سے پہلے تو سوچ کا پیدا ہونا میرے خیال میں محال ہے۔ (مائیک بڑھاتے ہوئے) اگر استاد اس پہ کچھ کہنا چاہیں......؟

پروفیسر احمد رفیق اختر: ابھی جو لیکچر دیا تھا کہ جب تک سٹیمولس نہیں ہوگا you are dead. دیکھو میں سخت لفظ استعمال کر رہا ہوں۔ جب تک سٹیمولس پیدا نہیں ہوگا you are dead. یہ آپ کو سوچنا ہے کہ اگر سٹیمولس کو آپ رسپانس نہیں دو گے تو practically you are dead. سو باہر سے ایک سٹیمولس آتا ہے۔ وہ سٹیمولس کو interpret کرنے کے لیے آپ اپنے پرانے برین کو بھیج دیتے ہو جہاں سو بلین سیلز کا نیٹ ورک ہے۔ وہاں جا کے اس سٹیمولس کی وجہ سے آپ میں خواہش و خیال کا امتزاج پیدا ہوتا ہے۔ وہیں آپ کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کریم جب یہ کہتے ہیں: "وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ" {التکویر: 29} تو اس کا مقصد یہی ہے کہ میرے پاس ان ساری چیزوں کے پیدا ہونے کا basic کنٹرول ہے۔ وہ جو میں نے آپ سے کہا: "مَا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا" {سورۃ ھود: 56} کہ بنیادی کنٹرول جو ہے ان ساری تخلیقات کا میرے پاس ہے۔ چاہے وہ خیال ہو چاہے وہ بچہ ہو چاہے وہ بوڑھا ہو چاہے موت ہو زندگی ہو یا حالاتِ کسب ہوں ان کا بنیادی کنٹرول میرے پاس ہے۔

س: مونٹریال کینیڈا سے ہماری بہن نے سوال بھیجا ہے **While brain is being remotely controlled, how does a man can act against Nafs?**

ج: similarly جیسے دوسری آیت میں مَیں نے آپ کو حل پیش کیا تھا۔ We have to

when it is الہام' جیسے اللہ کہتا ہے کہ train ourselves to choose. مسلسل آپ کے اذہان پہ خیالِ خیر بھی اور خیالِ شر بھی الہام کر رہا ہے۔ continuous In the both conditions when you are facing a choice, if you make a practice to choose the better. تو پھر اس کے بعد اب دوسری طرف کے خیالات ہوں گے ہی نفس کے خیالات۔ آپ ان کو eliminate کرتے جاؤ گے۔ آپ چاہتے ہو آپ کو الہام ہو؟ آپ چاہتے ہو آپ صوفی ہو جائیں؟ آپ کو خدا کی باتیں سمجھ آئیں؟ تو rule دیکھ لیجیے۔ rule یہی ہے:"فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا O قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا "{ سورة الشمس :9-8} اگر آپ کوشش سے خیالِ شر و فساد کو reject کرتے جائیں۔ اگر آپ negativity reject کرتے جائیں ہولے ہولے Average will move towards positive. آپ کے الہامِ شر ختم ہو جائیں گے اور آپ کے الہامِ خیر بڑھتے جائیں گے۔ There will be a stage پرفیکشن (perfection) نہ بھی ہو تو اگر آپ کے منہ سے دس باتیں نکلتی ہیں تو نو الہامِ خیر کی ہوں گی۔ ہولے ہولے آپ اللہ کے فضل و کرم سے اصولی طور پر بہت بڑی الہامی قوتوں کے مالک ہو جاؤ گے۔ آسان ہے صوفی بننا' مگر اتنا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ ٹریجڈی یہ ہے اتنا بھی کوئی نہیں ہوتا۔

س: اگر عقل مخلوق ہے اور اس کا مسکن دماغ کے خلیے ہیں تو پھر کیا اس کی تقسیم مساوی ہوئی ہے؟ یا عقل کیسے بانٹی جا سکتی ہے؟

ج: well اس میں تقسیم جو ہے یہ استطاعت کے اوپر ہے۔ درجاتِ انسان بناتے ہوئے خداوندِ کریم نے تعلیم میں بانٹا' فیس میں بانٹا' شکل و صورت میں Even the best of the communist can not create a classless in human nature, features or human mind. دنیا کا کوئی ایسا سسٹم نہیں ہے کہ جہاں ہم غریب اور امیر کی عزت کو برابر کر سکتے ہیں۔ درجات برابر نہیں کر سکتے۔ سو جب عقل بانٹی جا رہی تھی یا عطا کی جا رہی تھی۔ تو اس کے اندازے کے مطابق جس سے ہلکا سوال ہونا تھا اس کو ہلکی عقل عطا کی گئی۔ جس سے بڑے سوال ہونے تھے اسے بڑی عقل عطا کی گئی۔ بلکہ جو زیادہ پڑھا لکھا ہے اس سے حساب تھوڑا سخت ہو گا۔ because He knows اللہ کے

نزدیک ignorance is a blessing آپ عذر کر سکتے ہو اللہ میں جانتا نہیں تھا۔ برٹش قانون میں نہیں کر سکتے۔ ادھر کہا جاتا ہے. ignorance of law is no excuse اللہ کے قانون میں کہا جاتا ہے ignorance is considerably an excuse. پھر جب دونوں basis میں ایک کم عقل خدا کے حضور جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں He does not know so much. اگر یہ simple جواب دے دے ناں تو He is free. اس کے پاس ایک پڑھا لکھا آدمی جاتا ہے۔ بڑا دانشور وہ انٹیلکچوئل بنا ہوا ہے زمانے کا۔ اس سے تھوڑا سا سوال پوچھا جاتا ہے۔ تھوڑے سے کڑے امتحانوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اسی طرح ہے جیسے دنیا میں چھوٹی ڈگری اور بڑی ڈگری کا امتحان ہے۔ کوئی پی۔ ایچ۔ ڈی تک جائے تو اسے سال بھر تھیسز تو لکھنا پڑتا ہے ناں۔

س: **If the mind is just a receiver. How man can get to God by living in an environment where there is no such an external stimulus?**

ج: سب سے بڑا اسٹیمولس بذاتِ خود شیطان اس کی کاروائی اور اس کے لوگ ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا اسٹیمولس شر ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا مسلمان اندلس سپین پورا فتح کر کے فرانس کے بارڈر میں داخل ہو گئے۔ ایک قصبہ ہے تورون جہاں امیر عبدالرحمان الغافقیؒ نے رات کو وفات پائی اور مسلم لشکر ہالٹ ہو گیا، رک گیا۔ دوسری طرف دیکھو محمد بن قاسم ثقفیؒ جب آگے بڑھے ہندوستان، دیبل تک فتح کرتے ہوئے پہنچے اور suddenly a shocking incident happened. He was brought back and killed. تیسری طرف دیکھو۔ قتیبہ بن مسلم باہلیؒ لشکر لے کے چائنہ گھسے، سنکیان فتح کیا۔ آگے جا رہے تھے اور ایک major historical upset ہوا۔ He was brought back and killed. یہ تین آپ سامنے رکھو۔ ایک سوال اٹھتا ہے کہ اگر امیر سلیمان بن عبد الملک نہ آتا۔ امیر عبدالعزیز اگر ایک سال اور خلیفہ رہتے، تو سارا فرانس مسلمان ہوتا۔ سارا یورپ مسلمان ہوتا۔ آج یورپی مورخ یہ کہتے ہیں کہ اگر امیر عبدالرحمٰن الغافقیؒ وہاں وفات نہ پاتے تو آج یورپ کے کلیساؤں میں بجائے گھنٹیاں بجنے کے اذانوں کی صدائیں سنائی دیتیں۔ اگر محمد بن

قاسمؒ جس کو ہندوؤں نے دیوتا سمجھ کے چاہا' اگر وہ آگے بڑھتا رہتا آج آپ کے پورے ہندوستان میں کوئی غیر مسلم نہ رہتا۔ اگر قتیبہ بن مسلم باہلیؒ سنکیان کی فتح کے بعد نہ روکے جاتے آج پورا چائنہ مسلمان ہوتا۔ کیوں روکا گیا؟ اس لیے روکا گیا کہ:

چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

جو پھول کھلے ہوئے ہیں ناں یہ بہار کی ہوا کا زنگ ہے۔ بہار کی ہوا کتنی نرم خوبصورت ہوتی ہے۔ مگر کھلتا کیا ہے؟ پھول۔ آپ پھول کو حسین کہتے ہو ناں۔ شاعر کہتا ہے نہیں۔ یہ اصل میں اتنی نازک delicate ہوا کا اثر ہے جو زنگار بن کے پھولوں میں چمکا ہے۔ اسلام اتنا خوبصورت اتنا شاندار religion ہے۔ اس کے لیے ہر صورت کفر چاہیے۔ اگر آپ کو عظمتِ محمد ﷺ چاہیے' آپ کو ابو جہل بھی چاہیے۔ اگر آپ کو آئینے میں شکل دیکھنی ہے' پیچھے زنگار لگانا پڑے گا تا کہ visibility زیادہ ہو۔ اگر آپ سیانے ہو تو آپ اس زنگار کے خلاف جاؤ گے۔ یہی آیت جو میں نے کہی: "وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى" {النازعات:40} اگر آپ دل سے خدا طلب کرتے ہو What you need is not change. What you need is a الہامِ خیر وشر نہیں چاہیے آپ کو particle of sincerity for God. ایک شمہ برابر تصورِ خدا۔ ایک ذرا سی محبت' جس نے دل سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اللہ نے اس پہ دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ جس کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا اور اس کے گال سے لڑھک آیا اور وہ مکھی کے سر کے برابر ہو' خدا نے اس پہ دوزخ مطلقاً حرام کر دی۔ سوچتے ہو آپ؟ اس لیے وہ ایک particle خدا کے لیے کافی ہے۔ پھر وہ خود بخود آپ کو الہاماتِ خیر کی تعلیم بھی دے گا۔ تلقین بھی کرے گا۔ ہمت بھی بڑھائے گا۔ توفیق بھی دے گا اور آپ ہر اس عمل کے شائق ہو جائیں گے .love's labour is sweet جب آپ خدا سے محبت کرو گے تو پھر اس کی محبت میں اس کی طرف سے دی ہوئی مشکل آسان لگے گی۔ You know it, all of you young people know it more. کہ محبت کا کیا مطلب ہوتا ہے' اس کی مشقت کیا ہوتی ہے اور ہم کس خوشی سے سرانجام دیتے ہیں۔

س: کیا نبی کریم ﷺ خود سوچتے تھے۔ اگر سوچتے تھے تو کیا سوچتے تھے؟

ج: خواتین و حضرات! ایک total controlled personality میں ہم یہ فرق

نہیں کر سکتے۔Prophet PBUH کے بارے میں اللہ نے قرآن میں ایک قسم کھائی ہے' جو کسی اور پیغمبر کے بارے میں نہیں کھائی: "لَعَمْرُکَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ" {الحجر:72}اے پیغمبر تیری عمرِ مقدس کی قسم۔اب اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے۔جس کا ایک ایک لمحہ' حیات اللہ کے نزدیک معزز ہو، محترم ہو' جس کی عمر کی اللہ قسم کھارہا ہے' اس میں غیریتِ فکر وکمالِ عمل نہیں ہوسکتا۔اس لیے اس پراسس کو speciality کہتے ہیں۔جیسے relativity آئی تو سپیشل ریلی ٹیویٹی آگئی۔ جیسے ہم جنرل کنڈکٹ بیان کررہے ہیں۔ میں نے پہلے کہا تھا کہ Prophets are total controlled. remote لوگ ہیں۔ہم controlled ہیں۔ وہ total controlled ہیں۔ان کی مثال ہم میں سے نہیں دی جا سکتی۔

س: آپ نے فرمایا رزق ہر کسی کو ملتا ہے بغیر چوائس کے' مگر علم میں اللہ پاک چوائس کرتا ہے تو پھر انسان کی چوائس کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی چوائس بننے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

ج: آپ کو دعائیں دی ہیں اس نے' آرزو تو کرو۔آپ آرزو ہی نہیں کرتے۔وہ کہتا ہے: ''قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا'' کہو اے اللہ! مجھے علم عطا فرما۔آپ مانگو گے تو تب ناں۔ دیکھو: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ" {فاطر:15} پہلے تو یہ اصول یاد رکھو کہ خدا دینے والا غنی ہے' جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللّٰه مُعْطِي و اَنا القاسم'' وہ غنی ہے' وہ مال والا ہے' میں بانٹنے والا ہوں۔اسی طرح خدا ہر صورت غناء کا مالک ہے۔''اللّٰہ معطی و انا القاسم'' یعنی سورس اللہ ہے۔آگے سے مانگنے والا اس سے کچھ مانگتا ہے۔جب آپ تناؤ میں ہوگے' متکبرین میں ہوگے' ریاکارین میں ہوگے' جہلاء میں سے ہوگے' تو آپ کہو گے میں دعا نہیں مانگتا۔میں نماز پڑھتا رہتا ہوں' اللہ خود ہی پوری کردے گا۔جب وہ پسند کرتا ہے کہ مجھ سے مانگو۔جب وہ چاہتا ہے کہ لوگ آرزو کریں' گڑگڑائیں' مانگیں۔دیکھو اس نے قرآن میں کہا: " لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لاَ يَسْتَطِيعُونَ ضَرْباً فِي الأَرْضِ " ان میں استطاعت بھی نہیں ہوتی۔ وہ مانگتے بھی ہیں تو منہ سے نہیں کہتے۔وہ کہتے ہیں یہ اتنے شریف لوگ ہیں جن کو دوسرے امیر سمجھتے ہیں۔مگر اصل میں کیا ہوتا ہے؟" تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا "{البقرہ:273} یہ لپٹ کے نہیں مانگتے۔جس اللہ کو یہ

پتہ ہے کہ شریف لوگ لپٹ کے نہیں مانگتے' اس سے مانگنے میں کیا شرم ہے۔ مانگا کرو سکون سے آرام سے۔ اس کو تنگ کیا کرو بار بار۔ دیکھو حاتم طائی بڑا مشہور تھا سخاوت میں۔ بڑا شہرہ' بڑے نعرے۔ ایک دن بادشاہ کو بڑی چڑ آئی کہ دیکھو یہ چھوٹا سا صحرائی آدمی ہے اور اس کی سارے زمانے میں شہرت ہے۔ ہم بھی بڑی خیرات کرتے ہیں تو یہ کیا چکر ہے؟ تو اس نے کہا ایک بارہ دری بناؤ جس کے چالیس دروازے ہوں۔ بادشاہ نے کہا ان چالیس دروازوں میں سے خیرات مانگنے والے آئیں اور میں ان کو خیرات دوں گا اور اس طرح میں حاتم کو خیرات میں شکست دوں گا۔ بارہ دری تعمیر ہوگئی۔ بادشاہ اس میں جلوہ افروز ہوا۔ ایک فقیر ذرا زیادہ کائیاں تھا۔ ایک دروازے سے آیا۔ دوسرے سے آیا۔ تیسرے پہ بادشاہ نے پہچان لیا مگر پھر بھی خیرات دی۔ جب ساتویں سے آیا تو اسے کہا: او بے وقوف! او گدھے! تو کیسا پروفیشنل ہے بار بار مجھ سے خیرات لیتا ہے۔ فقیر جواباً کہتا ہے اسی بھرتے پہ تو حاتم کا جواب دینے نکلا تھا؟ اس بھرتے پہ؟ تجھے ساتویں مرتبہ یاد آ گیا کہ میں فقیر بار بار آنے والا ہوں۔ اب تو نے حاتم کا کیا جواب دینا ہے۔ آپ بھی آزمایا کرو کہ وہ جو بے انداز دروازے اس کے جود و سخا کے کھلے ہیں' وہ رحیم ہے۔ وہ اتنا بڑا رب ہے جس کے ذخائر کبھی کم نہیں ہوتے۔ آپ اسے بار بار تنگ کیا کرو۔ مگر شرط ایک ہے' اس کے سوا نہ کسی سے مانگنا۔

س: آپ نے دعا کا ذکر کیا ہے تو کیا بہتر عقل اور خیال کے لیے بھی کوئی دعا ہے؟

ج: ہاں جی۔ سب سے بڑی دعا ہے کہ: "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ" اے اللہ اس دل سے پناہ مانگتا ہوں جو تیری محبت کے زوال سے ڈرے نہ۔ اے اللہ! اس دل سے پناہ مانگتا ہوں جو تیری دُوری سے ڈرے نہ۔ "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِن نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ" اس نفس سے بھی توبہ کرتا ہوں' پناہ مانگتا ہوں جو کبھی سیر ہی نہیں ہوتا۔ اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ اور میں اس علم سے بھی پناہ مانگتا ہوں: "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِن عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ" کہ جس علم سے کسی کو فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر آپ نے منفعت بخش علم کی دعا مانگی ہے تو آپ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اس دعا کو اگر آپ باقاعدگی سے پڑھو گے تو انشاء اللہ بارآور ہوگی۔ اور سب سے آخر میں فرمایا دیکھو جب آپ دونوں کو جوڑ لو گے تو آپ کا اعتقاد مضبوط ترین ہو جائے گا۔ کہ: "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ دُعَاءٍ لَا یُسْمَعُ" اے اللہ! اس

دعا سے پرہیز دے جوتو نہ سنے۔ختم ہوگئی ناں بات۔جب آپ یہ کہتے ہو کہ اے اللہ مجھ سے وہ دعا نہ کروا جوتُو نہ سنے۔تو جب ہم وہ دعا نہیں کریں گے اوراس کے بعد یہ دعا مانگیں گے:"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِن عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ" توYou can very easily say کہ 100% آپ کی دعا قبول ہو گی۔ویسے بھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اگر تم package ٹھیک کرلوتو آپ کی دعا ہرصورت قبول ہوگی۔package کا مطلب آپ کو پتہ ہے کیا ہے؟ دعا کا جو پیکج آپ نے تیار کیا ہے اس کوٹھیک سے تیار کرو۔یعنی پہلے دُرود پڑھواور بیچ میں آرزو کرو پھر آخر میں دُرود پڑھواور letter پھینک دو۔سمجھے ناں۔تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا درود قبول نہ کرے بیچ میں آپ کی دعا بھی نکل جائے گی۔ہے ناں۔یہ فائلنگ کا طریقہ ہے۔اور یقیناً یہ بڑی خوبصورت بات ہے کہ خدا ہرصورت آپ کی وہ دعا قبول کرے گا جس کے اول وآخر آپ درود پڑھیں گے۔

س:اسلام کی ہر بات ہمیں معلوم بھی ہے اور ہمارا ایمان بھی ہے لیکن یقین کیسے پیدا اور پکا کیا جائے؟

ج: وہ سامنے دیکھا آپ نے (پوسٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے،جس پر لکھا تھا) نیت فعل اورقول کی یکجائی کو ایمان کہتے ہیں۔بس یہی ہے۔ہم نے خالی زبان کو درست نہیں رکھنا ہوتا۔کچھ پہلو اس میں عمل کے add کرنے پڑتے ہیں۔اور سب سے بڑھ کر ہم نے ان میں اپنی نیت add کرنی ہوتی ہے۔کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا' باب الایمان کی پہلی حدیث ہے کہ:"انما الاعمال بالنیات" کہ سب سے پہلے نیت پھر آپ کے عمل۔آپ عمل کرنے کے بعد نیت پہ غور کرتے ہو' تھوڑا سا شیڈول سیدھا کرلو کہ پہلے نیت کرواور بعد میں عمل' کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔

س:کسی نے بڑے مان سے پوچھا ہے' آپ اپنے علاوہ کسی اور کو خاطر میں ہی نہیں لاتے۔حالانکہ آپ ٹاپ سکالرز مثلاً ذاکر نائیک' اسرار احمد' تبلیغی جماعت' جماعت الدعوۃ کو بھی condemn کرتے ہیں۔کیا اس کی وجہ خود پسندی ہے یا کچھ اور؟

ج: بڑا اچھا سوال ہے۔میرے تین ہزار بھائی یہاں موجود ہیں۔آپ میں سے کوئی میرا بیج (badge) شدہ نہیں۔کوئی آرگنائزیشن نہیں۔قطعاً کچھ نہیں۔تو آپ دیکھتے ہو کہ ہم

بات کرتے ہیں mediocrity کی، عقل کی، نیک نیتی کی، اخلاص کی۔ So we are together. Everyday more people, normal people ذہین لوگ، علمیت والے لوگ میری بیعت نہیں کر رہے۔ وہ میرے شریکِ حال ہو رہے ہیں۔ مجھے اقتدار نہیں چاہیے۔ مجھے ترسیلِ علم کے لیے counter measures چاہئیں۔ کوئی سننے والا ہو میں سنا دیتا ہوں۔ نہ سننے والا ہو تو میں ان کو آرگنائیزیشن میں فورس نہیں کرتا۔ اب آپ پوچھو میرے پاس بھی ایک شخص آتا ہے۔ ذاکر نائیک کے پاس بھی آتا ہے۔ دیکھو کتنے سارے یہاں گواہی دیں گے کہ متعدد مرتبہ میرے پاس ٹی وی والے آئے کہ ہم آپ کے ساتھ پروگرام کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا میں نہیں کرنا چاہتا۔ میں ٹی وی پہ نہیں آنا چاہتا۔ کیا آپ کا خیال ہے وہ آگے سے مجھے کہیں گے I am shy of cameras. No I am not shy of cameras. کیمرے تو دھول بھی نہیں اڑا سکتے میری اور confidence کی۔ I am not shy of cameras. میں ان سے کہتا ہوں وقت گزرنے دو اور ان رہنماؤں کا جو روز ٹی وی پہ آتے ہیں، ان کا تم حشر دیکھ لینا۔ یہ خدا کی اجازت کے بغیر آتے ہیں۔ یہ اپنی اشتہائے نفس سے آتے ہیں۔

حجۃ الاسلام محمد بن احمد الغزالیؒ نے کہا کہ آخری چیز جو سینۂ انسان سے نکلتی ہے، وہ حبِ جاہ ہے۔ شہرت، منصب، اس کی خواہش ہے۔ چلئے آپ گواہ رہیے All my life I did not go to TV, I did not go to radio, I did not go to newspaper. میرے یہ گواہ ہیں، دوست ہیں، بھائی ہیں (ہارون الرشید) آج تک میں نے نہیں کہا کہ مجھ پر ایک آرٹیکل لکھ دو۔ انہوں نے لکھا بھی کوئی نہیں ویسے (قہقہہ)۔ میں نے نہیں کہا ان کو۔ یہ میرے گواہ ہوں گے۔ اس لیے جب آپ یہ کہتے ہو کہ ان عالموں کی میں قدر کروں تو میں نہیں کر سکتا۔ دیکھو تھوڑا فرق ہے عالم میں اور تصوف کے رستے میں۔ ایک جدوجہدِ نفس کے خلاف ہے۔ ایک جدوجہد آپ کی دنیا کے ساتھ ہے۔ ہم دنیا کے ساتھ بھی جدوجہد کرتے ہیں خارجی طور پہ۔ باطنی طور پہ ہم اپنے خلاف بھی جدوجہد کرتے ہیں۔ ایک علم کی حدود میں ہو سکتا ہے وہ دو چار قدم ہم سے آگے ہوں۔ مگر جب ہم باطنی حدود کو دیکھتے ہیں، بہت بڑا خسارہ نظر آتا ہے۔ We are trying to be better, they are perfects. فرق سمجھ

آیا۔ آپ کو فرق سمجھ آتا ہے جو میں نے کہا: We are trying to be better, they are all perfects. وہ اتنے پرفیکٹ ہیں وہ خدا سے سٹرٹیفکیٹ بھی لے آتے ہیں۔ وہ آپ کو جنت کے رستے بھی دکھاتے ہیں۔ وہ مسلم سے مومن میں بھی آپ کو ڈھال دیتے ہیں اور خود آپ کے پیسے لے کر رفو چکر ہو جاتے ہیں۔ ہے ناں؟ یہ بات ہے۔ میں ان کی تعریف نہیں کر سکتا۔ I am sorry ایک سادہ سے مسلمان کی خواہش کا میں احترام کر سکتا ہوں۔ یہ دجالِ عصر کے کرشمے ہیں۔ ان کی میں نہیں تعریف کر سکتا۔ ورنہ آپ کہیں گے سب سے بڑا بیوقوف استاد میں ہی ہوں۔ I am sorry I can not appreciate them۔

س: جس طرح انسان کے دماغ کو اللہ کی طرف سے انسٹرکشن ملتی ہے' کیا شیطان کے دماغ کو بھی اس طرح انسٹرکشن ملتی ہیں؟

ج: سسٹم علیحدہ ہو گیا ناں۔ جب سسٹم علیحدہ ہو گیا تو دیکھو شیطان کو الہامِ خیر سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اللہ نے اس پہ بالکل منقطع کر دیا۔ دیکھیے ہم پہ دونوں اترتے ہیں۔ شیطان پہ صرف ایک اترتا ہے۔ اس پہ الہامِ خیر کا کوئی سلسلہ نہیں اترتا۔ سو وہ انہی خیالات سے چنے گا جو اس کے لیے مخصوص ہیں۔ وہ چنے گا اور وہ پھر آ گے انہی لوگوں مثلاً میرے دل میں رحم آ گیا اس غریب پر میں نے خیرات کی۔ اس کے دل پہ رحم نہیں آئے گا۔ وہ کہے گا اس اُلو کے پٹھے کو اور مارو۔ اس کی باقی جائیداد پہ بھی قبضہ کرو۔ جب تک یہ بالکل مر نہ جائے' اس کی ہڈیاں خاک میں نہ مل جائیں' اس پہ رحم نہ کرو۔ یہ فرق ہوتا ہے خیر و شر میں' شیطان میں۔ سو اس کو allot ہو گئیں۔ اس کو الہامِ خیر نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ خیر کیا ہے:

گفتہ کہ خیر او ناشناسی ہمی شر است

بعض اوقات گمان ہوتا ہے جیسے اقبالؒ نے کہا ''خواجہ اہلِ فراق''۔ وہ جدا ہونے والے' محبت کرنے والوں کا سردار ہے۔ چونکہ ہماری وجہ سے خدا سے وہ جدا ہو گیا ناں تو کہتا ہے کہ ابلیس جو ہے دراصل ہمارا اس لیے مخالف ہے کہ ہماری وجہ سے خدا نے اسے اپنے نور سے جدا کر دیا۔ اور اپنے کرم کی چادر سمیٹ لی اور یہ ہمیشہ کے لیے ظلمات میں بھٹک گیا۔ اسی لیے اسے ہم سے بہت دشمنی ہے۔ وہ رقیب ہے۔ ہوتا ہے ناں محبوب میں' آپ ہیرو بن گئے ہو اور وہ بیچارہ ولن ہے۔

س: علمِ لدنی کیا ہے؟ اور اس کا عقل سے کیا تعلق ہے؟

ج: (مسکراتے ہوئے) ایک تو آپ پرانے پرانے لفظ استعمال کرتے ہیں۔ factually یہ ڈکشنریوں میں ملتے ہیں۔ یہ اب محض ڈکشنریوں میں ملتے ہیں۔ یہ decadent terms ہیں۔ ان کا فائدہ کچھ نہیں ہے۔ علم میں کوئی division نہیں ہوتی۔ ہر چیز سے خدا کی آگہی نکلتی ہے اور ہر چیز پھر خدا کو پلٹتی ہے۔ So if you are seeking anything کسی بھی شخص کو کسی بھی علم کی معرفت سے ایک خصوصی تحصیلِ علم ہو سکتی ہے۔ اس لیے You can't bother about کہ علم لدنی کیا ہے۔ یہ پرانے لوگوں کے ڈھونگ ہیں۔ اور ابھی بھی لوگوں کو اسی راہ سے خراب کریں گے۔ اگر آپ کو ایسا دانشور مل جائے جسے لدنی علم حاصل ہو مجھے ضرور بتایئے گا۔

اسرار احمد کسانہ: (ڈاکٹر عبدالجلیل کو مخاطب کرتے ہوئے) Just to add spice آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

ڈاکٹر عبدالجلیل: میں کہہ رہا تھا کہ اس لفظ سے لوگوں کو misunderstanding نہ ہو جائے کہ یہ لفظ قرآن میں بھی آیا ہے۔ وہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اسے اپنے پاس سے علم دیا تھا۔ قرآن مجید میں علمِ لدنی سے مراد یہ ہے کہ ہم نے خضرؑ کو یا جو بھی وہ شخصِ محترم تھے جن کو خضرؑ سمجھا گیا' ان کو اپنے پاس سے ایک علم دیا تھا۔ وہ علم کیا تھا؟ وہ علم Cause and effect relationship تھی۔ جو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر عیاں کی گئی۔ مگر اس لفظ کو بعض لوگوں نے ایک مخفی علم کے پورے سلسلے میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔

پروفیسر احمد رفیق اختر: ماشاءاللہ درست گفتا ای یا آغائی عبدالجلیل (ہال میں قہقہہ)

Q:Why is your attitude so aggressive towards Imran Khan? یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ پاکستانیوں کے پاس ابھی جو only choice ہے اسے آپ destroy نہیں کر رہے؟

ہارون الرشید صاحب: نہیں! وہ only choice تو نہیں۔ میں اس وقت بھی یہ کہتا تھا کہ تحریکِ انصاف کے اجتماعات میں لوگ کہتے تھے کہ یہ آخری امید ہے تو میں ان سے بار بار کہتا تھا کہ یہ politician اچھا نہیں ہے' صرف ایڈمنسٹریشن جانتا ہے۔ اور یہ بات نہ کہو' کیونکہ پہلی

امید بھی اللہ سے ہوتی ہے اور آخری امید بھی اللہ سے ہی ہوتی ہے۔ ناراضگی بالکل نہیں ہے۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ الیکشن میں جہاں اس کے ساتھ زیادتی ہوئی‘ وہ دھاندلی کا شکار ہوا‘ میں نے پورا مقدمہ اس کا لڑا۔ لاہور میں احتجاج ختم ہو رہا تھا‘ جب میں وہاں گیا۔ اور گرمیوں کی پوری ایک رات وہاں رہا۔ اس میں اسے سپورٹ کیا۔ دو چار باتیں ہیں جو میں quote کر سکتا ہوں جب وہ بہت under pressure تھا۔ جس چیز میں وہ ٹھیک تھا اس میں اس کی مدد کی۔ لیکن اب اگر وہ ٹھیک سمت میں جا ہی نہیں رہا اور 30 اکتوبر 2011ء کے جلسے کے بعد اس کا زعم‘ تکبر میں بدل گیا تو اس کا ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم ایک مقصد کیلئے اس کے ساتھ تھے۔ آپ جانتے ہیں ناں کوئی پارٹی کا عہدہ میں نے نہیں لیا۔ میں معافی چاہتا ہوں یہ پرویز خٹک صاحب اور یہ جو دوسرے تیسرے ہیں ان میں سے کسی کو سرخاب کا پر نہیں لگا ہوا۔ مشکل وقتوں میں تو ہم نے ہی اس کا ساتھ دیا تھا۔ اور پارٹی کا عہدہ بھی مل سکتا تھا۔ اور بھی بہت سی آفرز موجود تھیں۔ تو جہاں وہ غلط ہے اس کی حمایت کیسے کی جا سکتی ہے؟ اب terrorism کے ایشو پہ آپ خود بتایئے کہ کس طرح لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے‘ اتنی بے حیائی کے ساتھ اتنی سفاکی اور بے دردی کے ساتھ‘ اور خود اس کی پارٹی کے اپنے تین رہنما قتل کر دیے گئے۔ جب وہ اس کے خلاف نہیں اٹھتا تو کیا کریں؟ دیکھئے اس نے چار بڑی بڑی غلطیاں کیں۔ اس وقت پارٹی الیکشن کرایا گیا‘ جب پارٹی میں الیکشن کرانے کا وقت نہیں تھا۔ اس میں برے لوگ آ گئے۔ انہیں نکالنے کی تدبیر نہیں کی‘ آج تک نہیں کی۔ آج تک کوئی reorganization نہیں کی۔ اوورسیز پاکستانیوں کے ووٹ اسے مل سکتے تھے۔ سپریم کورٹ فیصلہ دے سکتی تھی۔ مگر اس پر عمل درآمد کرانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ بات اسے بتائی گئی۔ امیدواروں کے معاملے میں مسلسل ایک سال اسے کہا گیا کہ جو لوگ clear ہیں‘ popular ہیں‘ جو کام جانتے ہیں انہیں کام کرنے دو۔ الیکشن سے چند ہفتے قبل ٹکٹ دیئے گئے۔ اور پولنگ اسٹیشنوں پر پولنگ ایجنٹ نہیں دیے گئے۔ اس رات بھی میں نے احتجاج کیا جب اس کے ساتھ زیادتی ہو رہی تھی۔ تو مجھے بہت ذمے دار افسروں نے کہا کہ آپ کے نزدیک ہم تو قصوروار ہیں حالانکہ الیکشن کمیشن نے ہمیں تو کوئی اختیار دیا ہی نہیں‘ لیکن آپ اس پارٹی سے بھی تو جا کر پوچھو جس نے 80% پولنگ اسٹیشنوں پر پولنگ ایجنٹ ہی مقرر نہیں کیے۔ میری تو عمران خان سے کوئی ناراضگی نہیں مثلاً خواجہ سعد رفیق صاحب نے اس کی پوزیشن خراب کرنے کی کوشش

کی کہ یہ مجھے پارٹی میں لانا چاہتے تھے۔ میں نے لکھا بھی' جا کے ٹیلی ویژن پر گواہی دی کہ عمران خان نے کبھی اس کو بلایا نہیں تھا بلکہ یہ میرے پاس آیا تھا اور میں اسے لے کر عمران خان کے پاس گیا تھا۔ ناراضگی نہیں ہے۔ اس کی ذات پر میں نے کوئی تنقید نہیں کی۔ ایک واقعہ آپ نہیں بتا سکتے کہ اس کے فیصلوں پہ تنقید کی۔

پروفیسر احمد رفیق اختر صاحب: ویسے میں آپ کو بتاؤں میاں ہارون صاحب میرے بہت قریب بیٹھے ہیں اور مجھے ان سے خوف بھی آتا ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا عمران کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ صرف کم علم اور اَن پڑھ ہے' بس۔ میرا اندازہ ہے صرف کرکٹ کی وجہ سے اس کا دماغ ختم ہو چکا ہے۔ گیند اور بلے تک اس کی حمایت جائز تھی۔ ویسے آج بھی اگر وہ کچھ شعور رکھتا تو شاید اس کے حالات کچھ بہتر ہوتے۔ ہم سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ہم غلط کی حمایت کریں گے ویسے ہم دونوں کا ایک ٹارگٹ پورا ہو گیا۔ ہم نے چاہا تھا کہ Between peoples party & Nawaz Sharif there should be a third option ہمارا یہ ٹارگٹ پورا ہو گیا۔ شاید آپ کو یاد ہو کہ ہم بار بار یہ کہا کرتے تھے کہ we need a third option ورنہ یہ دونوں پارٹیاں باری لیتی رہیں گی اور وطنِ عزیز کا حال اسی طرح ہوتا رہے گا۔ Now we are very sure that we have created a third option اب آپ کی مرضی ہے' زمانے کی چال ہے' یہ سمجھدار نکلتے ہیں یا وہ سمجھدار نکلتے ہیں۔ ہمیں اس طرح سیاست سے کوئی واسطہ نہیں۔ اب اگر ہم اپنے لوگ اپنے شہر کے سیاسی لوگوں سے مایوس ہوں گے۔ اب دیکھیں ناں کتنا فرق پڑتا ہے۔ ہم زمرد خان سے خوش ہیں اور پرویز اشرف سے ناراض ہیں۔ ہے ناں فرق؟ یہ کوئی پیپلز پارٹی کا معاملہ نہیں ہے یہ آپ کی personal integrity اور credibility کا معیار ہوتا ہے۔ ملک زمرد صاحب اتنے جذباتی سیاست کی خاطر تو نہیں ہوئے کہ گولی کھانے ادھر چلے گئے۔ یہ تو نہیں ناں ہو سکتا۔ He had something genuine in him, something rare. ہم ایک پاکستانی ہونے کے ناطے غصہ کھا رہے تھے کہ یہ ہو کیا رہا ہے (جب سکندر نامی شخص نے اپنی بیوی کے ہمراہ آتشیں اسلحے کے نوک پر اسلام آباد کی ایک اہم شاہراہ کو ہائی جیک کر لیا)۔ ایک پاکستانی ہونے کے ناطے ہم سب غصہ کھا رہے تھے کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے؟ کیا فتنہ و فساد ہے؟ Then one of

us mad people went ahead and mad people zamard
.khan(حاظرینِ محفل کی طرف سے پر جوش تالیاں)

س: اللہ اکبر کے بارے میں پوچھا گیا ہے کہ اس کا مطلب اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس میں ''بڑا'' سے کیا مراد ہے اور اس کو کس نظر سے دیکھا جائے؟

ج: دیکھو میں اس کا ترجمہ یہ نہیں کرتا کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔'اللہ سب سے بڑا ہے' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے کچھ اور متکبرین ماننے پڑتے ہیں۔ یا بقولِ دیوبند اپنے اکابرین۔ وہ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اکابرین ہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے۔ میرے نزدیک اس کا ترجمہ یہ ہوگا ''کہ اللہ ہی سب سے بڑا ہے''...... بس! اور کسی کا وجود میں تو نہیں برداشت کرتا' پتا نہیں آپ کرتے ہیں یا نہیں۔

س: دورانِ تسبیح منتشر خیالات سے بچنے کے لیے جائز کاموں پر توجہ رکھی جائے یا تسبیحات کے حوالے سے اللہ کی صفات پر توجہ مرکوز رکھنی چاہیے؟

ج: یہ اچھا سوال ہے۔ مگر کوئی ارتکاز نہیں کرنا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے نماز' جو تسبیح کی اعلیٰ وارفع کنڈیشن ہے۔ نماز تسبیح کی اعلیٰ وارفع کنڈیشن ہے۔ اس لیے کہ آپ نماز میں بھی کلماتِ الٰہیہ' قرآن' دعا اور درود سب کچھ اکٹھا پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ عمومی تسبیح سے جو اعلیٰ ترین شکل ہے تسبیح کی وہ نماز ہے۔ جب حضورﷺ سے پوچھا گیا کہ نماز کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟ فرمایا کہ ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی '' نماز بھی میرے (اللہ تعالیٰ) ذکر کے لیے قائم کرو۔ تو formats میں نماز سب سے superior format ہے۔ اب آپ دیکھتے ہیں کہ کیا اس (نماز) میں بھی یہی ارتکاز چاہیے؟ جو یہ سوال ڈیمانڈ کر رہا ہے۔ نہیں' not at all' بلکہ بخاری نے نقل کیا: جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں' اصحابِ رسولﷺ نے پوچھا جب ہم نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو ہمیں وساوس بڑے آتے ہیں؟ جیسے یہ سوال ہے کہ ہم وساوس سے کیسے بچیں؟ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا کہ یہ عینِ ایمان ہیں۔ اگر آپ کو نماز اور تسبیح میں وساوس آ رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ آپ کے اچھے ایمان کی نشانی ہے۔ اس لیے کہ شیطان کہتا ہے کہ یہ نالائق میرے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اس میں ہونا کیا چاہیے؟ وہی جو نماز میں ہوتا ہے..... اقیموا الصلوٰۃ' اقیمو الصلوٰۃ' اقیمو الصلوٰۃ۔ نماز قائم کرو' قائم کرو' ہزار وسوسوں کے باوجود قائم کرو۔ اسی

طرح اپنی تسبیحات چاہے کچھ بھی ہو جیسے بھی وسوسے آئیں جاری رکھو۔اللہ آپ کو برکت دے۔ (وسوسے) تھوڑے تھوڑے کر کے بھاگ جائیں گے، چھٹی ہو جائے گی۔

اسرار کسانہ صاحب: پروفیسر صاحب! اس جگہ (گل پارہ) کی برکت ہے کہ آج ہمیں ''کافی'' بھی مل رہی ہے۔

پروفیسر احمد رفیق اختر: (زیر لب تبسم کے ساتھ) آئندہ کچھ اور بھی ملا کرے گا۔

(پنڈال میں قہقہہ)

اسرار کسانہ صاحب: (مسکراتے ہوئے) اس کو ذرا explain بھی کر دیں۔

ہارون الرشید صاحب: یہاں کافی پیدا نہیں ہوتی، اس کا بندوبست کیا گیا ہے۔

س: قرآن کریم نے سوچنے کا کام دل کا بتایا ہے اور قلب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس لفظ سے مراد مائنڈ ہے یا دل ہی ہے؟

ج: دل ایک بڑا شاندار سبجیکٹ ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اس پہ تحقیق ہے۔ یہ آپ کو جواب دیں گے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

بات یہ ہے کہ دل کے بارے میں ایک تصور جو صدیوں سے ہم نے experience کیا، ہر ذہین آدمی نے اس کو محسوس کیا۔ اچھا بولنے والوں نے اس کو بیان کیا کہ ''میرا دل ڈوب رہا ہے''۔ ''وہ میرا دل لے گیا''۔ اس طرح کی آپ نے بہت ساری باتیں سنیں۔ اس کی کسی قسم کی کوئی سائنسی تصدیق نہیں تھی۔ قرآن نے لفظ یوز کیا ''فواد''۔ اور قرآن نے لفظ یوز کیا ''صدرک''۔ اس کی تصدیق میں مَیں بعد میں جاؤں گا۔ جو ابھی latest evidence ہے to make it simple وہ سائنٹفک ایویڈنس ہے۔ آپ انٹرنیٹ پہ صرف اتنا لکھیے Does our heart think? تو آپ کو بہت سارے لنکس مل جائیں گے۔ ان میں سے چار پانچ بڑے authenticated ہیں۔ ان میں سے ایک لنک جو ہے اس میں نیورو ریڈیولوجیکل سٹڈی سے یہ ایویڈنس ملا ہے کہ ہمارے دل کے اندر اچھا خاصا complex نروس سسٹم ہے۔ جو perceive بھی کرتا ہے اور continuously برین کو

ایسے سگنل بھیجتا ہے کہ برین اپنی انفارمیشن کو ان سگنلز کی لائٹ میں پراسس کرتا ہے‘analyze کرتا ہے‘decision کرتا ہے۔اور یہ صرف نیورانز کے ذریعے ہی نہیں کرتا بلکہ نیوروٹرانسمیٹرز بھی یوز کرتا ہے‘ جس سے یہ پیغامات بھیجتا ہے دماغ کو۔اور تحقیق کرنے والوں کا خیال یہ ہے کہ ہارٹ perception کا tool ہےؒ اور بعض subtle experiences میں یہ برین سے بھی چند لمحات قبل ایک تاثر ایسا وصول کرتا ہے جس کو وہ دماغ تک پہنچاتا ہے۔اس سے زیادہ تفصیل کی ضرورت تو نہیں ہے۔

دل یہ کہتا ہے کہ شاید ہوافسردہ تو بھی

یہ بڑا سائنٹفک شعر ہے۔اگر آپ غور کریں کہ آپ کی ججمنٹ .....!میں نے پہلے عرض کیا کہیں آپ ججمنٹ میں غلطی کر جاتے ہیں۔اس میں گمان ہے‘ ظن ہے اور ظن یہ ہے کہ

دل یہ کہتا ہے کہ شاید ہو افسردہ تُو بھی
دل کی کیا بات کریں دل تو ہے ناداں جاناں

س: رضوان بھٹی صاحب ہمارے دوست ہیں‘ انہوں نے پوچھا ہے میرے بھائی کا نام عثمان ہے۔ اس کے خون میں Platelets کی مقدار بہت کم ہے۔بہت سے ٹیسٹ کروائے لیکن وہ تمام ٹھیک آئے۔کیا یہ کوئی خطرناک بیماری ہے اور وہ کون سی تسبیح ہے جس سے آرام ملے؟

ج: نہیں! بلکہ سائیکالوجیکلی عثمان کا مزاج اس قسم کا ہے۔اکیلا‘ انوکھا reactive سڑنے گلنے والا۔تو اس کی مینٹل کیفیات اس کی rigidity کی وجہ سے اس کے بلڈ پہ اثر انداز ہوتی ہیں۔

س: ایک خاتون ہیں مریم‘ ان کا بھی پلیٹس لیٹس کا ایشو ہے۔کیا ان کا بھی نام کے ساتھ کچھ مسئلہ ہے؟

ج: نہیں !ان کے نام کے ساتھ مسئلہ نہیں۔مگر کچھ گھریلو ماحول‘ بہت سارے جینیٹک اثرات ہوتے ہیں۔اس کی وجہ سے ہوگا۔مگر خیال یہ ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔انشاء اللہ تعالیٰ۔دونوں ٹھیک ہو جائیں گے۔

س: دل کا فیصلہ اور دماغ کا فیصلہ‘ انسان یہ فرق کیسے محسوس کرے کہ دل‘ دماغ اور نفس کی آواز کون سی ہے؟

ج: جب emotion, feelings, sentiments ہوں تو آپ ہمیشہ ان کو دل کی طرف relate کرتے ہیں۔ جب نصیحت' ایڈوائس' دوسری تیسری باتیں ہوں جہاں سے آپ کو منع کیا جاتا ہے' سسٹم دیا جاتا ہے' آپ کہتے ہو یہ میرا دماغ ہے۔ مگر جیسے میں نے بتایا کہ ایک پیچھے سے آنے والا خیال جو ہے وہ سب کو over rule کر کے چلا جاتا ہے۔ مگر جب دماغ' دل سارا کچھ اکٹھا ہو جائے ناں تو پھر سوہنی ماہیوال' ہیر رانجھا' سسی پنوں کی داستان پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر یہ خالی likes & dislikes نہیں رہتی۔ یہ totality میں ایک ایسی commitment تخلیق ہوتی ہے جس میں کسی قسم کی کوئی interference کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

س: مرد عورت کو ازل سے لے کر اب تک اس کی کم عقل کا طعنہ اپنی تنگ مزاجی کی وجہ سے دیتا چلا آیا ہے یا واقعی عورت یہ deserve کرتی ہے؟

ج: سچی بات پوچھو ناں تو یہ عورت کی wisdom ہے کہ ایک معمولی سی غلط بات سن کر ساری عمر مرد پہ حاوی رہتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: دیکھیں ایک نئی بالکل نئی چند ہفتے پہلے ایک ریسرچ آئی ہے۔ وہ آپ کی نذر کرتا ہوں۔ اس سے مقصود کسی کی دل آزاری نہیں۔ لیکن جب میں پڑھ رہا تھا تو مجھے قرآن کی ایک آیت یاد آ گئی کہ تم مجھے ان کی مثال دیتے ہو' وہ جنتے ہو جو بحث کرتے ہوئے کامیابی سے بحث نہیں کر سکتے۔ اس طرح کا مفہوم ہے' اللہ کمی بیشی معاف فرمائے۔ عورت کی عقل یا ذہانت کے بارے میں اعتراض کرنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ ویسٹ میں ہم جانتے ہیں کہ عورتیں بڑے بڑے اچھے کارنامے سرانجام دیتی ہیں۔ ڈاکٹر بھی ہیں۔ پروفیسر بھی ہیں۔ میری پروگرام ڈائریکٹر ایک خاتون ہے' جس سے میں بہت سیکھتا ہوں۔ اس طرح بہت ساری پڑھی لکھی خواتین ہیں۔ لیکن جو کیمبرج یونیورسٹی میں سٹڈی ہے وہ interesting ہے۔ وہ یہ کہتی ہے کہ جذبات اور اظہار کے درمیان جو دورانیہ ہے' اس کو جو برین کا حصہ کنٹرول کرتا ہے' وہ relatively تھوڑا وزن رکھتا ہے خواتین میں' improve کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر احمد رفیق اختر: ویسے خواتین و حضرات! ہم دیکھتے ہیں کہ پروسیجرز کی وجہ سے یا فیزیکل ایٹی ٹیوٹ کی وجہ سے women have one or two

women become lot many times earlier mature یاproblems than the man لڑکے اگر اس عمر میں ہوں گے تو ہم کہتے ہیں precautious ہیں early maturity ہے۔ مگر لڑکیاں گیارہ بارہ سال کی عمر میں فیزیکل چینجز کی وجہ سے بہت پہلے بہت سارے معاشرتی اسباب کی وجہ سے mature ہو جاتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبی رسم ورواج میں یا طریقِ شریعہ میں یا نارمل پروسیجرز میں' ان کا کچھ عرصہ ان حدود سے باہر ہے۔ جیسے اگر ان کو ناقص الایمان کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پورے کے پورے مذہبی پروسیجرز کو adopt نہیں کر سکتیں۔ جب ناقص العقل کہا جائے اس کا صرف ایک مقصد ہے۔ ابھی میں ایک ریسرچ دیکھ کے آیا ہوں جس میں یہ بالکل کنفرم کیا گیا ہے کہ ذہانت میں علم میں عورت اور مرد میں کوئی خاص فرق نہیں۔ ایک چیز جو ہم دیکھتے ہیں وہ فیزیکل چینجز اور بریک اَپ آف۔ ہارمونز کی وجہ سے beyond forty جیسے عورتوں کو پرابلم پیش آتی ہے' اسی طرح ان کی سائیکالوجی متاثر ہوتی ہے۔ اسی طرح earlier بھی جیسے مسلسل عبادت کرنا اور اس میں ایک نیچرل بریک' جوان کا قصور نہیں ہے۔ اس لیے خدا ان پہ ان کی ادائیگی کی پابندی نہیں لگاتا۔ اس معاملے میں انہیں کو فری رکھا ہے۔ مگر اگر Job orientation کی وجہ سے دیکھا جائے تو عورت کا مرتبہ مرد سے بڑا ہے۔ جیسے ماں کا مرتبہ باپ سے تین گنا زیادہ ہے۔

مجھے برناڈ شا کی بات یاد آتی ہے۔ زیادہ نہ ہنسیے گا اس پہ اور مرد بھی اپنی توہین محسوس نہ کریں۔ وہ کہتا ہے A woman is a God's contraption for productivity. کہ عورت اللہ کی مشین ہے productivity کے لیے And a man is a woman's contraption for productivity. خاصا توہین آمیز ہے۔ اس لیے اس سوال میں برابری رہنے دو۔ وہی ٹھیک ہے۔ اپنی عزت بچانے کے لیے برابر سمجھ لو (قہقہہ) مگر خواتین وحضرات! بعض اوقات میں بڑے تعجب سے سوچتا ہوں اور ایک سوال آپ سب لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ غور کیجیے گا۔ میں سوچتا ہوں کہ میرے رسول ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں۔ ایک دو کی اولاد ہوئی ہوگی۔ for the rest of nine wives آپ میں سے کوئی مجھے بتا سکتا ہے وہ کس قسم کا relationship تھا۔ no children, no productivity کچھ بھی نہیں ہے۔ Why prophet was fond of keeping a sixty years

old woman with him? اُم المومنین حضرت سودہؓ کی عمر بڑی ہو گئی تھی۔ نہ بچے جننے کے قابل تھیں۔ چلیں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بات مان لیں۔ لاڈلی بیوی تھیں۔ مگر باقی بیویاں کوئی ضروری نہیں کہ شکل و شباہت' یہ وہ۔ ان میں زیادہ سے زیادہ اُم المومنین حضرت صفیہؓ بڑی خوبصورت تھیں۔ تو یہ کریڈٹ کے باوجود جو میں بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں please note it کہ یہ ضروری نہیں کہ مرد اور عورت صرف بچوں کے لیے جمع ہوں۔ remember this, if you believe your Prophet PBUH نو بیویاں ان کے ساتھ اس طرح رہیں کہ کوئی اولاد نہیں تھی۔ یہ کوئی عذر نہیں ہے۔ یہ کسی قسم کا عذر نہیں ہے کہ اگر بچوں میں نہیں ہے تو میاں بیوی میں محبت نہ ہو دوستی نہ ہو۔ بلکہ قرآن کے لفظوں کے مطابق اگر کوئی مرد اور عورت ایک دوسرے سے تسکین پاتے ہیں ذہنی بدنی اخلاقی تو وہ اللہ کے نزدیک معتبر میاں بیوی ہیں۔ یہ آپ کو یاد رکھنا ہے۔ اس میں کوئی credibility نہیں ہے اور یہ جو ہمارے جتنے مسائل پیدا ہوئے ہیں یہ سارے کے سارے ہمارے لوکل defenseless, inferiority social concepts کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ And we must stand and watch being Muslim۔ اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو یہ ضرور یاد کیجیے گا کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے ۹ مرتبہ زندگی گزاری' جیسے آپ ایک مرتبہ بھی نہیں گزار سکتے۔

س: اگر خواب حقیقت ہو جائے تو کیا اسے الہام بھی کہا جا سکتا ہے؟ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور جو آپ نے کہا وہی ہوا۔

ج: پتہ نہیں میں نے کیا کہا ہوگا۔ اصل میں مَیں تو نہیں اس پہ رائے دے سکتا۔ جب تک میں پورا خواب سن نہ لوں اور روایت و درایت پہ کنفرم نہ کر لوں۔ میں نہیں اس کا جواب دے سکتا۔ مگر اگر ایسا ہوتا ہے' سنیں آپ میری بات۔ آپ نے کبھی ماضی میں سنا ہوگا کہ میں سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ جہاز ڈوبنے لگا۔ میں نے اپنے مرشد کو یاد کیا۔ پھر ناگہاں مرشد حاضر ہوئے اور انہوں نے شانے سے جہاز کو اُٹھا کے سیدھا کر دیا۔ مرشد کبھی رستمِ زمانہ بھی ہوتے تھے (قہقہہ) اب اس قسم کی مثالیں آپ کو بڑی ملتی ہیں کہ جس میں تصورِ مرشد میں اتنی زیادہ قوت بتائی جاتی ہے۔ But that does not happen. بالکل نہیں ہوتا۔ ہوتا یہ ہے کہ جب آپ کا گمان کسی بندے کے بارے میں اچھا ہوتا ہے' نیک ہوتا ہے اور اللہ بھی شاید اس پہ مہربان

ہوتا ہوتو جب آپ کسی مصیبت میں ہوں گے' ابتلاء میں ہوں گے' تکلیف میں ہوں گے تو خدا اس کی امیج میں بذریعہ فرشتہ آپ کو انفارمیشن دے گا۔ یہ کبھی وہ آدمی نہیں ہوتا۔ وہ travel بھی نہیں کرتا۔ یہ سب نہ جاننے والوں کے قصے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ فرض کرو ایک آدمی رستہ بھول گیا۔ اب اس کو رستہ نہیں مل رہا۔ وہ اپنے مرشد کو پکارتا ہے۔ مرشد تو آ ہی نہیں سکتا وہاں۔ مگر اس کا مرشد سچا ہے' تو وہ تو نہیں آ سکتا مگر چونکہ اس کا رہبر اور رہنما سچا ہے' تو خدا کو پتہ ہے کہ فرشتہ بھیجوں گا یہ بجائے رستہ پانے کے غش کھا کے مر ہی جائے گا۔ اس لیے وہ ان کی شکل میں فرشتہ بھیجے گا جو کہیں گے کہ اس رستے پہ نکل جا تو تجھے حفاظت ملے گی۔ نہ صرف یہ بلکہ زمین و آسمان میں بہت سارے اللہ کے بندے جنہیں رجال الغیب کہتے ہیں' وہ موجود ہوتے ہیں۔ اور جب ہم اس قسم کے کسی crisis میں پڑیں اور ہم خدا سے دعا کریں تو خدا ان بندوں کو شاید آپ کی شناسا شکلوں میں بھیج دیتا ہے۔ تاکہ آپ کو استعجاب اور خوف نہ ہو۔ اور وہ آپ کو رستہ دکھاتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان بھوپال نے یہ حدیث بیان کی۔ جب یہ حدیث آئی ''اَعِینُونِی یا عِبَاد اللّٰہ''، تو کہتے ہیں کہ میں دریائے نرمدا میں جا رہا تھا۔ تو میری بہلی ریت میں پھنس گئی۔ میں نے بڑا زور لگایا مگر وہ نہیں نکلی۔ نواب صاحب کہتے ہیں مجھے یہ حدیث یاد تھی۔ میں وہاں سے نکلا اور میں نے اپنا رخ موڑ لیا بہلی سے اور میں نے دعا مانگی ''اَعِینُونِی یا عِبَاد اللّٰہ''۔ تو جب مڑ کے دیکھا تو میری بہلی ساحل پہ کھڑی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ میں سمجھتا ہوں کہ نواب صاحب سچے تھے۔ اچھے محدث تھے اور ہندوستان میں اہلِ حدیث کے بانی ہیں۔ امید ہے کہ انہوں نے سچ بولا ہے۔

س: کیا جنت میں ہماری بیوی ستر حوروں کے ساتھ رہنے کی اجازت دے گی؟

ج: اس سے بھی زیادہ بڑا کام کر سکتی ہے۔ وہ خدا سے دعا کر کے آپ مرد بن جائے گی۔ آپ کو بیوی بنا لے گی۔ جنت میں کم از کم دو ایسی چیزیں ہیں جن کو ہم Face off کہتے ہیں۔ سیکس تو matter ہی نہیں کرتی۔ یہاں اس زمین سے نکلتے ہی سارا سسٹم ختم ہو جاتا ہے۔ مگر فیس آف موجود ہے۔ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کہنا ہے کہ وہ ایک ایسی دکان ہے جس میں گھسو گے تو جیسا چاہو گے بن کے نکل آؤ گے۔ اگر کسی نے بیوی کو ناراض کیا' اگر چہ وہ قلوپطرہ ہی کیوں نہ ہو' ادھر جائے گی اور چنگیز خان بن کے باہر نکل آئے گی۔ پھر آپ خود ہی سمجھ لو۔

س: قیامت کے روز نبی کریم ﷺ سے مقامِ محمود کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ یہ مقام کہاں پر ہوگا اور عشقِ رسول ﷺ کیسے پیدا کیا جائے؟

ج: خواتین و حضرات! اب تو گلا زیادہ بولنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بہرحال، حضرت مالک بن عوفؓ کی ایک حدیث آپ کی نذر ہے۔ آپ غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ پھر رستے میں قیام فرمایا: رات کو آنکھ کھلی۔ دیکھا کہ رسول اللہ اپنے مقام پر نہیں ہیں۔ اِدھر اُدھر ڈھونڈتے پھرے، خوف کے مارے۔ پھر وہاں سے نکلے اور باہر گئے۔ اور ڈھونڈا یا رسول اللہ ﷺ کدھر ہیں آپ؟ مگر کہیں نظر نہیں آئے۔ تو جب آگے جا رہے تھے تو دیکھا کہ دو سائے سے چل رہے ہیں۔ پھر آپ نے آواز دی کون ہے؟ انہوں نے کہا میں ابوذر غفاریؓ ہوں۔ دوسرے نے کہا میں معاذ بن جبلؓ ہوں۔ آپ نے کہا تم کو بھی وہی فکر ہے جو مجھے فکر ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلے ہیں۔ تھوڑی دُور آگے گئے تو اندھیرا سا تھا۔ جھنڈ سا تھا۔ جب اس کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ کی آواز آئی اے عوف بن مالکؓ تم آ گئے۔ وہ کہتے ہیں ہماری بھی جان میں جان آئی۔ میں نے کہا حضور ﷺ حاضر ہوں۔ پھر آپؐ نے پوچھا عوف بن مالک کیا ابوذرؓ آ گئے؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ خادم حاضر ہے۔ پھر آپؐ نے پوچھا معاذ بن جبلؓ بھی آ گئے؟ انہوں نے کہا ہاں، معاذ بن جبلؓ بھی آ گئے۔ حضور ﷺ باہر نکلے، کہنے لگے تمہیں ایک خبر نہ دوں۔ انہوں نے کہا کیا خبر یا رسول اللہ ﷺ؟ آپؐ نے فرمایا جو deal ہوا ہے وہ بتاؤں، جو میرا اللہ سے آج deal ہوا ہے وہ بتاؤں؟ فرمایا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ مناسب سمجھیں تو بتائیں۔ اللہ کا راز ہے ہمیں جرأت و مجال کہاں۔ کہا کہ آج مجھے اللہ نے ایک آفر دی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا محمد ﷺ! اگر آپ چاہیں تو آپ کی آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دوں۔ عوف بن مالکؓ کہتے ہیں ہم سراپا منتظر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ پھر آپ نے کیا چُنا؟ فرمایا میں نے شفاعت چن لی ہے۔ قیامت کے دن شفاعت چن لی ہے۔ ابھی ہم سوال سے گریزاں تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کے نیک لوگ تو خود بخود جنت پہنچ جائیں گے۔ مگر میری شفاعت میری امت کے بدترین لوگوں پر قیامت تک جاری رہے گی۔ یہی مقامِ محمود ہے اور حمد کا مقام ہے۔ جب رسول ﷺ فرماتے ہیں، یہ بہت بڑا اور خوبصورت chapter ہے قرآن و حدیث کا۔ پھر انشاء اللہ وقت ہوا تو سناؤں گا۔ مگر جب نزولِ پروردگار ہوگا،

نزولِ ملائکہ ہوگا اور قرآن آواز دیتا ہے: "وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا" {الزمر:69} جب زمین تیرے رب کے نور سے چمک جائے گی۔ جب لوگ کھڑے کر دیے جائیں گے اور پیغمبر ﷺ کو خدا کے قریب لایا جائے گا۔ پھر حکم ہوگا اے محمد ﷺ اٹھو اور مقامِ محمود کا جو آپ سے وعدہ ہے وہ ہم پورا کرنا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ اٹھیں گے اور مقامِ محمود یہ ہے کہ پھر وہ اللہ کی تعریف کریں گے، جیسے اللہ چاہے گا۔ محمود کا لفظ حمد سے ہے۔ تعریف سے ہے۔ پھر وہ اللہ کی تعریف کریں گے جیسے اللہ چاہے گا۔ اس کے بعد پھر ان سے کہا جائے گا آپ کیا مانگتے ہیں؟ پھر حضور ﷺ ان کو یاد کروائیں گے کہ

مجھے یاد ہے سب ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تو اللہ کہے گا ہمیں بھی یاد ہے۔ پھر آپ ﷺ فرمائیں گے یا اللہ میری امت کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ کہا جائے گا: جاؤ جا کے نکال لو۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں ہم جائیں گے اور امتِ محمدیہ میں سے lot many گناہ گاروں کو کھینچ لائیں گے۔ مگر پھر بھی کچھ رہ جائیں گے۔ میں پھر آ کے کھڑا ہو جاؤں گا۔ اللہ پوچھے گا اب کیا بات ہوئی؟ میں کہوں گا پروردگار! آپ نے شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔ کہا ہاں جاؤ۔ پھر لے آؤ جا کے۔ پھر ہم جائیں گے اور ایک گروہ لے آئیں گے، اجڑے بچھڑے مسلمانوں کا۔ پھر کہا جائے گا اے پروردگارِ عالم! آپ کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ میری امت کے ابھی بھی کچھ لوگ جہنم میں ہیں۔ کہا اے محمد ﷺ ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ جاؤ تم لوگوں کو لے آؤ، جو تمہارے ہیں۔ پھر لائے جائیں گے۔ مگر ایسا پیغمبرِ محترم ہے کہ حرصِ فلاحِ امت یہ ہے کہ امت کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ اپنے لیے کچھ نہیں چاہتے مگر امت کے لیے چوتھی مرتبہ پھر جائیں گے کہ اے پروردگارِ عالم! ابھی بھی کچھ لوگ باقی ہیں۔ فرمایا جائے گا یا محمد ﷺ ہم نے دیکھ لیا ہے۔ اب جہنم میں تیرا کوئی امتی باقی نہیں ہے۔ اب جہنم میں صرف وہی لوگ ہیں جن کو کتاب نے روک رکھا ہے۔ جو مشرک تھے۔ کافر تھے۔ ظالم تھے۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ آپؐ کی تسلیم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اب آپؐ کا ایک ایک امتی جہنم سے باہر ہے۔ راز کی بات پتہ کیا ہے؟ تین وقفوں میں اللہ اپنا بھی کام کر لے گا۔ آپ تو سمجھتے ہو آئے اور گئے۔ اس میں بھی ایک آدھ بلین سال گزر جائیں گے۔ جب تک لوٹ کے دوسری باری آئے گی بیچارے اچھی بھلی سزا بھگت چکے ہوں گے۔ اس لیے یقیناً یہ حقیقت ہے، اس میں ہمیں کوئی شبہ نہیں۔ یہ پیغمبر ﷺ

کے سب سے پختہ وعدوں میں سے ہے اور مقامِ محمود کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے بھی کہا ہے: " اِنَّ اللّٰہَ لاَ یُخلِفُ المِیعَادَ "{آلِ عمران :9} نہ پیغمبر اپنا مقصد بدلیں گے' نہ اللہ اپنا وعدہ بدلیں گے۔ اور یہی مقامِ محمود مقامِ شفاعت مقامِ ولایت اور مقامِ وسیلہ ہے۔ اگر آپ کو حدیث یاد ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا جنت میں صرف ایک مقام ہے اور وہ مقامِ وسیلہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری امت میرے لیے مقامِ وسیلہ کی دعا کرے۔ آپ پہ فرض ہے کہ جب بھی چاہو آپ اللہ کے رسول ﷺ کے لیے یہ دعا کر سکتے ہو کہ اے مالک! ہمارے آقا و مولا ﷺ کو مقامِ وسیلہ عطا فرما۔

اللہ کا رنگ

اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (الاسراء: ۸۰)

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الصٰفٰت: ۱۸۲،۱۸۱،۱۸۰)

خواتین وحضرات! عنوان قرآن کی ایک آیت کا پہلا حصہ ہے۔ "صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً وَنَحۡنُ لَهُ عَابِدُونَ "{البقرہ:138} یہاں ایک بڑی Important بات ہے "وَنَحۡنُ لَهُ عَابِدُونَ " ہم جو عبادت کرنے والے ہم جو اللہ کے ماننے والے نمازیں پڑھنے والے جو زندگی رکوع وسجود میں گزارتے ہیں۔ کیا واقعتاً ہم اللہ کے رنگ میں یہ سب کچھ کر رہے ہوتے ہیں؟ یا ہم رسم ورواج پورے کر رہے ہوتے ہیں؟ یا کہے سنے پر چل رہے ہوتے ہیں؟ یا مدتوں سے آئی ہوئی میراث کو آگے بڑھا رہے ہوتے ہیں؟ یہ کوئی Genetic fault ہے کہ ہم اٹھتے بیٹھتے صبح وشام اللہ کی عبادت کرتے ہیں؟ ہمیں کسی نے قائل کر رکھا ہے کہ بغیر اس محبوب کی ذات کے تصور کو سینے میں اجاگر کیے ہم اس کی عبادت کو اپنے ساتھ لیے پھریں۔ مگر یہاں اس آیت میں کچھ اور کہا جا رہا ہے۔ اللہ کا رنگ "صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً وَنَحۡنُ لَهُ عَابِدُونَ "{البقرہ:138} اور

کیا خوب رنگ ہے اللہ کا۔ اور اللہ کے رنگ سے بھی کوئی رنگ بہتر ہے؟" وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ" پہلے رنگ کی تعریف ہو رہی ہے۔ مزاجِ پروردگار کی تفصیل بیان ہو رہی ہے۔ مگر بات یہاں ختم نہیں ہوتی: "قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ "{البقرہ:139} دوسری آیت qualify کرتی ہے کہ عابدوں کا اصلی رنگ کیا ہے۔ عابدوں کی بنیادوں میں جو واحد رنگ ہوتا ہے "وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ " کہ ہم اللہ سے مخلص ہوئے۔ بڑی مشکل پڑے گی اگر ہم دل پھر لیں کوئی نہ کوئی ایک سکول سر اٹھائے گا۔ گروہ سر اٹھائے گا۔ مسلک سر اٹھائے گا۔ کوئی اکابر سر اٹھائے گا۔ کوئی مرشد سر اٹھائے گا۔ بڑی مشکل ہے اللہ کا رنگ چڑھانا۔ بہت ساری منزلوں سے خدا کو اوپر والی منزل تک پہنچاتے ہوئے' قلب و نظر کی متاعِ حیات بناتے ہوئے بڑی کوفت ہو گی۔ کہیں نہ کہیں بیچ میں رہ جاؤ گے۔ یہ وہ صحرا ہے جس میں اتنے نخلستان ہیں اور جتنے ہیں سب سراب زدہ ہیں۔ اور منزل بہت مشکل ہے۔

خدا نے کبھی مذہب کو محورِ نظر نہیں رکھا۔ کبھی اسلام کو منزل قرار نہیں دیا۔ خدا نے فرمایا یہ رستہ ہے "وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ "{الِ عمران :85} یہ رستہ مخصوص ہے۔ اسلام کا رستہ مخصوص ہے۔ اور بڑے رستے ہیں' یہودیت ہے' مجوسیت ہے' نصرانیت ہے، اور کیا کیا مذاہب ہیں' بدھ ازم ہے، بڑے بڑے خوبصورت مسالک زمین پر سے ہو کے گزر گئے۔ مگر یہ کیا اب خدا نے ban کر دیے سارے کے سارے؟ اب کسی بھی (غیر مسلم) قوم میں خدا شناسی نہیں ہو سکتی۔ یہ قید میری لگائی ہوئی نہیں ہے۔ یہ قید خود اللہ نے لگائی ہے: "وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ "{الِ عمران :85} آپ نے دیکھا آج کل بڑے بڑے مسالک اُٹھے ہیں۔ سب سے بڑا مسلک یہ ہے کہ Mysticim is all over تمام جادو گری تصوف میں شامل ہو گئی ہے۔ تمام مذاہب کا اپنا اپنا mysticism ہے۔ میوزک سے mysticism نکل رہا ہے۔ ناچ کود سے تصوف اچھل رہا ہے۔ ایسے عجیب و غریب تصوف کے رستے آ گئے کہ وہ اللہ کا قول تھا' فرمانِ مبارک تھا کہ ہم نے ساری کائنات کو یہ کہہ دیا' زمین و آسمان کو کہہ دیا "وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً "اب اگر تم میرے پاس بغیر اسلام کے کسی اور رستے پہ چل کے آئے "فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ" میں قبول نہیں کروں گا۔ I will not

accept any way and any other option. میں عبادت اور اخلاص کے رنگ میں اگر کسی چیز کو صاف ستھرا رستہ سمجھتا ہوں تو وہ دینِ اسلام ہے۔ کئی مرتبہ مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ If we are looking for God why be a Muslim? خدا تو ہر جگہ ملتا ہے۔ ہر قوم کا دعویٰ ہے' ہم سے خدا ملتا ہے۔ وہ راہبِ مقدس بیٹھا ہے۔ اس کو نہیں خدا ملتا۔ دعویٰ تو کرتا ہے کہ خدا ملتا ہے۔ ادھر یوگا کا پنڈت بیٹھا ہے' مہاویر کے Temple میں اس کو نہیں خدا مل رہا۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ خدا ملتا ہے۔ تبت مت کا لامہ کہتا ہے کہ خدا ملتا ہے۔ مگر وہاں خدا نہیں ملتا۔ ان کو خدا نہیں ملتا۔ Finality of judgement is not issued by us. ہم نہیں کہتے ہم چاہتے ہیں کہ سب مذاہب میں خدا مل جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ سب سکولوں سے خدا اُبھرے' نکلے' جھانکے' ہمارے سینوں پر ظہور کرے..... مگر نہیں ملتا۔ As one of the cause is کہ خدا اتنا rare ہو گیا ہے' اگر سات ارب انسان کو نہیں ملتا تو واقعی ہی نہیں ملتا۔ اور اگر کسی ایک شخص کو ملے گا تو صرف اسلام میں کیونکہ اس نے رستہ متعین کر دیا۔

مگر خواتین و حضرات! مسئلہ یہ ہے دیوبند موجود' بریلوی موجود' اہلِ حدیث موجود' کیا کیا خوبصورت فرقے موجود' اکابرین موجود' اصاغرین موجود' follower موجود' لشکر کے لشکر موجود' نظامِ اسلام کے داعین موجود' ایک بندۂ خدا غائب' ایک بندۂ خدا غائب۔ جب اوپر چڑھتے ہیں' دیکھو اہرام کی کوئی چوٹی بھی تو ہے۔ چلو یار عام مسجد میں نہ ملے، عام مدرسے میں نہ ملے ان مولوی صاحب سے نہ ملے۔ ان اکابر سے نہ ملے۔ کہیں تو یار خدا ملے۔ کتنے لوگ ہیں جوان سکولوں میں پڑھ کے نکلتے ہیں۔ اور کتنے لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہمیں خدا مل گیا؟ کیونکہ مذہب کا مقصد شریعت نہیں ہوتا۔ شریعت مذہب کی wastage ہے۔ یہ کان' (اپنے کان کے نچلے حصے کو چھوتے ہوئے) نیچے کو دیکھتے ہو۔ یہ wastage ہے۔ پرانے زمانوں سے چلی آتی ہے۔ ابھی تک موجود ہے۔ چینی کہتے ہیں۔ جس کی (کان کی لو) بڑی ہوتی ہے وہ عقلمند ہوتا ہے۔ ہر چیز کے ساتھ روایت وابستہ ہوتی ہے۔ خدا کے بندو! ہم نے مذہب شرع کے لیے نہیں قبول کیا۔ شرع ایک رستہ ہے' کم از کم زادِ راہ جسے تم لے کے منزل تک پہنچ جاؤ۔ یہ ہے شرع کی defination۔ کیا تم اسلام کی عبادت کو پا کر خدا تک پہنچ جاتے ہو؟ ربِ کعبہ کی قسم ہے' مجھے ذرا قسم کھا کے بتانا' تم میں سے کوئی خدا تک پہنچا ہے؟ کیا ان عبادات کے رنگ سے بزرگ

ہمارے بہت پکے نکلے تھے۔ بہت اچھے تھے۔ بہت جنت کے مسافر تھے۔ اللہ ان کو غریقِ جنت کرے۔ مگر خدا پانا ذرا different شے ہے۔ رستے میں رہ جانا اور بات ہے۔ چل تو رہے تھے مگر منزلِ مقصود تک پہنچنا بڑی مشکل بات ہے۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

وہ 'فروغِ وادیٔ سینا' کہیں نظر نہیں آتا۔ آپ کو پتہ ہے قرآن حکیم نے حضرت سلیمانؑ کے بارے میں کہا کہ حضرت سلیمانؑ بہت بڑے پیغمبر ہیں۔ ایسے پیغمبر ہیں کہ Comparing with Prophets "فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ" {سورۃ الانبیاء :79} ہم نے حضرت سلیمانؑ کو خصوصی فکر دی۔ خصوصی فہم دیا۔ تو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں جن نے کہا حکم دیں تو ملکہ بلقیس کا تخت آدھے دن میں پہنچا دوں۔ پھر کسی نے ساتھ سے کہا' وہ جو ساتھ سے کہا' اس کا نام آصف برخیہ تھا۔ انہوں نے کہا اے پیغمبرِ خدا اگر اجازت ہو تو میں پلک جھپکنے میں پہنچا دوں۔ پتہ ہے قرآن اسے کس طرح qualify کرتا ہے۔ وہ جسے کتاب کا علم حاصل تھا۔

خواتین و حضرات! یہ کتاب کا علم کدھر گیا؟ اتنے سارے عالم اتنے سارے مُلّا اتنے سارے اس کے نقاد اتنے سارے حفاظ' زمانہ بھرا ہے قارئین سے' یہ کتاب کا علم کہاں چلا گیا؟ لگتا ہے وہ کوئی اور کتاب پڑھتے تھے۔ جنابِ علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا آپ کے پاس کیا کوئی اضافی قرآن بھی ہے؟ کوئی زائد قرآن بھی تھا جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوا اور خصوصاً اہلِ بیت کو عطا ہوا؟ تو جناب علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ربِ کعبہ کی قسم ایک ایک حرف وہی' ایک ایک لفظ وہی' ایک ایک نقطہ وہی جو تم پڑھتے ہو۔ وہی قرآن ہے مگر یہ کہ ہمیں اللہ نے فہم زیادہ دیا ہے۔ ایسے ہی فہم والا ایک شخص تھا۔ خطبہ دے رہا تھا۔ بڑی دور کوئی چودہ پندرہ ہزار میل دور مسلمان جنگ لڑ رہے تھے۔ سپہ سالار کا نام تھا' نعیم بن ساریہؓ۔ فہم والے شخص نے بڑی دور سے دیکھا کہ مسلمان فوج گردش میں آرہی ہے۔ انہوں نے سوچا یہ تو تباہ ہو جائیں گے۔ اس صاحبِ خطبہ نے مدینہ سے آواز دی یا ساریہ! جبل اے نعیم بن ساریہؓ پہاڑ کو پشت پہ لو۔ نعیم بن ساریہؓ کہتے ہیں مجھے میدانِ جنگ میں امیر المومنین عمر بن خطابؓ کی آواز آئی' اے ساریہؓ پہاڑ کو پشت پہ لو۔ ہم پہاڑ کو نکل گئے اور ہمیں فتح نصیب ہوئی۔

ایک اور صحابی تھے۔تھوڑی بہت کتاب پڑھی ہوگی۔پورے حافظ بھی نہیں تھے۔اس وقت حفاظ تو پہلے کے حادثے میں شہید ہو گئے تھے۔چھوٹے سے تھے۔حضرت عقبہ بن نافعؓ ان کا نام تھا۔جنگ آ گئی۔میدانِ جنگ ایسا کہ سوائے گھنے جنگل کے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ایک جنگل جس میں اتنے درندے تھے کہ کوئی گزرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔عقبہ بن نافعؓ نے جائے نماز بچھائی اور آواز دی !اے درندو !اے پرندو !اے چرندو ! ہم اصحابِ رسول ﷺ ہیں ہم اللہ کے حکم سے اس جگہ آئے ہیں۔تم ہمارے لیے جنگل خالی کر دو۔اب بھی لیبیا میں اس جگہ نافعؓ ایئرپورٹ ہے' جہاں وہ اترے تھے۔اب وہاں سے پرندوں نے جگہ خالی کر دی۔اور Historians پتہ ہے کیا کہتے ہیں؟ Historians کہتے ہیں کہ صبح ایک عجیب وغریب نظارہ دیکھا گیا۔کہ درندے چرندے سارے اپنے بچوں کو منہ میں ڈالے ہوئے جنگل خالی کر رہے تھے۔عجیب سے لوگ تھے۔

اُدھر وہ صاحبِ حزبُ البحر کہ جن کی یہ تسبیح تھی: ''یا علی یا عظیم یا حلیم و یا علیم'' ۔حضرت علاء الحضرمیؓ حضر الموت کی فتح کے وقت اکیدر بن ناظم کی تلاش میں نکلے۔سامنے ایک بہت گہری جھیل آ گئی۔اکیدر بن ناظم جھیل کے دوسرے کنارے کھڑا دیکھ رہا تھا۔وہ اتنا خوش کھڑا تھا کہ بقولِ مؤرخین کے اس نے ہنسنا شروع کر دیا کہ اتنی بڑی جھیل! جھیل ہے' اتنا پانی ہے' اتنا سیلاب ہے' مسلمان پاگل ہیں۔یہ کیسے نکل کے آئیں گے؟ حضرت علاء الحضرمیؓ نے دیکھا تو انہوں نے کہا اچھا ہم اللہ کے نام پر اس میں گھوڑے ڈال دیتے ہیں۔بڑی گہری اور بڑی گھنی جھیل تھی۔لیکن مسلمان پلک جھپکتے ہوئے نکل گئے۔

جب اکیدر بن ناظم نے یہ منظر دیکھا تو وہ اتنا بوکھلا گیا۔اتنا بوکھلا گیا کہ اس سے چلا ہی نہیں گیا۔اس پہ سکتہ طاری ہو گیا کہ یہ کر کیا رہے ہیں؟ وہ اتنی بڑی جھیل کو عبور کر کے آ رہے ہیں۔ آج تک ان کی یہ تسبیح موجود ہے۔بڑا شوق ہے آپ لوگوں کو تسبیح کا' یہ حزب البحر کہلاتی ہے۔ پانیوں کی فاتح ہے یہ تسبیح: ''یا علی یا عظیم یا حلیم و یا علیم'' ۔یہ چار الفاظ کی تسبیح تھی۔ اس کے ساتھ ایک دعا تھی: ''بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ O وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ O وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ O'' زمین وآسمان میں

کوئی شے آپ کو گزند نہیں پہنچا سکتی۔ مگر ایک صحابی یہ دعا بہت پڑھتے تھے۔ ایک دن ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ تو جو صحابی ان کی عیادت کے لیے گئے' یا ان کے خیرِ عمل کے لیے گئے۔ تو انہوں نے کہا حضرت آپ یہ دعا بڑی پڑھتے تھے۔ کہنے لگے چپ رہو آج ہی بھول گیا تھا' اسی لیے ٹانگ ٹوٹ گئی۔ تو خدا کا رنگ دو چیزوں سے establish ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کے رنگ سے کوئی رنگ بہتر نہیں۔ مگر یہ رنگ ہی تو ہے: "قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ "{البقرہ:139} یہ رنگ اخلاص سے چڑھتا ہے۔ اس رنگ کا نام ہی اخلاص ہے۔ جب شیطان نے کہا اے پروردگار تیرے بندوں کو میں ہر طرح سے آزماؤں گا' اوپر سے' نیچے سے' دائیں سے' بائیں سے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں میں نے تیرے موافقین کا کچھ حصہ جہنم میں لکھ دیا ہے۔ تُو جن کو بہکائے گا' ان کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ مگر ایک بات یاد رکھنا کہ تُو قیامت تک ان لوگوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا' نہ ان کو گمراہ کر سکے گا' جن کے دل میں میرے لیے "إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ" {الصافات:160} کہ ایک ذرہ برابر اخلاص بھی جس کے دل میں میرے لیے قائم ہوگا تُو اس کو کبھی نہیں چھو سکے گا اور اس نے آخر میں میرے ساتھ ہی رہنا ہے۔

خواتین و حضرات! رنگ ایک کیفیت اور مزاج کو کہتے ہیں۔ بھئی کیا رنگ ہے' کیا حال ہے' کس موڈ میں ہو۔ ہر آدمی کسی نہ کسی رنگ میں چل رہا ہوتا ہے۔ رنگ ناقص بھی ہو سکتے ہیں۔ رنگ اچھے بھی ہو سکتے ہیں۔ کمزور بھی ہو سکتے ہیں رنگ' پکے بھی ہو سکتے ہیں۔ کسی پہ پکا رنگ چڑھا ہوتا ہے۔ کسی پہ کچا رنگ ہوتا ہے۔ آپ متلون المزاج کہتے ہو ناں یہ رنگوں کی بدلنے کی وجہ سے کہتے ہو۔ جب رنگ تیزی سے بدلنے شروع ہو جائیں' گرگٹ کی طرح تو ہم کہتے ہیں متلون المزاج ہے' اس کا کوئی رنگ ہی نہیں اس میں کوئی استقلال ہی نہیں ہے۔ یہ مستقل نہیں ہے۔ اس کی کوئی پختگی حال نہیں ہے۔ سیدنا شیخ سید ہجویرؒ جب خراسان کی پہاڑیوں سے گزرے تو انہوں نے فرمایا میں نے دیکھا کہ تین سو ساٹھ اولیاء ان پہاڑوں میں تھے۔ اپنے سفر (تکمیلِ شناختِ خداوند) کو طے کر رہے تھے۔ کچھ خوش مقام تھے۔ کچھ خوش نظر تھے۔ خوش حال تھے۔ خواتین و حضرات! ان سب کو اللہ کے رنگ کہتے ہیں۔ کچھ خوش مقام تھے' کچھ خوش حال تھے۔ خوش حال وہی ہوتے ہیں جو لاَ حَولَ ولا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ پہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ جب میں نے اپنا اختیار اپنا

عمل اپنا کردار شعور لاشعور سب کچھ اللہ کے حوالے کر دیا تو مجھے پھر کا ہے کی فکر رہی؟ پھر مجھے جزا ملے یا کچھ اور۔ مجھے کا ہے کی فکر رہی' جب میں نے کہہ دیا اے میرے پروردگار نہ میرا کوئی کام نہ میرا کوئی حوصلہ نہ میری قوت نہ میرا ارادہ' جو کچھ ہے تیرا ہے' تُو جیسے چاہے کر۔ رنگ صوفیاء میں بڑا پاپولر رہا تھا۔ ویسے آپ نے سنا ہوگا کہ

رنگ دے نظام' موہے رنگ دے

actually یہ جو صوفیاء ہیں یہ رنگ ساز ہوتے ہیں۔ اکثر بڑے بڑے کلرفل لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے پاس بڑے Colours ہوتے ہیں۔ رنگ باز نہیں کہتے' جیسے ہولی میں رنگ کھیلنا کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ رنگے جاتے ہیں۔ بعض لوگ رنگ لگانے والے ہوتے ہیں۔ جو بھی تلاشِ ربانی میں نکلتا ہے۔ کسی صوفی کی بیعت کرتا ہے۔ اب تو بیعت کینسل ہوگئی۔ کیونکہ اب صوفی نہیں رہا۔ بیعت کہاں رہنی تھی۔ تو جو بیعت کرنے والا ہے۔ ایک سودے پہ بیعت کرتا ہے۔ اِدھر صوفی ناقص سودا نہیں کرتے اور نہ ہی سستا بیچتے ہیں۔ سستا دیتے بھی نہیں۔ مولانا ظفر علی خان چلتے ہوئے خواجہ مہر علیؒ کے پاس چلے گئے۔ بڑے طنز یہ قسم کے فاسٹ جرنلسٹ تھے۔ آپ کو پتہ تو ہے ناں جرنلسٹ کیسے ہوتے ہیں۔ تو خواجہؒ سے کہنے لگے: میاں صاحب سوداگری مچا رکھی ہے یا دوکان سجا رکھی ہے؟ تو خواجہ صاحب نے کہا ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ بیچتے تو ہم بھی سودا ہیں مگر مال بڑا کھرا ہوتا ہے۔ خواتین وحضرات! بدقسمتی یہ ہوگئی کہ اب شکل وصورت تو بہت اچھی ہیں۔ مال سب کا ایسے ہی نمبر دو۔ فرق یہ پڑ گیا تصوف میں' اب شکل وصورت ٹھیک مگر حال سارا نمبر دو۔ تو یہ ایک سودے بازی ہے کہ جب بیعت کرنا چاہتے تھے تو مرشد کہتے تھے کس رنگ میں بیعت کروں اس کو؟ مرشد پوچھتے تھے تکلیف کیا ہے خدا کی طرف آنے کی؟ first choice کے طور پر بھئی تم اس رنگ میں رنگے جانے کی کوشش کر رہے ہو؟ دیوانے ہو پاگل ہو؟ کیا چاہ رہے ہو ہم سے؟ کیوں یہ کوشش کر رہے ہو؟ وہ اگلے کا جواب کچھ ایسا ہوتا' اچھا جی اگلے ہفتے آجاؤں گا۔ پھر آجاؤں گا کبھی۔ پھر اس دن مل لیں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا بڑا انتظار کروایا' پھر کہیں جا کے حاضری نصیب ہوئی۔ fact یہ ہے کہ خلق کو بلا سے صوفیاء بچانا چاہتے تھے۔ یہ ذمہ داری ہے کہ میاں اگر ایسے رنگ میں رنگے گئے تو پھر بنے گا کیا؟ اصل میں رنگ جب زیادہ چڑھ جائے تو جذب پیدا ہو جاتا ہے۔ جب استاد بڑا نہ ہو تو رنگ معقول نہیں ہوتا۔ excessive

colours آ جاتے ہیں۔ جب excessive colours آ جائیں گے تو بندے گھر بار چھوڑ دیں گے۔ درختوں کی چھاؤں کی بجائے پہاڑوں کی چوٹیاں ڈھونڈیں گے۔ برف زاروں میں سفر کریں گے۔ تکلیف دیں گے اپنے آپ کو' پھر کہیں سال ہا سال بعد لوٹیں گے۔ جب شکل و صورت بھی نظر نہیں آئے گی۔ پھر رنگ ان کے نمایاں ہوں گے۔

مگر خواتین و حضرات! ہم نے استاد محمد بن احمد الغزالی کو پڑھا ہے۔ غزالیؒ اپنے وقت کا مجدد بھی ہے۔ قطب الاقطاب بھی ہے۔ فلاسفر بھی ہے۔ دانشور بھی ہے۔ عالمِ اسلام کا بہت بڑا ایک منطقی جنگجو بھی ہے جس نے فلسفۂ یونان کو شکست دی۔ ردِ فلاسفی پہ کتاب (تہافتہ الفلاسفہ) لکھی اور اور اس وقت کے زوالِ مسلم کو روکا۔ ذہنی افلاس کو روکا۔ وہ حجتہ الاسلام محمد بن احمد غزالیؒ تھے۔ تو ان کے بارے میں ذرا رنگ چڑھنے کی بات سن لیں۔ کہ مدرسۂ نظامیہ میں جو آج کل کورس پڑھائے جاتے ہیں وہ وہیں سے چلے۔ بغداد کے مدرسوں سے چلے۔ تو وہ پڑھانے آتے تو ان کے بازو چڑھے ہوتے تھے۔ منہ سے کف نکل رہی ہوتی تھی۔ مؤرخ ابن جوزی کہتے ہیں کہ جب وہ نکلتے تو زبانِ حال سے کہہ رہے ہوتے تھے..... ہے کوئی بحث کرنے والا؟ ہے کسی کی ہمت کہ میرے سامنے بولے؟ جس کو زعم ہو تو آئے مجھ سے پیچ ڈالے' آؤ میں پیچ ڈالوں۔ پھر کہتے ہیں کہ زبان بند ہوگئی۔ تین مہینے کے لیے زبان بند ہوگئی۔ صدارتِ نظامیہ چھوڑی' بحر و بر چھوڑے' گھر بار چھوڑا۔ .Everyday things he lost ابنِ جوزی نے ایک بات بڑی مخصوص لکھی کہ امام کا لبادہ پانچ سو دینار کا ہوتا تھا۔ آج کے حساب سے دینار کی قیمت لگاؤ کہ پانچ سو دینار کتنے ہوتے ہیں۔ اور اس وقت کے دیکھو۔ یعنی کم از کم calculate کرو تو پندرہ بیس لاکھ کا تو لبادہ پہنا ہوتا تھا۔ پھر غائب ہوگئے۔

دس سال کے بعد امام واپس بغداد آئے۔ بقول مؤرخین کے جو اس وقت بھی زندہ تھے' کہا کہ حال یہ تھا جب امام نکلتے تھے مدرسہ نظامیہ کے صدر کے طور پہ تو لوگ پیچھے پیچھے ہٹ جاتے تھے کہ ان کے منہ آنا تو بے عزتی کرانے کے مترادف ہے۔ یہ تو کسی عالم کو چھوڑے گا نہیں۔ کسی دیندار کو نہیں چھوڑے گا۔ یہ تو وہ متکبر عالم ہے' جس کے ہاتھ سے بچتا کوئی نہیں۔ مگر جب واپس

لوٹے دس سال کے بعد ایک لوٹیا بغل میں تھی' پانی والی' ایک کھڑاؤں سی پہنی ہوئی' پورا لباس ڈیڑھ اور اڑھائی درہم میں ملتا تھا۔ درہم کو آپ جانتے ہیں۔ اس وقت کے دو اڑھائی روپے کا ایک درہم مگر ایک لاکھ مخلوق استقبال کرنے آئی ہوئی تھی۔ اور سب امام کے پاؤں چھونے اور خاک لینے آئی ہوئی تھی۔ رنگ کی بات ہے۔ ایک وہ رنگ تھا۔ ایک یہ رنگ تھا۔ بعض لوگ رنگ سے تھوڑا آگے بڑھ جاتے ہیں۔ وہ رنگ کی بجائے قد سے پہچانے جاتے ہیں۔ قد والا بڑا مزاج شناس ہوتا ہے۔ چاہے ایسے رہے یا ویسے رہے۔ یہ لباس پہنے یا وہ لباس پہنے۔ اس کی آنکھ بڑی شاطر ہوتی ہے۔ اسی لیے شاعر کہتا ہے:

بہر رنگِ کہ خواہی جامہ بر پوش

کہ تو چاہے کوئی لباس پہن لے' کوئی انداز اختیار کرلے' کسی بھی رنگ میں آ۔

من اندازِ قدت را می شناسم

میں تجھے تیرے قد و قامت سے پہچان لوں گا۔ میں تیرے انداز سے پہچان لوں گا۔

جب آپ اللہ کی باتیں کرتے ہو۔ اللہ نظر نہیں آتا۔ ظاہر ہے وہ ایسا محبوب نہیں ہے کہ جس کی صورت اور شکل سے آپ اسے یاد کرو۔ وہ ایسے نہیں ہے۔ آپ کو پھر اس کی صفات سے اس کی شکل کو استوار کرنا ہوتا ہے۔ اس کی صفات سے "فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا" {الروم:12} ہم نے تمہیں اپنی عادات پہ پیدا کیا۔ ہم نے اپنی صفات پہ انسان کو پیدا کیا۔ ننانوے صفات انسان کی ہیں۔ چار ہزار سے زیادہ صفات اللہ کی ہیں۔ مختصر کر کے ننانوے ہوئی ہیں۔ اگر آپ نے خدا کے رنگ میں رنگا جانا ہے تو پھر آپ کی کش مکش' جیسے انگریزی میں کہتے ہیں identification' اس کے لیے ہو۔ آپ نے سنا تو ہوگا ''فنافی الشیخ''، ''فنافی الرسول''، ''فنافی اللہ'' پہلے شیخ کا رنگ۔ پھر رسولؐ کا رنگ۔ پھر اللہ کا رنگ۔ شیخ کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟ ابھی آپ دیکھو سب لوگوں نے کرتے بھی عمران خان صاحب کے رنگ کے پہنے ہوتے ہیں۔ ادھر سے کسی نے نواز شریف کے جھنڈے پہنے ہوتے ہیں۔ رنگے گئے ناں سارے۔ آپ کسی مرشد کے درویش کو دیکھ لو۔ وہ بھی مرشد کی طرح نظر آتا ہے' اسی طرح کی پگڑی باندھی ہوتی ہے۔ مرشد کی

طرح کا اندازِ زندگی ہوتا ہے۔ اتفاق سے خواجہ امیر خسرو اپنے مرشد جناب نظام الدینؒ سے ملنے کہیں اندر گئے۔ اور دیکھا کہ خواجہ بزرگ جو ہیں حضرت نظام جو ہیں ان کی ٹوپی تھوڑی سی ٹیڑھی ہے۔ ٹوپی تھوڑی سی ٹیڑھی پہن رکھی ہے۔ باہر نکلے اپنی ٹوپی ٹیڑھی کر لی۔ مخلوق نے دیکھا۔ انہوں نے کہا یہ کیا چکر ہے؟ آج خسرو کی ٹوپی ٹیڑھی ہے۔ انہوں نے کہا شاید کوئی الٰہیاتی حکم آ گیا ہے۔ لوگوں نے بھی ٹوپی ٹیڑھی کر لی۔ دیکھتے دیکھتے سارے دہلی کی ٹوپیاں ٹیڑھی ہو گئیں۔ آخر کسی نے کہا یار چکر کیا ہے؟ بانکے میاں یہ ٹوپی کیوں ٹیڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں کیا پتہ؟ اس سے پوچھ لو۔ ادھر سے پوچھا کہ میاں آپ کی ٹوپی ٹیڑھی کیوں ہے؟ کہا ہمیں نہیں پتہ پیچھے سے پوچھ لو۔ چلتے چلتے آواز آئی کہ میاں خواجہ امیر خسرو سے پوچھو کہ یہ ٹوپی کیوں ٹیڑھی ہے۔ خسرو نے کہا دیکھو یار مجھے تو کوئی پرابلم ہی نہیں تھا۔ میں اندر مرشد کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت کی ٹوپی ٹیڑھی تھی۔ میں تو اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگنا چاہتا تھا۔ تو میں نے:

من قبلہ راست کردم بہ طرفِ کجکلا ہے

میں تو بھی اپنا قبلہ درست کر رہا تھا۔ میں نے شیخ کی ٹوپی ٹیڑھی دیکھی۔ میں اس انداز کو ایسے معمولی تو نہیں لے سکتا تھا۔ میں نے سوچا آج کوئی خاص بات ہے۔ آج شیخ نے ٹوپی ٹیڑھی کی ہے۔ میں نے بھی کر دی۔ تم لوگ پاگل ہو۔ تم نے میری نقل پہ ٹوپی ٹیڑھی کر لی۔ تو رنگ اس قسم کی بلا ہوتا ہے۔ رنگ فیشن کی طرح ہوتا ہے۔ آگ کی طرح پھیلتا ہے۔ دیکھو آپ کتنا خواتین کو ڈراتے تھے۔ مردوں کی منتیں کر رہے تھے۔ اہلِ حدیث والے کہتے: خدا کیلئے پائینچے ٹخنوں سے اوپر کر لو۔ انہوں نے کہا یار کیا فائدہ کرنے کا' گر جاتے ہیں نیچے۔ ہم تو ابو بکر صدیقؓ کے کام کے بندے ہیں۔ صدیق اکبرؓ تہبند باندھتے تھے۔ ان کا تہبند ذرا نیچے ہوتا تھا' پاؤں کے۔ تو جب یہ حدیث آئی کہ ذرا اوپر ٹخنے رکھا کرو۔ تو ابو بکر صدیقؓ کو بڑا صدمہ ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ (پوشاک) میرے ٹخنے سے نیچے گر جاتی ہے۔ فرمایا! صدیقؓ تیرے لیے نہیں ہے۔ یہ (حکم) تیرے لیے نہیں ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اگر سندھ والا ایک سردار جو ہے چالیس گز کی شلوار پہنے گا۔ اس کے لیے تو یہ حکم ہے۔ او میاں تُو کپڑا جو اتنا ضائع کر رہا ہے' تیرے دس بھائی اس سے

ڈھانپے جاسکتے ہیں۔مگراس کے لیےنہیں جوغرورنہیں کررہا۔جب لباس تکبر کانشان ہوجائے گاتو اس کے لیےتو وہ حدیث ہے۔مگراس کے لیےنہیں ہے جوتکبرنہیں کررہا۔ڈھیلا ڈھالا' دبلا پتلا بندہ ویسے بھی چاہےاوپر باندھ لے۔شلوار پھر نیچے چلی جاتی ہے۔اس کے پاؤں میں ہی جانی ہوتی ہے۔

اہلِ حدیث دیکھو بیچارے تھک گئے' پائینچے اونچے کراکرا کے۔لوگ اتنے گئے گزرے ہوگئے۔انہوں نے اور نیچے باندھنا شروع کردیں۔بدشکل ہوگئے' اس ہدایت کے باوجود۔وہ اوپر باندھتے لیکن پھر بھی شلواریں ٹخنے سے نیچے آجاتیں۔ایک فیشن آگیا۔پتہ ہے فیشن آگیا۔ فیشن کیا آیا کہ voluntarily مردتو مردعورتوں نے بھی پائینچے اوپر کرلیے۔یہ رنگ ہوتا ہے۔ رنگ اصل میں یہ ہوتا ہے۔یہ جومحبوبیت کارنگ ہوتا ہے۔جس میں آپ چوائس بنالیتے ہو۔پھر آپ کو قطعاً ضروری نہیں۔یہ دل کا! That's what you like, that's what you really appreciate, these are the colours. اب بات سنو جب آپ مغرب میں جاؤ۔وہاں دوکلر پائے جاتے ہیں۔تیسرا کلرنہیں پایا جاتا۔ساری فلمیں دیکھ لو ساری colours of money کے گردگھومتی ہیں۔بڑی بڑی فلمیں اس موضوع پر بنی ہیں۔ colours of money تیسرا کلر ہی نہیں دیکھا گیا۔ایک اور بھی colour تھا۔ colour of women, colour of men یعنی شخصیت اور مال کے سوا تیسرا رنگ ہی نہیں پایا جاتا۔آپ کہاں اخلاص ڈھونڈنے جاتے ہیں؟ بڑے بڑے لوگ ادھر گئے اور سوچا وہاں کچھ اخلاص مل جائے۔جب تیسرا رنگ ہی کوئی نہیں تو کہاں سے ملے گا؟ جب ان کا تصوف کوئی نہیں۔ جب رہبرِ تصوف کوئی نہیں۔جب رنگ والا مرشد کوئی نہیں تو وہ کہاں سے رنگ پائیں گے؟ رنگ ہی کوئی نہیں۔افلاسِ کلر ہے ہرطرف۔

ابھی ہمارے ہاں بھی رنگوں کی پرستش کرنے والے بڑے لوگ ہیں۔سلسلۂ عظیمیہ کے لوگ بھی ہے۔رنگ ہی رنگ ان میں ہوتے ہیں۔دوسرے ہمارے ہاں' انوار' کے رنگ ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں تعلیم تھوڑی سی کم ہوتی ہے' تھوڑی سی۔اب دیکھو کب سے

تعلیم چلی آتی ہے۔ہم نے بچپن میں کہیں پڑھا تھا۔آپ لوگوں نے بھی پڑھا ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ روشنی کے سات رنگ ہیں۔ بھائی درویشوں کی تعلیم تھوڑی سی تو بہتر ہونی چاہیے۔تھوڑا علم زیادہ ہونا چاہیے۔اب وہ سات رنگ اب تک سات ہی چلے آتے ہیں۔سائنسدانوں نے دو اور بھی ڈسکور کر لیے۔ultraviolet discover کر لیا infrared discover کر لیا۔ مگر جو یہ درویشی کے سلسلے ہیں ان میں وہی پرانے سات رنگ ہیں۔خدا کے بندو! تمہیں اتنی تعلیم آگے نہیں ملی کہ اب سات کی بجائے نو رنگوں میں اپنے تصوف کی بنیاد رکھ لو۔ یہ نہیں فلسفہ دیا تم نے؟ یہ دانشوری نہیں دی؟ تو خدا کا رنگ تو ذرا علم کا رنگ ہے۔تعلیم کا رنگ ہے۔

دیکھو خدا صفت سے پہچانا جاتا ہے۔ خدا انسانوں کا ایک نقشہ دکھاتا ہے۔ The colour of the person, the colour of the personality....."Hazrat Muhammad PBUH" کیا رنگ نکلتا ہے حدیث سے؟ ذرا سوچ کے بتاؤ۔ پوری حدیث پڑھ کے اللہ کے رسول ﷺ کا کیا رنگ نکلتا ہے؟ اگر آپ صحاحِ ستہ پڑھ لیں۔ بخاری اور مسلم کو ناطق کر دیں۔ابن ماجہ پڑھ لیں۔سنن امام احمد بن حنبلؒ پڑھ لیں۔ترمذی پڑھ لیں اور اس کے علاوہ بے شمار احادیث کے اقوال پڑھ لیں۔ ھمام بن منبہ پڑھ لیں۔کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ تمام احادیثِ رسول ﷺ کا رنگ کیا نکلتا ہے؟ آپ شاید نہ نکال سکو۔شاید آپ کے لیے مشکل ہو جائے گی۔مگر اللہ نے نکالا۔اپنے محبوب کا رنگ اس نے نکال دیا۔اس نے قرآن میں آپ کو نکال کے دے دیا۔کہ یہ میرا پیغمبر تمہاری فلاح و بہبود پہ بڑا حریص ہے "حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ" {التوبہ:128} اتنا حریص ہے۔حریص تو ایک لالچ کا لفظ ہے، یعنی اتنی زیادہ تم سے محبت رکھتا ہے، اپنی امت سے اتنا خلوص اور پیار رکھتا ہے کہ اسے کسی نارمل لفظ سے explain کیا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ نہیں کہا کہ بہت محبت ہے، بہت زیادہ محبت رکھتا ہے۔نہیں! maximum بھی نہیں کہا۔ یہ تو اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔اس کو تو صرف ایک negative لفظ سے ہی ہم بیان کر سکتے ہیں اور negative کیا؟ "حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ" اتنی شدت ہے آپ کے لیے اس کی محبت میں۔اور کلر کیا نکالا؟ اس کا رسول ﷺ رؤف ہے اور رحیم

ہے۔حضورﷺ کی شخصیت کا اللہ نے کلر کیا نکالا؟ اس کا رسول ﷺ رؤف اور رحیم ہے۔اور اپنا رنگ کیا نکالا؟ کہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" میں بھی رحمٰن ورحیم ہوں۔جب اللہ رحمٰن و رحیم ہے اور اس کا رسول ﷺ رؤف ورحیم ہے تو تم کون سے جبر کی باتیں کر رہے ہو؟ کون سے ظلم کی باتیں کرتے ہو؟ کون سی جہنم کی باتیں کرتے ہو؟ خدا کا خوف کیا کرو۔

''جس نے دل سے ایک مرتبہ، جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا اس پہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ حرام ہوگئی، ہمیشہ کے لیے۔''

''جس کی آنکھ سے اللہ کے لیے ایک آنسو نکلا۔اور وہ مکھی کے سر جتنا ہوا، اور ڈھلک کر اس کے رخسار تک آ گیا۔اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی۔''

ارے نیک بختو! تم کس خوف کے مارے ہوئے ہو؟ کس خوف کے؟ تمہیں اللہ کا خوف ہے؟ تم اس کا رنگ ہی نہیں جانتے۔تم نے اللہ کو مانا کیا ہے؟ آپ تو اس کا رنگ ہی نہیں جانتے۔اس ''رحمان ورحیم وکریم'' کا رنگ ہی نہیں جانتے۔آپ اس ''حلیم'' کا رنگ نہیں جانتے۔''عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ'' کا رنگ نہیں جانتے۔وہ بار بار آپ کو کہہ رہا ہے۔یار کس نے تمہیں کہہ دیا کہ میرا غضب مجھ پہ غالب ہے؟ کس نے کہہ دیا تمہیں کہ میں اتنا سخت ہوں۔جب تمہاری خطائیں count کر کے تمہیں کہہ رہا ہے "قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ" گناہ کیے۔بہت کیے۔بے حساب کیے۔بقولِ حدیث اتنے کیے کہ زمین سے نکل کر آسمان تک ڈھیر پہنچتا تھا۔اس عفونت کا جو ہمارے باطن میں موجود ہوتا ہے۔ہمیں کیا افسوس ہوگا؟ تمہیں پتہ ہے خدا تقویٰ سے کتنی کراہت رکھتا ہے؟ ہم اسے تقویٰ تقویٰ کہہ رہے ہوتے ہیں۔خدا کیا کہتا ہے؟" فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ "{نجم:32} مت کہو اپنے آپ کو پاک باز۔بڑی بیبیاں پاک باز بنتی ہیں۔بڑے مرد اپنے لمبے چوڑے لبادوں میں پاک باز بنے پھرتے ہیں۔ان کا کیا کام ہے مذہب کے ساتھ؟ یہ گناہگاروں کا مذہب ہے۔یہ کوئی تقویٰ والوں کو کیا کہتے ہیں۔قرآن کہتا ہے" فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ "{نجم:32} اپنے آپ کو پاک باز مت کہو۔کیا طنز کیا ہے۔اس نے "هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى"{نجم:32} میں جانتا

ہوں تم کتنے پاک باز ہو۔ کہنے کا انداز دیکھیے جیسے کوئی کڑی آنکھ سے' کڑی آنکھ سے کوئی محتسب اگلے کی کمزوریاں سب جانتا ہو اور اس کے دعوٰیٔ تقویٰ پہ نظر رکھتا ہو۔ اور کہے "هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى" {نجم:32} میں جانتا ہوں تم کتنے متقی ہو۔ مگر جو اس نے ends بتائے ہیں۔ watch کرنے کو' یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہتا ہے دیکھو یار کوئی تم زیادہ سے زیادہ متقی بننے کی کوشش نہ کرو۔ Please don't try to dodge me جو کچھ ہو صاف صاف بیان کرو' جیسے حضرت یونسؑ نے کہہ دیا تھا: "فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ" {انبیاء:87} صاف صاف کہا تھا۔ کوئی پیچ نہیں کوئی پیچ نہیں۔ سادہ سا کلام تھا۔ ایک مخلص انسان کا ایک چھوٹا سا اعتراف تھا۔ اے پروردگار تو پاک صاف ہے۔ غلطی سے مبرّا تُو ہے' میں تو نہیں ہوں۔ میں تو خطا کار ہوں۔ مجھ میں ایک گنجائش خطا کی موجود تھی۔ میں نے کر دی. I am sorry کہا ہم نے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اس سے نجات دی "وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ" {انبیاء:88} اسی طرح ہر مومن کو نجات دیں گے۔ آج بھی تم اگر پڑھو گے۔ سادہ لفظوں میں' اختصار والے لفظوں میں (تو ہم نجات دیں گے)۔ یہ کیا اگر بتیاں جلا کے ڈیڑھ لاکھ پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں؟ سادہ سے لفظ' سادہ اخلاص' محبت۔ ادھر ہم نے اتنی دریاں کمرے میں بچھائی ہوتی ہیں۔ اوپر سے اگر بتیاں بھی پندرہ سولہ' ہر جگہ لگی ہوتی ہیں۔ جب اس کمرے سے گزرو تو سر چکرا جاتا ہے' جس میں آیتِ کریمہ پڑھی جاتی ہے۔ پتہ نہیں خواتین کی ہمت ہوتی ہے' بیچ میں بیٹھے رہنے کی۔ کیا حضرت یونسؑ نے اس طریقے سے پڑھی تھی؟ کیا یہ رنگ ہوتا ہے انسان کے اخلاص کے ٹیسٹ کا؟ اس شخص کو دیکھو جو مچھلی کے پیٹ میں سے نکلا۔ ابھی بڑے عالم اُٹھیں گے' جناب قادری جیسے اور کہیں گے کہ اندر interior decoration کے لیے فرشتے موجود تھے' مچھلی کے پیٹ میں۔

آج کل کے لوگ غیر معمولی مذہبی کیفیات پیدا کرنے کے لیے پاگل ہوتے ہیں' غیر معمولی مذہبی کیفیات۔ یار بات سنو جو بھی مذہب کے نام پہ اُٹھے گا۔ خدا اور رسول ﷺ کی بات کرے گا۔ تم کہو گے باتیں تو اچھی کر رہا ہے۔ تم تو یہی کہو گے باتیں تو اچھی کر رہا ہے؟ مگر وہ فراڈ

ہو گا یا صحیح ہو گا؟ سارے باتیں تو اللہ رسول ﷺ کی کریں گے۔ وہ غیر مذہبی بات تو نہیں کریں گے۔ پھر آپ کا کام کیا رہ جاتا ہے؟ کہ decipher تو کرو کون اچھا ہے؟ کون شیطان کے رنگ میں ہے؟ کون رحمٰن کے رنگ میں ہے؟ آپ کو میں ایک دو باتیں بتا دوں۔ دیکھو یار آج پندرہ سو برس گزرے ہیں۔ ان پندرہ سو برسوں میں بڑے بڑے مسلمان علماء گزرے۔ بڑے بڑے مسلمان حکمرانوں کو دیکھا۔ جن کو ہم عالمِ اسلام کے مسلم لیڈر کہتے ہیں۔ Do you think they know God? وہ خدا جس نے اپنے پیغمبر سے کہا تھا۔ جب message آنا رک گئے تو حضور ﷺ پہاڑ پہ چڑھے۔ دل چاہا کہ میں اس پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا دوں تو جبرائیل امین حاضر ہوئے۔ اور یہ آیت آئی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو اللہ نے نہ چھوڑا نہ ترک کیا۔ آیت آئی کہ جب کسی سے کوئی وعدہ کریں تو انشاءاللہ کہہ لیا کریں۔ اور اگر اس وقت نہ یاد رہے تو بعد میں کہہ لیا کریں۔ وہ اللہ جو اپنے رسول ﷺ کے ایک انشاءاللہ کہنے کے لیے اتنا سخت سبق اتار رہا ہے۔ ایک انشاءاللہ کہنے کے لیے۔ آپ کیا خدا کے بغیر انقلاب لانا چاہتے ہو۔ کیا غیر معقول ہیں یہ لوگ' ان سے تو وہ بہتر ہیں جو باہر بیٹھے ہوئے کہ No body can bring a revolution the time of which is not come. اب وہ انقلاب کیا ہے؟ دیکھو! ذرا سنو! زمانے میں دو proletariat انقلاب آئے۔ صرف دو۔ ایک French revolution ایک Russian revolution' انقلابِ فرانس کے بارے میں دو باتیں کنفرم ہیں۔ جو صبح جج ہوتے تھے شام کو Guillotine کے ذریعے ان کی گردنیں کاٹ دی جاتی تھیں۔ Guillotine کے بارے میں آپ جانتے ہیں' اوپر سے گردن کاٹنے والی مشین۔ صبح جو بھی جج ہوتے' جو لوگوں کے فیصلے سناتے تھے۔ شام کو ان کی گردنیں کاٹ دی جاتی تھیں۔ تین سے چھ مہینے یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس انقلابِ فرانس کو سب سے بڑا خونی انقلاب کہتے ہیں۔ مگر end کیا ہوا اس انقلاب کا؟ پتہ ہے آپ کو؟ end بڑا مزیدار تھا کہ One of the best proletariat revolutions gave birth to one of the worst imperialism in France. اس بہترین جمہوری انقلاب

نے دنیا کا بدترین سے بدترین شہنشاہی نظام تخلیق کیا۔ یعنی غریبوں کے انقلاب نے بالآخر سارا کچھ اُٹھا کے Napoléon Bonaparte کو پکڑا دیا۔ جس نے اپنے آپ کو Emperor of France declare کر دیا۔ یہ ہے اس بدترین عمومی جمہوری انقلاب کا نتیجہ۔ اور دوسرا روس کا انقلاب۔ ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے اس نظام کی بربادی دیکھی۔ ناشکرگزار ساتھا' شروع سے۔

دیکھو اللہ کے رنگ کی بات ہو رہی ہے۔ ذرا سننا' جو خدا کے بغیر رنگ پیدا ہوتے ہیں' جو اللہ کے رسول ﷺ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں' اس میں تو یہ پیدا ہوا ہے انقلابِ فرانس اور دوسرا انقلابِ روس۔ مگر ذرا غور کریں' جو انقلاب اللہ لایا تھا۔ جو انقلاب رسول اللہ ﷺ لائے تھے۔ اس کی وجہ سے ایک بادشاہ عجیب وغریب ہندوستان میں گزرا۔ Karl Marx تو کہتا ہے کہ It's a battle of the haves and haves not. سارا انقلاب جس کے پاس "نہیں ہے کچھ" اس نے "جس کے پاس ہے" والے کے ساتھ لڑتے ہی رہنا ہے۔ یہ Marxian philosophy کی اپروچ ہے کہ غریب نے امیر سے لڑنا ہی لڑنا ہے۔ یہ اس کا اصل فلسفہ تھا۔ اس کے پیچھے ایک اور فلاسفی تھی۔ اس کو Hegelian dialectics thesis کہتے ہیں۔ ہیگل نے خیالاتی جدلیات کا نظریہ پیش کیا۔ خیال پیدا ہوتا ہے۔ اس کا ردِ خیال پیدا ہوتا ہے۔ پھر دونوں خیال لڑتے ہیں۔ جیسے دو مذہبی گروپ لڑ پڑے۔ ایک خیال کے دوسرے خیال کے لڑ پڑے۔ پھر آخر لڑتے لڑتے جب تھک کے' مر کے صلح کر لیتے ہیں' پھر تھوڑے سے اصول ان کے زندہ' تھوڑے سے اصول ان کے زندہ' آخر میں سارے انسانوں نے صلح ہی کرنی ہوتی ہے۔ اور کسی کے ساتھ نہیں تو موت کے ساتھ ضرور صلح کرتے ہیں۔ اس کو synthesis کہتے ہیں۔ اب انقلابِ روس شروع ہوا تو سب سے بڑا انقلابی روسی' بہت کم لوگوں نے اس کا نام سنا ہوگا۔ جو اصل رشین انقلاب کا بانی ہے۔ اس کا نام بڑے کم لوگوں نے سنا ہوگا۔ اس کو Leon Trotsky کہتے ہیں Bolshevik army کا بانی تھا۔ سب سے پہلا کام جو نئے رشین انقلاب نے کیا' وہ اپنے ہی ایک معزز ترین بانی کا سر ہتھوڑے سے کچل دیا۔ آپ نے ہتھوڑا

گروپ سنا ہوگا۔(یہ ہتھوڑا) سب سے پہلے رشین انقلاب کے بانی Leon Trotsky پہ آزمایا اور اس کو پراگ میں ہتھوڑے سے کچل دیا۔

اب اس قسم کے negative انقلاب کتنی دیر رہتے ہیں۔اُدھر عمر دیکھو زندگی دیکھو اس نظریے کی اس رنگ کی جو آج تک چلا آ رہا ہے۔جو مجھ تک' آپ تک بھی چھینٹے پہنچا رہا ہے۔ اللہ کے رنگ اور محمد رسول ﷺ کے رنگ کے چھینٹے اب تک پہنچ رہے ہیں۔ہم اگر نہ بھی مخلص ہوں' یہ تو دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔مومن ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔کیونکہ یہ judgement ہمارے پاس نہیں ہے۔یہ ججمنٹ اللہ کے پاس ہے۔but still اس رنگ کی محبت اور جھلک جو آج تک پہنچ رہی ہے۔ستر سال بعد Karl Marx کا نظام ہی ختم ہو گیا' بیچارے کا' صرف ستر سال بعد۔اور وہ بھی لڑ بھڑ کے مسلمانوں کے اَن پڑھ ترین طبقے کے ہاتھوں ختم ہو گیا۔یہ رنگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔کیونکہ ان کی تسلی نہیں ہوتی۔'کلر چینج' ایک مسلک بنا ہوتا ہے۔مگر جن کو اصلی رنگ چاہیے۔وہ ہر صورت کوئی قربِ مدینہ کی خواہش کرتے ہیں۔کوئی مکہ کے طواف کی فکر کرتے ہیں۔

چوں آں مرغ کہ در صحرا سرِ شام
کشائید پر بہ فکرِ آشیانہ

لگتے تو مسلمان ہیں' پلے کچھ بھی نہیں ہوتا۔کوئی لوٹا مصلاّ اُٹھایا' بیوی کو گھورا..... 'کہ بہت بدتمیز ہوتی جا رہی ہو' بچوں کو ڈانٹ پھٹکار شروع کر دی۔نماز ہی نہیں پڑھتے کم بخت۔بھلا اس عمر میں تم نے پڑھی تھی؟ سال ہا سال گئے۔اپنے شوق ختم ہو گئے۔دوسروں کے شوق پہ حدود لگا دیں۔کوئی طریقہ ہے یار مسلمان ہونے کا؟ ہے کوئی رنگ ڈھنگ؟ بھائی کم از کم ان کو اپنی جیسی زندگی تو جینے دو۔یہ کیا ہوا کہ ساری غیرتیں عمرِ آخر میں جاگ پڑتی ہیں۔کہ بچے یہ نہ کریں' بچے وہ نہ کریں۔بچے بدتمیز ہو گئے ہیں۔بچے بے تحاشا پڑھ گئے ہیں۔یہ کون سا رنگ ہے؟ تم اللہ کو مانتے ہو' تم مقدر کو مانتے ہو' تم تقدیر کو مانتے ہو' خدا خدا کرتے ہو اور بچہ اگر ایک جماعت میں فیل ہو جائے تو ساری خدائی بھول جاتے ہو۔ماں پاگل ہو رہی ہے' بچہ پڑھ نہیں رہا۔بھئی اگر چھ بچے

ہیں اور ایک بچے کی تعلیم اللہ نے میٹرک لکھی ہے اور ایک کی پوسٹ گریجویٹ لکھی ہے تو تم اس کو روک لو گے؟ وہاں آپ مقدر کے قائل کیوں نہیں ہوتے؟ یعنی with best of his effort اگر کوئی کمی ہے۔ کیا پاگل پن ہے' پہلے کیا تھا؟ پہلے بچہ First top position پہ تھا۔ اب کیا ہوا؟ Second top position پہ آ گیا ہے۔ اب کوئی بڑی بات ہو گی۔ اس وجہ سے وہ کیا ٹینشن تم لوگوں نے سوار کی ہے' بچوں کے بارے میں' بڑوں کے بارے میں' بیٹوں کے بارے میں۔ ہر جگہ آپ لوگوں کی ذرا سی خامی برداشت نہیں کرتے۔ This is what you are not involved into God, I am telling you. اس لیے کہ آپ خدا بھولے ہوئے ہو۔ آپ مقدرات بھولے ہوئے ہو۔ آپ اپنے آپ کو حاکم سمجھتے ہو ہر اس تقدیر کا جو آپ کے غلبے میں آتی ہے۔ آپ منتقم ہو جاتے ہو۔ آپ لوگوں سے بدلہ لیتے ہو۔ آپ لوگوں کے مال و اسباب کو چھینتے ہو۔ آپ ہی لوگوں کی جانیں قبض کرتے ہو۔ خدا کہاں؟

بٹھا کر عرش پہ رکھا ہے تم نے اے واعظ
خدا ہی کیا ہے جو بندوں سے اعراض کرے

یہ وہ رنگ ہے جو آپ کو ہر صورت اخلاص کی وجہ سے اپنے دل میں پیدا کرنا ہے' ہر صورت میں ضروری ہے۔ یہ اخلاص نہیں ہو گا تو آپ کبھی خدا اور خدا کا رنگ نہیں پا سکو گے۔ آپ آرزو کرتے ہو مسلمان ہونے کی؟ میں نے آپ سے ذکر کیا تھا کہ مرشد کی بیعت کس لیے کرتے تھے۔ لوگ صوفیاء کی بیعت کس لیے کرتے تھے؟ بیعت سوداگری تھی۔ بیعت کا مطلب ہے سودا کرنا۔ مرشد پوچھتا تھا کیا لینے آئے ہو؟ کیا دو گے؟ پچھلے دنوں ایک صاحب نے مجھ پر اعتراض کیا کہ پروفیسر صاحب ہر آنے والے سے پوچھتے ہیں کتنے پیسے ہیں؟ نکالو۔ (ہنستے ہوئے) اور ہر جانے والے سے پوچھتے ہیں جا کے کتنے بھیجو گے؟ آپ میں سے بہت سارے لوگ میرے پاس آئے اور گئے۔ پتہ نہیں یہ دستور اس نے کہاں دیکھا۔ اس کو جواب بھی کسی نے دیا: ''ہمیں تو بیس سال سے حسرت ہے کہ ایسے ہو (ہنستے ہوئے) مگر تم پتہ نہیں کس پروفیسر کی بات کر رہے ہو؟'' اخلاقاً اب دیکھو کہ لوگوں کے theoretical thesis کتنے خراب ہیں۔ تو بیعت

صرف ایک آرزو تھی کہ میں اللہ کا رستہ چاہتا ہوں۔ میں اللہ کو پانا چاہتا ہوں۔تو کہتے کتنی قربانی دو گے؟ چشتیہ بزرگ پوچھتے تھے قربانی دو گے؟ کہاں سے دلیل لاتے تھے؟ چشتیہ بزرگ قرآن سے دلیل لاتے تھے "وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ" {البقرہ:196} قربانی سے پہلے بال کاٹنا جائز ہے۔مرید سے کہتے تھے بات سنو قربانی دینی ہے؟ وہ جواب دیتے 'حاضر ہوں خدمتِ شاہ میں' حاضر تو ہوں۔ کہا پھر بال کاٹو۔آپ کو پتہ ہے تمام چشتیہ بزرگ کٹے ہوئے بالوں والے ہوتے تھے۔بال کٹے ہوئے ہوتے تھے۔ ہمارے ہاں یہ قید نہیں تھی۔استاد کہتے تھے بھئی کہ تلاشِ علم چاہیے؟ کہ تلاشِ رسم ورواج چاہیے؟ کیا چاہیے تمہیں؟

اب اگر فرض کرو۔ میرے پاس کوئی شخص آئے کہ پروفیسر صاحب میں نے بیعت کرنی ہے۔میں کہوں گا یار میں خود بیعت نہیں ہوا۔تمہیں کہاں سے کروں گا۔کیونکہ وہ بیعت اب خانقاہوں سے نکل گئی ہے۔خانقاہوں میں اب وہ رئیس نہیں رہے جو خرید و فروخت کرتے تھے۔ جو اللہ کا رنگ بیچتے تھے۔خانقاہوں میں وہ رئیس نہیں رہے۔وہ دکان دار نہیں رہے۔اب خواجہ مہر علیؒ نہیں رہے۔اب معین الدین چشتی اجمیریؒ نہیں رہے۔اب قطب الدین بختیار کاکیؒ نہیں رہے۔اب علماء کا زمانہ ہے۔اب مسالک کا زمانہ ہے۔اب لوگ سکول بیچتے ہیں۔مونٹسری سکول بیچتے ہیں، کمسن بچوں کے سکول۔اب لوگ خدا کا نام بیچتے ہیں۔خدا کا رنگ نہیں بیچتے۔یہ ایک بدقسمتی کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ اگر ہمیں کبھی توفیق دے تو سب سے بڑی جو صفتِ الٰہیہ ہے وہ رحمان و رحیم و کریم ہے۔اس تناظر میں کیا قتل و غارت، تشدد و بربریت اور حیوانیت کبھی اسلام کا حصہ ہوسکتی ہے؟ کسی بھی رنگ میں ہوسکتی ہے؟ کیا وہ رسول ﷺ آپ کے نہیں تھے؟ کسی اور قوم کے رسول ﷺ تھے کہ جب جنگ میں حضرت اسامہؓ نے ایک کافر کو قتل کیا۔ جب شمشیرِ خارا شگاف اس کی پیشانی پہ رکھی۔اس نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مگر افسوس کہ شمشیر ہاتھ سے نکل چکی تھی۔اس نے سر کاٹ دیا۔وہ مر گیا۔امیر لشکر نے شکایت کی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کہ یا رسول اللہ ﷺ اسامہؓ نے ایک ایسے آدمی کو قتل کیا جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔حضرت اسامہؓ

نے عذر پیش کیا۔ یہ بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ یارسول اللہ ﷺ اس نے جان کے خوف سے کلمہ پڑھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیرا تھا؟ کیا تو نے اس کا دل چیرا تھا؟ اور حضور ﷺ نے اتنی مرتبہ یہ بات کہی کہ اے اللہ میں اسامہؓ کے اس فعل سے بری ہوں۔ اے اللہ میں اسامہؓ کے اس فعل سے بری ہوں۔ جو پیغمبر ﷺ اتنا sensitive ہو۔ پیغمبر ﷺ کی کیا بات ہے۔ وہ تو خلاصۂ رحمان و رحیم ہیں۔ مگر اس اللہ کو دیکھو' وہ بڑی خوشی سے مسلمانوں کو کہتا ہے سارے زمانوں کو میرے لیے قتل کردو' اگر وہ (دشمنانِ اسلام) جابرِ مطلق ہوں۔ تمہیں کہتا ہے۔ کیا اس میں اپنی طاقت کوئی نہیں تھی؟ اگر اس نے سارے زمانے کو قتل کرنا ہوتا' اپنے سارے غیر مسالک کو قتل کرنا ہوتا تو کیا اس کے پاس کوئی طاقت نہیں تھی؟ وہ تو خود کہتا ہے اگر ایک پتھر آسمان سے پھینک دوں' ایک پتھر تو میں زمین کو پل بھر میں خس وخاشاک میں بدل سکتا ہوں۔ اس اللہ کو کیا ضرورت تھی کہ تم سے بندے مرواتا؟ "وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ" قتل کرو' اگر تم نے اللہ کے لیے کرنا ہے۔ اگر ضرورت ہے' مجبوری ہے' سیفٹی کا بحران ہے' جان بچانی ہے۔ تحفظِ زندگی ہے۔ دین ہے' اسلام ہے' رواج ہے' رسم ہے۔ کرو ضرور کرو "وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا "۔ مگر زیادتی نہ کرو۔ زیادتی نہ کرنا" إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ " {البقرہ:193} تمہارا رب وہ ہے جو کسی قسم کی زیادتی کرنے والے کے خلاف ہے۔ اور اس سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ کسی بھی زیادتی کرنیوالے سے محبت نہیں رکھتا۔ چہ جائے کہ تم مسلمانوں کے لشکر سمیٹ جاؤ۔ ابھی داعش والے اُٹھے۔ جب بھی کوئی مسلمان اُٹھتا ہے۔ ہم سارے مسلمانوں کی نظریں مشرق ومغرب سے سمٹ جاتی ہیں۔ ہم خیال کرتے ہیں شاید مہدی شام سے نکل آیا۔ شاید ترکوں کے دیس سے نکل آیا۔ بڑے چالاک ہیں یہ یورپ اور امریکہ والے۔ سی آئی اے والے بڑی بڑی مزیدار سکیمیں بناتے ہیں۔ آپ کو ان کی ایک سکیم سناتا ہوں۔ امریکن کو اور سی آئی اے کو پتہ ہے کہ مسلمان ہر جگہ ہر وقت مہدی ہی ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص دعویٰ کردے' فلاں مہدی فلاں مہدی فلاں مہدی تو یہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اور ہر بدکار تخریب کار کو بھی دس بیس ہزار پکے مسلمان نصیب ہو جاتے ہیں۔ یعنی ایک شخص

نے یہاں خدائی کا دعویٰ کیا۔ اسے یوسف کذاب کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ بھی بیس ہزار لوگ تھے۔ کوئی رسالت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ بھی دس بیس ہزار لوگ موجود ہیں۔ یعنی ہماری عادت ہے' ہم اتنے عجیب وغریب قسم کے لوگ ہیں کہ ہم ہر دعویٰ کرنے والے کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ امریکن نے سوچا یار یہ مسلمان قوم کی پکی عادت ہے۔ یہ تو گلی کے فال نکالنے والے طوطے کے پیچھے بھی چل پڑتے ہیں۔ طوطے کے سامنے بھی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اے آقا اور مرشد! کوئی اور فال نکال۔ یہ طوطے کے پیچھے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ تعویذ دھاگے! اب بتاؤ یار اس دنیا میں کوئی ہے کتابِ حساب۔

ایک بڑا مزیدار واقعہ ہے۔ شام میں ایک بہت بڑا ماہرِ جنات رہتا تھا۔ اس کا نام حسن تھا۔ بڑے جن اس نے قابو کیے۔ جنات ہوتے کہاں ہیں۔ اِدھر اُدھر ہی ہوتے ہیں' ہمارے آس پاس۔ ایک جن تو ہمیشہ مستقل بیٹھا ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے مطابق۔ تو اس طرح بھی ہوتا تھا۔ اور آخرِ وقت میں اس نے ایک بہت بڑا عمل کیا۔ آخری عمل کیا تھا؟ کہ وہ جنت و دوزخ والوں کی لسٹ چرانا چاہتا تھا۔ بہرحال اس نے ڈھونڈ ڈھانڈ کے آخر بڑے سخت چلیے کھینچے۔ آسمانوں پہ اس کی سختیِ عمل کی داد دی گئی۔ آخر کہا گیا کہ اس کو کتابِ اعمال دے دو۔ اتفاق سے جب وہ اپنے ہاتھ سے اعمال کی کتاب لے رہا تھا۔ اسی وقت ایک ستارا ٹوٹا' ایک برق' ایک صاعقہ لپکی اور اس نے اس کو بمعہ کتاب اٹھالیا۔ آخری جو نام تھا' اسی کا تھا اس لسٹ میں۔ اور عین اسی وقت کا تھا' جب اس نے کتاب پکڑی۔ امریکن کا ایک طریقہ ہے۔ کہ لوحِ محفوظ خود ہی کیوں نہ بنالی جائے۔ اور مسلمانوں کو سپلائی کر دی جائے۔ کبھی اِدھر سے مہدی سپلائی کر دیا جائے کبھی اُدھر سے۔ آخر میں انہوں نے پلان کیا۔ ایک بہت بڑے بزرگ شخص کو جو بڑا نیک پرہیز گار' ایک ہزار کتابوں کے مصنف کی طرح۔ وہ بڑی نیک بڑی عبادت گزار شخصیت تھی۔ اس کو انہوں نے ہولے ہولے آگے بڑھانا شروع کیا۔ بڑے طریقے سے ..... اگر کسی نے درخواست کی کہ میرے پاس جاب نہیں ہے اور مہدی نے دعا دی کہ خدا تجھے جاب دے۔ تو آگے سے اس شخص کو بہت جلد جاب مل جاتی۔ کسی نے کہا میرے پاس بکری نہیں۔ اگلے دن تین بکریاں اس کے گھر پہنچ

جاتیں۔ ہولے ہولے اس مہدی کا بڑا چرچا ہوا۔ وہ ایک بہت بڑے ملک سے نکلا۔ اس کے بارے میں مشہور ہوا مہدی' مہدی' مہدی۔ کعبہ پہنچے۔ کیونکہ بہر حال ظہورِ مہدی تو کعبہ میں ہے۔ تو جب کعبہ پہنچے تو حضرت کو اور بھی زیادہ شہرت ملی۔ سی آئی اے نے پروگرام بڑا عجیب وغریب بنایا ہوا تھا۔ اب مہدی کی نشانی یہ رکھی گئی' جیسے پرانی کتابوں میں ہے کہ جب وہ کعبہ میں قربانی کے دن قربانی دیں گے تو ان کی قربانی آسمانوں پر اُٹھالی جائے گی۔

اب امریکن نے سوچا کہ کیا کیا جائے؟ انہوں نے آخر بڑی دور' نظر سے ذرا دور ایک لیزر مشین بنائی۔ کوئی سترہ ہزار فٹ کی بلندی پر رکھی۔ لیزر بڑی exact ہوتی ہے۔ آپ کو پتہ ہے۔ پروگرام یہ بنایا کہ جب یہ بکرا رکھا جائے تو آسمانوں کی بلندیوں سے (آگ لپکے اور بکرا غائب کردے) بالکل اس مقام پر نشان لگا دیا جائے جہاں بکرا رکھا جائے گا۔ اس کو مہدی declare کرنے کے لیے' چونکہ امتِ مسلمہ کو علم ہے کہ اس کی قربانی اُٹھالی جائے گی۔ تو دائرہ بنایا گیا۔ اور اس کے اوپر فضا میں لیزر مشین نصب کی گئی۔ بڑی اونچائیوں پہ' آنکھ سے نظر نہیں آتی تھی۔ جب مہدی بکرا ادھر لائے گا اوپر سے لیزر گرے گی۔ اور ساتھ ہی نعرہ لگے کہ مہدی' مہدی' مہدی۔ ہوا بھی ایسے' ہولے ہولے رولا پڑنا شروع ہوا..... ''امام آگئے' مہدی آگئے۔'' شیعہ سنی اکٹھے ہونے شروع ہوگئے۔ کرشمات جاری ہوگئے۔ آخر حج اکبر کا وقت آیا۔ ظہورِ مہدی کا وقت آیا۔ ظہورِ امام کا وقت آیا۔ سنی کیا شیعہ کیا سب پاگلوں کی طرح دوڑ پڑے۔ اِدھر سے اثنائے عشری دوڑ پڑے کہ ظہورِ امام کا وقت آگیا۔ اُدھر سے اہلِ سنت دوڑ پڑے کہ حضرت مہدی آگئے۔ اب مہدی بیچارا بڑے شریفانہ انداز سے نازک سے قدم رکھتا آگے بڑھا۔ اور اُس دائرے کے اندر آکے بکرا رکھ دیا۔ اب صرف ساعت کا انتظار تھا جب اوپر سے اس آگ نے آنا تھا۔ لیزر والی شعاع نے آنا تھا اور بکرا جانا تھا۔ لیکن لوگ اتنے بدتمیز اتنے جاہل ثابت ہوئے' وہ ہلڑ بازی ہوئی ہے کہ عین اس لمحہ سیکنڈ میں جب بکرا اٹھایا جانا تھا کسی نے دھکا دیا اور مہدی آپ اُدھر دائرے میں پہنچ گئے۔ اُدھر سے لیزر آئی اور مہدی گئے۔ جب مہدی گئے تو پتہ ہے کیا نعرے لگے؟

''الکذاب' الکذاب' جھوٹا' جھوٹا۔''

دیکھو! ''علم'' اللہ کا رنگ ہے: "اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا "
{فاطر:28} کہ اللہ کے عالم ہی اس کے لبادے تلے ہیں۔امام ابن سیرینؒ کا قول ہے' مجھے بڑا مزا آتا ہے جب بھی میں آپ کو سناتا ہوں۔کہا اے لوگو یہ یہ کوئی 'برتن' نہیں ہے' یہ کوئی 'ڈریس' نہیں ہے۔کتنی احتیاط کرتے ہو گرتے جانے پہچاننے میں اور ڈیزائنوں میں' خدا کیلئے مذہب ان چیزوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔جب مذہب لینے جانا ہو تو سوچ کے' غور کر کے جایا کرو کہ کس سے لینا ہے۔ہرایرے غیرے سے تم جا کے مذہب اُٹھا لیتے ہو۔پھر اتنے پکے ہو جاتے ہو کہ اسلام آباد (دھرنے میں) جا پہنچتے ہو۔تو خداوند کریم ہمیں اس عذر سے بچائے کہ ہم اللہ کے رنگ کے سوا کسی اور رنگ کو چاہیں۔سچی بات ہے۔یقین کرو'اس کے رنگ سے بہتر کوئی رنگ ہے ہی نہیں۔اتنا خوبصورت ہے۔یہ قوسِ قزح ہے۔حسن ہے۔محبت ہے۔خوشبو ہے۔پھول ہے۔انسان ہے۔ہمدردی ہے۔کرم ہے۔نوازش ہے۔رحمت ہے۔کرامت ہے۔اللہ کے رنگ اتنے بیشمار ہیں اور سارے ہی خوبصورت ہیں۔اگر تم ذرا سا ذوقِ لطیف بھی رکھتے ہو تو تمہیں اللہ کے 'اصل رنگ' کو تلاش کرنا ہے۔اور یاد رکھو کہ جس دل میں مذہب کے ہوتے ہوئے آرزوئے ہمسائیگی پروردگار نہیں ہے وہ مذہبی نہیں ہے۔اگر تم مسلمان ہوتے ہوئے بھی خدا سے ملنے کی آرزو نہیں رکھتے ہو خدا سے محبت کی آرزو نہیں رکھتے ہو تم مسلمان نہیں ہو۔ You are not knowing deliberately the purpose of religion.

شریعت نہیں ہے مذہب کا مقصد۔مذہب کا مقصد وہ رستہ دکھانا ہے جس کے ذریعے تم خدا تک پہنچ جاؤ۔شریعت کا مطلب وہ زادِ راہ ہے جسے لے کر تم منزل تک پہنچ جاؤ۔یہ مقصود نہیں ہے۔مقصود صرف اللہ کی ذات ہے۔میں کاہے کو مسلمان ہوتا پھروں؟ مجھے بتاؤ! رسم و رواج کے لئے؟ اگر رسم و رواج کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پھر سب سے خوبصورت مذہب بدھ مت ہے۔حسین مذہب ہے۔آٹھ اصولوں پہ قائم ہے۔سارے اصول میرے پیغمبر علیہ السلام کی طرح ہیں معتدل اور اعتدال پسند۔بڑا حسین مذہب ہے۔مہاتما بدھ کی تم ایک ایک بات پڑھو تو کہو گے کہ علم و دانش کی معراج ہے۔مگر افسوس یہ ہے کہ آج بدھ مت سے خدا نہیں ملتا۔بھئی! میرا حق نہیں بنتا

کہ میں یہ کہوں۔قانون بنانے والے نے یہ کہہ دیا کہ اب میں اس طرف سے نہیں رنگ پھینک رہا۔اب تم نے میرے رنگ میں آنا ہے' میرے رنگ میں ہولی کھیلنی ہے تو بدھ مت سے ہندو مت سے نہیں "وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ "{آلِ عمران :85}اب دینِ اسلام سے صرف اللہ کے رنگ میں رنگے جا سکتے ہو۔"صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدونَ "{البقرہ:138}اگر رنگے جانا ہے تو اپنی عبادات کا رخ میری آرزو کی طرف رکھو۔کوشش تو کرو۔سوچو تو سہی۔تم کو تو اصولِ یاد کا بھی علم نہیں۔خدا سے تھوڑی سی جدائی محسوس تو کرو۔وصال میں کچھ نہیں۔وصال تو ایک فضول سی چیز ہے۔بڑے سالوں کی محبت کے بعد ایک دوست نے شادی کر لی۔تیسرے دن اس کی شکایت لے کے آ گیا۔میں نے کہا تجھے کیا ہوا پاگل؟ بیس سال تو نے اس خاتونِ محترم کی ریاضت میں گزارے ہیں' اب تیسرے دن کیا ہو گیا تجھے؟ تین دن بعد کس بات کا رونا؟ اب کہتے ہیں جی شکایت پیدا ہو گئی ہے۔رنگ بدل جاتا ہے۔وہ خاتون تو وہی کچھ expect کر رہی ہے' جو پہلے بیس سال آپ نے کیا ہے۔اگر عبادت گزار رنگ بدل جائے تو اس کو غصہ تو آنا ہی ہے۔اگر مرکزِ خیال بدل جائے تو پھر مایوسی تو قدرتی امر ہے۔جب محبتیں کرتے ہو اور جب تم وعدے کرتے ہو' دیکھو اللہ کا رنگ تو یہ کہتا ہے:"وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اور اس میں اچھائی ہوتی ہے' بہتری ہوتی ہے وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ "{البقرۃ:216}اور کسی چیز سے تم محبت کرتے ہو اس میں شر ہوتا ہے۔پھر کون محبت کرنے والے اللہ کے قانون میں نہیں۔خدا تو کل محبتوں سے آگے بڑھنے والی ذات ہے:"لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ "{آلِ عمران :92} مجھے چاہتے ہو؟ پہلے اپنی محبتیں قربان کر کے آؤ۔ھویٰ و ہوس کو قربان کر کے آؤ۔آرزوؤں کو قربان کر کے آؤ۔طولِ اَمل سے بچ کے آؤ۔خواہشاتِ ذات سے گریز کر کے آؤ:"وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ "{النازعات:40}ان سے گریز کر کے آؤ۔خواہشاتِ ذات سے' فیشن سے ذرا بچ کے آؤ۔اتنا بھی برا فیشن نہ ہو کہ تمہیں اپنے آپ کو ہی اچھا نہ لگے۔یہ نہیں کہ آپ اُلٹے سیدھے

لباسوں میں گھومتے پھرو۔ لمبے لمبے چولے پہن کے پھرتے رہو۔ پاکستان چولے والا ملک نہیں ہے۔ رسم ورواج کی حفاظت اللہ کے رسول کا حکم ہے۔ ایسے رسم ورواج (جن میں فسق وفجور کی علامات نہ ہوں' جائز ہیں)۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر کی لونڈی کی شادی ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ فلاں کدھر ہے؟ عرض کی یارسول اللہ ﷺ آج اس کی شادی تھی۔ فرمایا کوئی گانے والیاں ساتھ نہیں بھیجیں؟ عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم نے سوچا آپ برا منائیں گے۔ فرمایا ''اے عائشہؓ یہ تو رسم ورواج ہے۔'' یعنی ایسے رسم ورواج جو خوشی سے کسی نے اکٹھے کیے ہوں۔ مگر جو بھنگڑے ہو رہے ہوتے ہیں' جو اوپن میں ہو رہے ہوتے ہیں' جو ظاہر میں ہو رہے ہوتے ہیں' جو فسق وفجور کی علامت ہیں (ان کی ممانعت ہے)۔ سادہ دلوں کی خوشیاں بھی سادہ قسم کی ہوتی ہیں۔ ان سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع نہیں کیا۔ کسی کو منع نہیں کیا۔ کوئی مذہب اتنا خشک نہیں ہوتا۔ You will all become dry کھیلوں کے بغیر آپ dry ہو جاؤ گے۔ کیا اعتدال کا رنگ یہ کہتا ہے آپ کھیل نہ کھیلو؟ آپ اچھے کپڑے نہ پہنو؟ آپ شادیوں میں تھوڑی بہت رونق نہ پیدا کرو؟ آپ ہنسو کھیلو نہیں؟ اس قسم کی کوئی ہدایت رسول اللہ ﷺ سے issue نہیں ہوئی۔ ہاں یہ ضرور فرمایا بے اعتدالی نہ کرو۔ اعتدال قائم کرو۔ سب سے خوبصورت رنگ رنگِ اعتدال ہے۔ اور بارہ احادیث (آٹھ) کتابِ مسلم میں اور (چار) بخاری میں' بارہ احادیث پہ مشتمل قولِ رسول ﷺ ہے کہ اے لوگو! اعتدال اختیار کرو اور اگر مکمل اعتدال نہ اختیار کر سکو تو اس کے قریب ترین رہو۔ اعتدال سے دور نہ جاؤ کہ جو شخص اعتدال سے دور گیا وہ خدا کے رنگ کا بندہ نہیں ہے۔ جو شخص معتدل نہیں ہے وہ اچھا مسلمان نہیں ہے۔ اس سے گریز کرو اور ویسے بھی یہ حرفِ آخر ہے۔

و ما علینا الا البلاغ

سوال وجواب

س: پروفیسر صاحب آپ نے تمام رنگوں پر اعتراض کیا ہے لیکن خدا کے رنگ میں رنگنے کا طریقہ تجویز نہیں کیا۔ ذرا وضاحت کر دیں کہ کیسے اللہ کا رنگ اختیار کیا جا سکتا ہے؟

ج: نہیں اصل میں مَیں نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ علم اور مطالعہ کے ذریعے (اللہ کے رنگ میں رنگا جا سکتا ہے)۔ جب آپ کے علم میں آرزوئے پروردگار پیدا ہو۔ غور کیجئے ہوا ہے تو سہی یہ اور بات کہ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے۔ دیکھو اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ تم مجھے اس نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ مگر ہم اسے کسی اور نظر سے تو دیکھ سکتے ہیں۔ جب ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کو دیکھا؟ فرمایا ہاں چار بار دیکھا اور دل کی نظر سے دیکھا۔ بلکہ حضرت ابو ذرؓ کی حدیث موجود ہے۔ کہ جب ان سے پوچھا گیا' ان کے ایک دوست ساتھ چل رہے تھے۔ ابو ذرؓ! ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر میں دورِ رسول ﷺ میں زندہ ہوتا تو ایک سوال ان سے ضرور پوچھتا۔ تو حضرت ابو ذرؓ نے کہا وہ کونسا ایسا سوال ہے جو تیرے دل میں آرزو تھی پوچھنے کی اور ہم نے نہ پوچھا ہو۔ انہوں نے کہا میں یہ پوچھتا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اللہ کو دیکھا؟ فرمایا یہ سوال میں نے پوچھا تھا۔ تو مجھے اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہوا'' ہاں میں نے دیکھا تھا' وہ نور ہی نور تھا۔'' اب دیکھو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ وہ شاہد تھے' وہ نذیر تھے۔ مگر کیا آپ ہوا کو دیکھتے ہو؟ کیا اس کے بارے میں شبہ ہے کہ یہ ہوا ہے؟ کیا آندھی ہو تو آپ کو شک ہوتا ہے کہ یہ آندھی ہے؟ کیا سمندر کے کنارے نرم و نازک جب breeze چل رہی ہوتی ہے آپ کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ ہوا نہیں ہے؟ آپ کو ہر حال میں ہوا محسوس ہوتی ہے۔ اور تو اور جب ہوا بند ہو جائے تو آپ کتنی جلدی کہتے ہو: حبس ہے' آج ہوا بند ہے۔ تو دیکھنا ضروری نہیں ہوتا ہے۔ جب نزہتِ خیال بڑھ جاتی ہے تو آپ خدا کو ویسے بھی اپنے اردگرد ہر وقت محسوس کر سکتے ہو' دیکھ سکتے ہو۔ مگر پاگل تو نہیں ہونا ناں۔

کسی پاگل کی ورژن قبول نہیں کی جائے گی۔ شرطِ اول یہ ہے کہ آپ معتدل رہو۔ اعتدال سے وہ کمالِ حسیاتِ ادراک پیدا ہوتا ہے' جو شخص زیادہ معتدل ہے اس کو اعتدال سے وہ تمام توانائی ملتی ہے جو بالآخر خدا کی شناخت پہ اور اس کی قوت کے احساس پہ ختم ہوتی ہے۔ یہ ایک آسان ترین نکتہ ہے جو آپ کو بتا رہا ہوں۔ کہ دنیا کا سب سے مشکل کام ہمالیہ کی چوٹی پہ تزکیہ باطن کرنا نہیں ہے یا سمندروں کی تہوں میں غوطہ خوری نہیں ہے۔ سب سے مشکل کام اعتدال ہے' سب سے مشکل کام۔ آپ اپنے آپ کو analyse کرو اور خدا کیلئے کرو۔ جب آپ معتدل ہوں گے تو آپ کو ہر مقام پہ خدا نظر آئے گا۔ جیسے شیطان کہتا ہے میں آگے پیچھے سے آؤں گا۔ کیا شیطان آپ کو نظر آتا ہے؟ جب بہکا رہا ہوتا ہے۔ شیطان قرآن کے الفاظ میں کہتا ہے ناں کہ میں ان کے آگے سے بھی آؤں گا اور پیچھے سے دائیں سے بائیں سے آؤں گا۔ تو اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ ہاں تو آئے گا مگر "إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْن "{الصافات:160} مگر وہ بندہ جو اللہ کے ساتھ مخلص ہے' اس کی اللہ اسی طرح حفاظت کرے گا دائیں بائیں اوپر نیچے آگے پیچھے سے اور اس وقت آپ کو اللہ نظر بھی آئے گا اور اس کی حفاظت بھی محسوس ہوگی۔ اور آپ کو اس نظری بصری رابطے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ مگر شرط یہ ہے شرطِ اولین اخلاص ہے۔ اور دوسری اعتدال ہے۔ اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔

س: کیا عشق رنگ ساز کی توجہ خود بخود حاصل کر سکتا ہے؟ کیا عشق کو علم پہ فوقیت حاصل ہے؟

ج: دیکھو ہمارے پاس عشقِ مجاز ہے' عشقِ حقیقی ہے۔ ہم نے بڑے بڑے بہانے ڈھونڈے ہیں خدا سے روگردانی کے۔ اور کمال دیکھو' ویسے یہودیوں کو لوگ بڑے عقل مند اور دانا سمجھتے ہیں۔ مگر ایسی بے وقوف قوم زمین پہ نہیں پیدا ہوئی۔ اس لیے ان کے پیغمبرؑ نے تنگ آ کے کہا تھا " قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ "{البقرة:67} ذرا سوچو ان کے لطیفے کی بات ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے۔ جب بچھڑے کی پوجا انہوں نے شروع کی تو اللہ نے کہا اے موسیٰؑ تُو تو ادھر کتاب لینے آیا تھا۔ پیچھے تیری قوم نے کیا کِیا؟ حکم ہوا کہ جن لوگوں نے بچھڑے کو پوجا تھا' ان کو قتل کیا جائے۔ تو جب یہ واقعہ ہو گیا تو بعد میں جو یہودی فلاسفر آئے انہوں نے پتہ ہے کیا لکھا؟ انہوں نے لکھا خدا سے ہمیں انڈرسٹینڈ کرنے میں غلطی ہو

گئی۔ ذرا غور کرو انھوں نے کیا لکھا؟ انھوں نے اپنی ایک کتابِ فلسفہ میں لکھا کہ ہمیں سمجھنے میں خدا کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔

آپ سوچیے جو قوم اللہ کو سمجھے کہ اس کو غلط فہمی ہو سکتی ہے اس کی اپنی عقل کا کیا حال ہوگا۔ basically مجاز انسانی زندگی میں ایک ایسا عذر ہے جو ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہکاوا دیتا ہے۔ جیسے نظریۂ حلول کے ماننے والے ہیں۔ خدا کو قریب رکھنے کی خواہش ہر بندے میں تھی۔ انہوں نے بھی خدا کو قریب کرنا چاہا اور عذر بت پرستی میں ڈھونڈ لیا۔ اور صفات کو storify کر دیا۔ جب صفات کو storify کر دیا تو آپ نے مجاز سے محبت کا رنگ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مگر جو keen آنکھوں والے ہوتے ہیں۔ وہ اس قسم کے چکر میں نہیں پڑتے۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ سب سے بڑی معراجِ محبت ایک ہے۔ ایک اللہ کو لا شریک لہٗ ماننا اور ایک رسول اللہ ﷺ کی محبت کو لا شریک لہٗ ماننا۔ جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے پوچھا کہ عمرؓ تمہیں کتنی محبت ہے مجھ سے؟ عرض کیا اپنی جان سے کم ہر چیز سے زیادہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کبھی بھی براتِ عشقِ محمد ﷺ نہیں پا سکتے جب تک میں تمہیں اپنے ماں باپ سے ہر چیز سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ کہا عمر بن خطابؓ نے یا رسول اللہ ﷺ آج کے بعد آپ مجھے اپنے نفسِ جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ تو اگر آپ غور کرو۔ تو یہ ساری باتیں محبت کی ہیں۔
How far you love your prophet and how far you love your God. اور محبتِ رسول ﷺ ہی محبتِ اللہ ہے اور یہ صفائی کنسنٹریشن ہے۔ جس شخص کو فنا فی اللہ نصیب تھی وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی تو تھے۔ جنہیں فنا فی الرسول سمجھا جاتا ہے وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی تو تھے۔ اگر کسی شخص نے معیارِ محبتِ رسول ﷺ حاصل کرنی ہو وہ اپنا ٹارگٹ کس کو رکھے گا؟ حضرت صدیقِ اکبرؓ کو رکھے گا۔ تو عمر فاروقؓ یہ کہتے ہیں کہ جب خدا کے رسول ﷺ نے ایک دفعہ مدد کی اپیل شروع کی تو میں نے سوچا میں اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں دوں گا۔ اور میرا پورا یقین ہوا کہ اس مرتبہ میں محبتِ رسول ﷺ میں صدیقِ اکبرؓ سے بڑھ جاؤں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو آنے میں دیر تھی۔ کچھ دیر کے بعد مال و اسباب لدے ہوئے ہر چیز اُٹھائے ہوئے آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے عمرؓ کچھ گھر والوں کے لیے چھوڑا؟ کہا یا رسول اللہ ﷺ آدھا ان کے لیے چھوڑ آیا ہوں، آدھا آپ ﷺ کے پاس لایا ہوں۔ جب صدیق اکبرؓ آئے تو فرمایا اے صدیقؓ

کچھ گھر والوں کے لیے بھی چھوڑا؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا اور اس کا رسولؐ کافی ہیں۔ تو حضرت عمرؓ پتہ ہے کیا کہتے ہیں؟ میں بے بسی میں زمین پہ گر پڑا کہ یہ شخص مجھے کبھی بھی آگے نہیں بڑھنے دے گا۔ یعنی مَیں بے بسی میں زمین پہ گر پڑا اور میں نے کہا کہ یہ شخص کبھی بھی مجھے آگے نہیں بڑھنے دے گا۔ یہ ہے عشقِ رسول ﷺ۔ اسی واقعہ کو اقبالؒ نے ایک چھوٹے سے شعر میں نقل کیا:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے خدا کا رسول ﷺ بس

اب یہ وہ عشق و محبت کی داستانیں ہیں جو صحت مند اور معتدل انسانوں کے قصے ہیں۔ کوئی کمٹمنٹ، انسان کی کوئی کمٹمنٹ اس وقت تک عروج تک نہیں پہنچتی، جب تک وہ جنون سے آزاد نہ ہو، جہاں وہ over expression سے آزاد نہ ہو۔ جہاں آپ فزیکل depression سے آزاد نہ ہوں۔ ہاں جب آپ معتدل ہوں گے۔ آپ منظم ہو جائیں گے۔ اس وقت جو آپ کمٹمنٹ پالتے ہو، وہ دنیا کی سب سے بڑی کمٹمنٹ ہوتی ہے۔ اگر آپ بقائمی ہوش وحواس، حسنِ سلوک، حسنِ اعتدال اور حسنِ اخلاق کی ایوریج کے ساتھ کسی نظریے کو پالو گے تو آپ کا زندگی بھر کا سب سے بڑا یہ عہد نامہ ہوگا۔ اور وہی اصلی ہوگا۔ عشق مبالغے کا نام نہیں ہے۔ کیا خوبصورت ہے شعر احسان دانش کا کہ

یونہی دنیا کے لیے ایک تماشہ نہ بنے
جس کو بننا ہو سمجھ سوچ کے دیوانہ بنے

سارے پاگل جنونی اور انتہا پسند لوگ اسلام (کی عملی تصویر) نہیں بنتے۔ کوئی صحابی ایسا نہیں تھا۔ آپ کو ایک صحابی کا واقعہ سناتا ہوں۔ آپ کو ذرا جنونی سا طرزِ عمل لگے گا مگر اس صحابی کا ذرا درجۂ اعتدال دیکھیں۔

حضرت براء بن مالک حضور ﷺ کے پاس آئے۔ بدو تھے۔ بدن سے بو آ رہی تھی۔ داڑھی الجھی ہوئی تھی۔ کچھ sophisticated اصحاب نے برا منایا۔ اصحاب نے کہا حضور ﷺ کے پاس اس حال میں آنے سے بہتر تھا کہ صفائی شفائی کر لیتے۔ حضور ﷺ صورتِ حال دیکھ کے پہچان گئے۔ فرمایا کبھی وہ شخص میرے پاس آتا ہے جس کے بال گرد آلود ہوتے ہیں۔ جس کے جوتوں کے تسموں سے بڑی بو آ رہی ہوتی ہے۔ جس کے لباس سے سو فیصد تم گریز کرتے ہو۔ مگر اگر

وہ خدا کی قسم کھالے تو ہر حال میں خدا اس کی قسم پوری کرتا ہے۔ یہ حضرت براء بن مالکؓ تھے۔ تب اصحاب کو پتہ لگا کہ یہ درویش یہ ننگا بوچا غریب آدمی کس درجے کا ہے۔ کتنا بڑا انسان ہے۔ تو جنگیں شروع ہوئیں۔ جب کوئی سخت مقام آتا تو اصحاب حضرت براء بن مالکؓ کو آگے کرتے کہ قسم کھاؤ ناں کہ ہم آج فتح حاصل کرلیں۔ دو چار مرتبہ ایسے ہوا۔ مگر دیکھو اس بندے کا ناز دیکھو آج ہمارے پاس کوئی ایسی بشارت ہوتی تو ہم زمین آسمان کو ایک کر دیتے۔ حضرت براء بن مالکؓ کو دیکھو کہ کیا کِیا؟ مسیلمہ کذاب کی جنگ تھی۔ بڑی سخت جنگ ہو رہی تھی۔ تین دن ہو گئے۔ مسلمان بہت زیادہ تعداد میں زخمی ہوئے۔ قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ مل کے لوگ حضرت براء بن مالکؓ کے پاس گئے اور کہا آج دعا کرو کہ قلعہ فتح ہو جائے۔ آپ ناراض ہو گئے۔ کہنے لگے اللہ کے رسولؐ نے تو مجھے ایک دعا دی تھی اور تم نے تو اس کا مذاق ہی بنالیا ہے۔ تو میں قسم کھاتا ہوں کہ آج یہ قلعہ فتح ہوگا۔ اور میں قسم کھاتا ہوں کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا۔ دیکھو انہوں نے کیا کہا؟ یعنی ان کو منظور نہیں تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی دعا کی توقیر کم ہو۔ اور لوگ اسے بار بار use کریں۔ انہوں نے اپنی موت کی بھی ساتھ میں قسم کھالی۔ اب تم لوگوں نے مذاق ہی سمجھ لیا ہے۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے کوئی دعا دی تھی تو تم لوگوں نے اسے مذاق ہی سمجھ لیا ہے۔ ہر مشکل میں مجھے کہتے ہو کہ دعا کرو ذرا۔ تو میں آج قسم کھاتا ہوں کہ آج یہ قلعہ فتح ہوگا اور میں قسم کھاتا ہوں کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا۔ یہ وہ رنگ ہے جس کی میں بات کر رہا تھا۔

س: پروفیسر صاحب! آپ نے تقریر میں کہا تھا کہ صوفیاء کا دور ختم ہو گیا۔ چنانچہ بیعت منسوخ ہو چکی۔ اب علماء کا دور ہے۔ یہ فرمائیں کہ آئندہ زمانے میں پھر کوئی دورِ صوفیاء آنیوالا ہے یا قیامت تک یہ دورِ علماء رہے گا؟

ج: تھوڑی qualifying statement تھی۔ میں کہہ رہا تھا کہ اب genuine صوفیاء کا دور ختم ہو گیا۔ طلبِ خداوند کم تو نہیں ہوئی۔ کیسے کم ہو گی؟ اب تو من حیثیت القوم یہ دیکھ رہا ہوں۔ بے شمار لوگوں کو یوتھ کو دیکھ رہا ہوں، ایسی خواتین کو دیکھ رہا ہوں، ایسے مردوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کہیں نہ کہیں ان کے وجود میں عرفانِ پروردگار کی چنگاری بھڑک رہی ہوتی ہے۔ وہ آرزومند ہوتے ہیں۔ ہمارے رستے میں negative تعلیم بہت ہے۔ اس پہچان کے رستے میں خارزار بہت ہیں۔ یعنی جو لوگ اس سچے علم کے لیے نکلتے ہیں کم سے کم انہیں دس بیس

جھوٹے خداؤں سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ جو رستے میں درویش بیٹھے ہوئے ہیں' جو دھرنے میں بیٹھے ہوئے ہیں' ان کے رستوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ مکار خدا کو represent کریں گے' اگر یہ دغاباز خدا کو represent کریں گے پانچ سال تو گزر گئے ناں۔ بھئی دس سال تو گزر گئے ناں۔ آخر آتے آتے دس سال اور گزر جائیں گے۔ تو بدقسمتی سے یہ وقت طویل ہو جاتا ہے' پہچان کا۔ لوگوں کی طلب کم نہیں ہوتی۔ دو ایٹیٹیوٹس ہوں گے' جب بار بار دھوکہ کھائیں گے تو کہیں گے یہ سارا مذہب ہی فراڈیوں کا ہے۔ سارا مذہب ہی جھوٹے بدکاروں کا ہے۔ خدا کے نام پہ رسولؐ کے نام پہ جھوٹ بولتے ہیں۔ یا پھر اگر سچے تک پہنچیں گے تو دس بیس سال بعد پہنچیں گے۔ تو عمر کا زیاں بڑا ہوتا ہے۔ عمر ضائع ہوتی ہے۔ مگر طلب ضائع نہیں ہوتی۔ جس کی طلب قائم ہے وہ انشاءاللہ تعالیٰ العزیز ضرور کہیں نہ کہیں اپنی مراد تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ خدا کا قول ہے کہ جس شخص نے ہماری راہ میں جدوجہد کی اور ہمیں پانے کی آرزو کی:

فصیلِ دل کے کُلس پہ ستارہ جُو تیرا غم
تیری طلب تجھے پانے کی آرزو تیرا غم

جس دل میں ہوتا ہے اس کا وجدان اسے گائیڈ کرتا ہے۔ خدا اسے گائیڈ کرتا ہے۔ اور بالآخر وہ منزلِ مراد تک پہنچ جاتا ہے۔ رہبروں سے آپ نے کیا لینا ہوتا ہے' کیا پوچھنا ہوتا ہے؟ صرف اپنے مغالطوں کی تصدیق چاہنی ہوتی ہے۔ کوئی نظر فریب نہیں ہوتے وہ۔ آپ کی کایا پلٹ اس وجہ سے نہیں ہوتی۔ ان کی دعا سے ہوتی ہے۔ وہ آپ کو اس مغیرت سے نکال دیتے ہیں۔ آپ کو first touch ملے گا تو تب ہی شہادت چاہو گے ناں۔ کہ میں بھی خدا کو جاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ انشاءاللہ تعالیٰ العزیز آپ کسی دوسرے آسرے پر نہ بھی بھروسہ کرو تو سب سے بڑا آپ کا 'اخلاص' اور آپ کی 'طلب' آپ کا ذریعہ ہیں۔ خدا نے اسی پہ دعوے کی تکمیل کرنی ہے کہ جس دل میں میرے لیے ذرہ برابر اخلاص ہے اسے نارِ دوزخ کبھی ہلاک نہیں کر سکتی۔ اسی اخلاص پہ چلتے ہوئے: "قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ "{البقرہ:139} آپ کا دعویٰ اخلاص کا ہونا چاہیے۔ reward اللہ کی طرف سے دیا جانا ہے۔

س: پروفیسر صاحب! کسی دوست نے ایک کمنٹ quote کیا ہے۔ جب ہم یہ سنتے

ہیں تو ہمیں تکلیف بھی بہت ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ آپ عالم دین نہیں ہیں اور نہ ہی آپ کو اسلامی علوم پر دسترس حاصل ہے۔ بلکہ آپ کا مطالعہ چونکہ وسیع ہے اس لیے آپ اپنے لیکچر میں زیادہ تر اسلامی واقعات کے ذکر پہ ہی اکتفا کرتے ہیں۔

ج: انہوں نے بڑے مزے کی بات کی ہے۔ان کی بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ میرا مطالعۂ علوم وسیع ہے۔تو فرض کرو ایک محدث آتا ہے میرے پاس اور وہ بھی دو چار دن رہنے کے بعد کہتا ہے کہ پروفیسر صاحب آپ کا مطالعۂ حدیث بڑا وسیع ہے۔فرض کرو ایک قرآن کا عالم آتا ہے۔کچھ عرصے کے بعد وہ کہے کہ جی آپ قرآن زیادہ بہتر جانتے ہو۔پھر مئورخ آتا ہے اور پھر یہی جملہ۔ (ہنستے ہوئے) یہ تو Socrates والی بات ہوئی ناں' کہ ہر ایک کی رائے میں مَیں بہتر ہوں۔ مطالعے میں کوئی ایک چیز تو نہیں آتی ۔ دیکھو فرض کرو میں آپ سے کہوں کہ ساری دنیا کی تاریخ آتی ہے۔اس لیے میں تو دعوے سے پرہیز کرتا ہوں ۔اس لیے ایسا کوئی جملہ آپ میری زبان سے نہیں سنیں گے۔ایسا امر محال ہے کہ میں ایسا دعویٰ کروں۔مگر فرض کرو اگر انگریز مجھے کہے۔مجھے یاد آیا' میں ایک دفعہ انگلینڈ گیا۔ان کی ایک کاؤنٹی والوں نے مجھے دعوت دی۔یہ تھوڑا سا دلچسپ واقعہ ہے۔اس لیے آپ کو سنا رہا ہوں ۔تو میں نے اُدھر ایک میزبان خاتون سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے Magna carta کی تحریر یہاں کہیں آویزاں نہیں کی۔اس نے کہا کہ Magna carta کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہنری ہشتم کے زمانے میں ایک جمہوریت کی دستاویز پاس ہوئی تھی۔مجھے یہاں Magna carta نظر نہیں آرہا۔تو اس نے مجھے کہا کہ تم ہسٹری زیادہ جانتے ہو؟ ہم تو پیدا ہی یہاں ہوئے ہیں۔میں نے کہا کہ تمہیں انگریزی آتی ہے؟

ویسے ہی میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں انگریزی آتی ہے؟ وہ annoy ہوگئی۔اس نے کہا What do you mean? I am born English, I dont know English? میں نے کہا میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ''تمہیں انگریزی نہیں آتی''، مَیں صرف یہ دعویٰ سننا چاہتا ہوں۔اس نے جواباً کہا of course, of course میں نے کہا بات سنو! جب یہ نئی انگریزی شروع ہوئی تمہیں پتہ ہے اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ وہاں اور بھی بہت سارے لوگ تھے۔پھر میں نے سوچا زچ ہو جائے گی۔یہ نہ ہو کہ مجھے قید ہی نہ کروا دے۔تبھی بھی وہ مُصر۔ تو میں نے کہا بی بی بات سنو میرا خیال ہے کہ تم ماڈرن انگلش کو نہیں جانتی۔وہ پھر ناراض' کہ یہ کیا

کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا اچھا سنو! میں تمہیں انگریزی سناتا ہوں۔ تم بتانا یہ کیا ہے؟ پھر میں نے اسے انگریزی سنائی۔ آپ کو بھی سنادیتا ہوں۔ میں نے کہا:

"Whan that Aprille with his shoures soote,1 The droghte 2 of Marche hath perced to the roote, And bathed every veyne in swich 3 licour, Of which vertu engendred is the flour"**(The Prologue to the Canterbury Tales)**

کہنے لگی یہ کیا ہے؟ میں نے کہا انگریزی ہے اور جا کے کسی بھی بڑے معتبر انگریز ادیب سے پوچھ لو کہ یہ کس کی انگریزی ہے۔ یہ ماڈرن انگلش نہیں ہے۔ البتہ تمہاری انگریزی کی ابتداء اسی سے ہوئی۔ آپ کو پتہ ہے کیا جواب آیا؟ یہی بات جو انہوں نے سوال میں لکھی ہے۔ جب میں وہاں سے نکل کے آیا۔ تو پیچھے اخباروں میں انہوں نے نکلوایا (ہنستے ہوئے) کہ ایک بہت بڑا انگریزی کا عالم آیا تھا۔ جس نے ہمارے علم و ادب کے بارے میں بڑی دقیق قسم کی گفتگو کی۔ اب کوئی دعویٰ رکھے گا کوئی تو اس سے بات ہوگی۔ فرض کرو اگر کوئی کہے کہ مجھے قرآن زیادہ آتا ہے۔ وہ دعویٰ رکھے گا تو پھر پتہ لگے گا؟ کہ تھوڑا سا وہ جانتا ہے' تھوڑا سا میں جانتا ہوں۔ خالی سٹیٹمنٹ سے کوئی مثال نہیں بنتی۔ پھر یہ اعتراض آیا کہ جی میں Historical refernces بہت دیتا ہوں۔ ہسٹری کے بغیر آپ کیا اور کیسے سمجھ سکتے ہو؟ دیکھو فرض کرو' میں نے کسی کو بتانا ہے کہ خدا پر توّکل کیا ہے؟ تو میرے quote کرنے کے لیے ہے کیا؟ میرے پاس موسیٰ اشعریؓ کی ایک مثال ہے۔ میں جب ایک دفعہ زمینی حقائق پہ گفتگو کر رہا تھا۔ تو مجھے جنگ کی وہ مثال یاد آئی۔

حضرت موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ آج تم بڑے بڑے (اسلحہ جات کے مالک) لوگ ہو گئے ہو۔ ہم نے جب حنین کی جنگ کی تیاری کی تھی تو ہمارے پاس دو تلواریں اور ایک اونٹ تھا۔ ہم آٹھ لوگ تھے۔ جب جنگ کے لیے چلنے لگے تو ہم ننگے پاؤں تھے۔ اور ہم نے بانس اتارے اور ان کی نوکیں بنائیں کہ ہم یہ جنگ اس سے لڑیں گے۔ چھ آدمیوں کے پاس بانس تھے۔ ان کی نوکیں نکلی ہوئیں تھیں۔ چلتے چلتے ہمارے پاؤں سے خون رسنے لگا۔ تو ہم نے اپنی گردنوں کے گریبان اتارے اور پاؤں کے گرد لپیٹے۔ اور پھر جا کے ہم حنین کے میدان میں پہنچے کہ اگر خدا پر اعتبار ہے تو یہ زمینی حقائق ہیں' جن سے حنین کی جنگ Can't I quote this?

جیتی گئی بغیر ہسٹری کے آپ کہاں جاؤ گے ۔ بغیر ہسٹری کے تو امریکہ والے کہتے ہیں ۔
There was no prophet Mohammad PBUH آپ کو پتہ ہے' وہ تو یہ
کہتے پھرتے ہیں۔اب آپ کے ہاں ایسے مسلمان دانشور پیدا ہو گئے ہیں' جو یہ کہتے پھرتے
ہیں ۔ایک دفعہ غامدی صاحب نے کہا کوئی ابابیل نہیں تھیں' جن کا ذکر قرآن میں ہے ۔اگر
ہسٹری نہ ہوتی تو اسے میں کیا جواب دیتا؟ میں نے اسے بتایا کہ first witness میرے
پاس ہے عرب کا وہ شہزادہ جس نے اپنی محبوبہ کو قصیدے میں لکھا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مذہبی
لوگ جانتے ہی نہیں ان باتوں کو۔ان کو بغیر علمِ تاریخ کے یہ مثالیں کہاں سے ملتیں؟ وہ اپنی محبوبہ کو
first witness کے طور پر لکھ رہا ہے کہ میں تمہیں کیا کہوں اتنے پتھر برس رہے ہیں ۔اتنے
پتھر برس رہے ہیں اور جس پہ برس رہے ہیں اس کا برا حال ہے ۔اور میں غار کی اوٹ میں کھڑا
ہوں اور ایک پتھر میرے قریب سے گزرا۔ میں نے ایک آدمی کو ایسے دیکھا کہ جیسے بھس میں بدل
گیا ہو۔ میں خوف کے مارے اندر چلا آیا۔اور اب ان کو رستے سے کوئی بھی بچا کے نہیں لے جا سکتا
۔ جب وہ eye witness موجود ہو تو غامدی کیسے کہہ سکتا ہے کہ پرندے نہیں تھے ۔ یا کوئی
دوسرا عالم کیسے کہہ سکتا ہے۔اور یہ مفروضہ علم کی کتابیں جو سر پہ چڑھی ہوتی ہیں' ان سے پوچھو کہ تم
نے progress کیا کی ہوتی ہے؟ کیا progress کی؟ کوئی عبدالعزیز ابن باز جو سعودی
عرب کا ہے' جس نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جس نے زمین کو گول کہا اس کو قتل کی سزا دی جائے گی۔آج
تک سارے یورپی اسے quote کرتے ہیں کہ Islam is against
science, because one of the major exponent of Islam
says that if anybody claims earth is round will be
beheaded. یہ عالم ہیں؟ میں تو مجبور سا سیدھا سا آدمی تھا۔ مجھے تو مذہب چاہیے ہی نہیں تھا۔
میں اللہ کی تلاش میں ہوتے ہوتے کتاب خانوں سے گزر گیا۔

آپ کا خیال ہے کہ جس کو خدا کی تلاش ہے وہ قرآن کے بغیر گزرے گا؟ وہ حدیث
کے بغیر گزرے گا؟ وہ فقہ کے بغیر گزرے گا؟ .I can bet on this کہ لوگوں کو یہ ہی نہیں
پتہ کہ دین کا علم کن بنیادوں پہ کھڑا ہے؟ یہ ہی نہیں پتہ دین کا علم آٹھ بنیادوں پہ کھڑا ہے۔ان میں
تاریخ ایک حصہ ہے۔فقہ ایک حصہ ہے۔سیرت ایک حصہ ہے۔تفسیر ایک حصہ ہے۔قرآن ایک

حصہ ہے۔روایت درایت ایک حصہ ہے۔ بہت سارے حصوں سے گزر کر (علمِ دین کی تحصیل ہوسکتی ہے)۔اور شاید بہت کم لوگوں کو پتہ ہے کہ سنتِ رسول ﷺ پہ اور حدیثِ رسول ﷺ پہ میرے جو لیکچر ہیں وہ اللہ کے فضل سے (اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں) اور ان میں بڑی frank بات ہوئی۔چونکہ بہت کچھ against the Sunna آ رہا تھا۔وہ لیکچر اس وقت اتھارٹی کی حیثیت سے quote کیے جاتے ہیں۔اور آخری بات! پندرہ سو برسوں میں اس عالمِ اسلام میں کسی نے متشابہات پہ کوئی لیکچر دیا؟ کسی نے بھی؟ The only one lesson that exists, only one lecture that exists by the grace of Almighty Allah, He allowed his humble people to write in favour of Him اور اس کی اجازت اور کرم سے متشابہات پہ واحد اور پورا لیکچر میرا خیال ہے کہ اس اکیڈیمکس کے سٹوڈنٹ کا ہے۔اور کسی کا نہیں۔

س: پروفیسر صاحب یہ چکر کیا ہے جب آپ ہمارا نام سنتے ہیں تو ہمیں ہم سے زیادہ جان لیتے ہیں؟ زیادہ زور ویسے چکر پہ ہے۔

ج: من قبلہ راست کردم بہ طرفِ کجکلا ہے

بس میرا قبلہ درست ہو گیا' یہی وجہ ہو گی۔ یہ شناخت کے پہلو ہوتے ہیں۔ actually کوئی بندہ بھی حیران کن نہیں ہوتا۔آپ کو پتہ ہے ابھی سائیکالوجی میں dianetics کے نام سے ایک سائنس آ رہی ہے۔اگر آپ کے جسم کے ساتھ کچھ add کر دے' کیتھوڈ لگا دیے جائیں' اسی طرح ساتھ میں ایک لسٹ دی جاتی ہے۔ان ناموں پہ آپ کی پوری سائیکی کے responces کو دیکھتے ہیں۔جب ملتے ہیں تو وہ بڑی آسانی سے net result نکال کے آپ کو بتا دیتے ہیں کہ آپ کا main مسئلہ یہ ہے' اس کی strength یہ ہے' اس کا علاج یہ ہے اس کا طریقہ یہ ہے۔پچھلے دنوں dianetics کے ایک پی۔ایچ۔ڈی ڈاکٹر ادھر میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا پروفیسر صاحب! ہم آپ کا تعاون بھی چاہتے ہیں And we want to open dianetics based clinic. اور یہ سائیکالوجی کی نئی برانچ ہے۔میں نے کہا اچھا تمہارے پاس کوئی already ریکارڈ ہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک پرنسپل صاحب کا ڈیٹا ہے۔میں نے کہا اچھا! ان کا نام بتاؤ۔ان کا نام پوچھنے کے بعد میں نے کاغذ لیا' اس پر اپنے نوٹس

بنائے پھر ان کے حوالے کر دیا۔ وہ کہتا ہے ہم جھک ہی مارنے گئے تھے ادھر' ہم نے جو بیس سال پڑھائی کی امریکن یونیورسٹیوں میں ہم نے جھک ماری ہے' اگر آپ اس آسانی سے بتا سکتے ہیں۔ یعنی جب اس نے وہ رپورٹ دیکھی تو annoy ہو گیا۔ وہ کہتا ہے دیکھو جی آپ نے بالکل وہی لسٹ جو میں نے نکالی تھی۔ اس میں آپ نے زیادہ details سے وہ دیا ہے جو میں نے بڑی مشکل سے ڈیڑھ دو گھنٹے کے ٹیسٹ کے بعد نکالا تھا۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہم نے جھک ماری ہے ادھر جتنا پڑھا ہے۔ If this could be possible مگر ایک بات میں آپ کو ضرور بتانا چاہتا ہوں۔ This is possible if you are a good student of the Quran. خالی اس میں نہیں۔ ہر کائناتی موضوعات پہ آپ قرآن سے بے حد و حساب علم بھی لے سکتے ہو' شناخت بھی لے سکتے ہو۔ بشرطیکہ آپ اپنے آپ کو عالم نہ سمجھو۔ اگر آپ اپنے آپ کو طالب علم سمجھتے رہو پھر آپ کو قرآن سے بہت کچھ ملے گا۔ جب آپ دانا اور بینا اور عالم ہو جاؤ گے تو پھر قرآن سے کچھ نہیں ملے گا۔

س: پروفیسر صاحب! یہ ایک بہن نے سوال پوچھا ہے کہ صبح کی عبادت کو بہت افضل قرار دیا ہے۔ اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سونے کی ممانعت ہے۔ Kindly ہمیں گائیڈ کریں کہ کون سے timings ہیں جس میں سونے کی ممانعت ہے اور کیا یہ درست ہے کہ سونے سے رزق میں کمی ہوتی ہے؟

ج: قطعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ نماز کے بعد تو لوگ سونے کو بہت معتبر جانتے ہیں۔ سب سے اچھی نیند ہی وہ ہوتی ہے جو نماز پڑھنے کے بعد سونے میں آتی ہے۔ البتہ فجر کے وقت جو ہے: "وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوداً "{بنی اسرائیل :78} صبح کے وقت قرآن حاضر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ملائکہ آسمانوں پہ عروج کر رہے ہوتے ہیں اور آپ کا دن بھر کا کچا چٹھا اور آپ کی رپورتاژ اوپر جا رہی ہوتی ہیں۔ اور لوحِ محفوظ میں جا رہی ہوتی ہیں۔ آپ کی کہی سنی باتیں خدا کے پاس حاضر کی جاتی ہیں۔ صبح کے وقت قرآن پڑھنے کی جتنی برکت ہے' تلذذ ہے' مزہ ہے' ایسا کسی بھی وقت میں نہیں۔ کیونکہ خاص طور پر اللہ نے فرمایا: "وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوداً "{بنی اسرائیل :78} کہ صبح کا قرآن حاضر کیا جاتا ہے۔ باقی دوسری بات قرآن کی ہے نہ حدیث کی ہے بلکہ وہ مزے سے سونے کی

بات ہے۔تو آپ سویا کرو مگر اگر آپ کو کاروبارِ حیات پہ جانا ہو تو آپ کو اتنا لمبا سونا نہیں چاہیے۔ زیادہ سونا بھی حماقت کی نشانی ہوتا ہے۔

س: اگر حروفِ مقطعات کا علم ایک نالج ہے تو اس کو عام کیوں نہیں کیا جاتا؟

ج: نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جو پہلا سوال اس سے منسلک ہے اس کے لیے اتنی زیادہ علمی تحقیق چاہیے۔ان مقطعات کے ایک ایک اسم کو اجاگر کرنے کے لیے اتنی زیادہ تحقیق چاہیے۔

For example آپ کو ایک حرف دیں۔اب چھوٹا سا مختصر سا جائزہ لوں گا۔زیادہ explain نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ بڑے مشکل سبق ہیں۔ دیکھیں ستر ہزار سال پہلے ہمارے پاس گفتگو کا جین نہیں تھا۔seventy thousand years before انسان کے اندر گفتگو والا جین آیا' پہلا cell آیا۔ستر ہزار سال پہلے لوگ یا گونگے تھے یا پھر اشارہ اور کنایہ سے کلام کرتے تھے۔یا ابتدائی طرزِ حیات میں تھے۔Probably neolithic age کے بعد ہم نے آ کے اشارے میں کلام کرنا سیکھا۔ستر ہزار سال میں اشارہ کلام کی طرف بڑھا۔مگر ہمارے پاس جو ریکارڈ ہے وہ بارہ ہزار سال سے پرانا نہیں ہے۔بارہ اور بیس ہزار سال کہ ہمیں لگتا ہے کہ انسانوں نے اس وقت کلام کرنا شروع کیا۔مگر obviously جب کلام کرنا شروع کیا ہو گا تو ان کے پاس کوئی ڈکشنریاں تو نہیں تھیں' جن سے انہیں سکھایا گیا ہو گا۔They started with one by one word. تھوڑا تھوڑا سا۔دو حروف' تین حروف۔پھر یہ کہ عہدِ قدیم کی زبان سریانی نہیں ہے' عربی نہیں ہے' عبرانی نہیں ہے۔وہ Aramaic language (آرامی زبان) ہے۔جب آپ Aramaic language تک پہنچتے ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان نے کس لفظ کا نام کیا رکھا ہو گا؟

دیکھو جب انسان نے پہیہ ایجاد کیا تھا تو اس کا نشان ''O'' تھا۔اس کو جب آرامِک لوگوں نے پہلے لفظ کے طور پر explain کیا تو اس کا مطلب ''ط'' تھا۔اور اس کی آواز بھی ''ط'' کی تھی۔اسی طرح آرامِک لوگوں نے Aramaic language میں جب لیڈر کو explain کرنا چاہا تو اس کا symbol (تصویر بناتے ہوئے) یہ رکھا (ایک آدمی جس نے دونوں بازوں جہاز کے پروں کی طرح پھیلا رکھے ہوں)۔یہ آدمی کھڑا ہے۔اس کے دونوں بازو پھیلے ہوئے ہیں۔اس کا نام انہوں نے ''ھا'' رکھا۔اور اس سمبل کی آواز بھی ''ھا'' کی تھی۔یعنی

اِس کا نام تھا ''ط'' اور اُس کا نام تھا ''ھــــــا''۔ میں نے آپ کو بتایا کہ ''ط'' سے مراد پہیہ تھا۔ سب سے پہلی آسانی جو دنیا کو کس چیز سے نصیب ہوئی؟ پہیے سے۔ تو پہیے کی آسانی کے لیے جب قرآن لفظ لایا اپنے اندر تو فرمایا ''طــــــہ''۔ تو سارے مفسرین نے اس کا ترجمہ کیا ''اے سردار''۔ وہ دور نہیں گئے مطلب سے۔ کیونکہ ''ھـا'' کا مطلب یہی تھا۔ ''ھـا'' کا مطلب تھا ''سردار'' اور پہیے کا مطلب تھا ''آسانی''۔ قرآن نے ''ھــــا'' کو ''ط'' سے منضبط کیا۔ آگے کیا آیت آئی؟

"طٰهٰOمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ "{طه:2-1} ہم نے قرآن کو مشقت کے لیے نہیں اتارا، یعنی قرآن کے ذریعے ہم نے تمہاری مشقت کم کر دی۔ جو بھی قرآن پہ عمل کرے گا، اس کی زندگی سہل، نمایاں آسان اور اس کے لیے آخرت ممکن الحصول ہو جائے گی۔ Aramaic language کو جب مقطعات میں رکھا گیا تو یہ نتیجہ نکلا۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ مقطعات خدا کے حروف کے مخفف ہیں۔ اس لیے یہ جو چودہ حروف ہیں ان کے بارے میں سیدنا فاطمہ بنت علی بن محمد بن علی کا کہنا ہے کہ ہمارے بزرگ جناب علی کرم اللہ وجہہ اس طرح دعا مانگا کرتے تھے: ''کھیٰعص اِغفر لی''۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ''ک، ہ، ی، ع، ص'' میں شامل ہر حرف کسی اسمِ الٰہی کا مخفف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ تمام حروفِ مقطعات' حروفِ اسمائے الٰہیہ کے مختصرات ہیں۔ دیکھو جب رزلٹ نکلتا ہے تو بڑی لمبی لسٹیں آتی ہیں۔ تو مخفف کیا ہوتا ہے کہ ''پ'' یا ''ف''۔ کسی کو شبہ رہ جاتا ہے؟ 'پ' کا مطلب 'پاس' ہوتا ہے اور 'ف' کا مطلب فیل ہوتا ہے۔ سب کو پتہ ہوتا ہے۔ تو حروفِ مقطعات کے علم کی تحصیل کے لیے Background knowledge کا ہونا بڑا لازمی ہے۔ کہ آپ کے پاس' پیچھے یا past کی کتنی نالج موجود ہے؟ جس سے آپ ریفرنسز کو interprete کرو گے۔ سیکھ تو سکتے ہو' شوق تو بڑا ہے سب کو مقطعات جاننے میں مگر اس میں جو گریٹر پرابلم ہے وہ' یہ ہے کہ آپ کتنا پیچھے جا سکتے ہو؟ کتنا علم حاصل کر سکتے ہو؟ آپ ڈھونڈو گے کہ مقطعات کی ریفرنسز کدھر ہیں۔ اور جو انسانوں کی بنیادی Languages ہیں' جو آرامک سے پہلے کی لینگویج ہے۔ صرف حروف کی لینگویج ہے' وہ مقطعات کی لینگویج ہے۔

س:۔ پروفیسر صاحب! Just for explanation پوچھ رہا ہوں۔ یہ جو آپ Aramaic کی بات کر رہے ہیں' امریکہ میں ایک Amish tribe ہے' بہت بڑا۔ جو مختلف اسٹیٹس میں رہتا ہے۔ وہ امریکہ کی جو مین امریکن لائف ہے' اس سے بالکل کٹا ہوا ہے۔ اس کی Language اپنی ہے۔ وہ بجلی تک استعمال نہیں کرتے ہیں۔ وہ tribal life گزار رہے ہیں۔ کیا یہ Amish بھی Aramaic ہی کا سلسلہ چل رہا ہے؟

ج: دیکھیں یہ جو قبائل بن جاتے ہیں' یہ بنیادی طور پر انسان کی فطری تقسیم ہے۔ مگر America is one of the oldest civilization, so Amish tribe could be a part of those.(Aramaic peoples) یا ہو سکتا ہے کہ سمندر کے رستے کچھ شیئر ہو گیا ہو۔ جیسے شروع میں انڈیا کا Sumerians civilization کے ساتھ ایکسچینج ہوا اور لینگویج اِدھر سے اُدھر گئی۔ جیسے چائنہ میں حادثتاً لینگویج ایکسچینج ہوتی رہی۔ basically سب سے بڑا ایکسچینج جو تھا' حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے۔ 'سام' جو امریکہ میں آباد ہوئے۔ 'ہام' جو ہمارے ہاں زیادہ آباد ہوئے ہیں۔ اور جو تیسرے لوگ ہیں بنو یافث' وہ چائنہ اور ادھر سارے آباد ہو گئے۔ تو ہو سکتا ہے Later stages پہ ان کے بچوں نے کہیں exploration کی خاطر ایک دوسرے کے ماں باپ' چاچا تایا کو ڈھونڈا ہو۔ and thus خداوند کریم نے بھی یہی طریقہ ڈھونڈا ہے۔ خداوند کریم نے اپنی عظمت کے ساتھ اسمِ رحمٰن ورحیم کو وابستہ کیا۔ اسمِ رحمٰن ورحیم میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ہم نے انسانوں کو پھیلایا۔ انسان کو آبادیاں دی اور انسانوں کو پھیلایا۔ ''هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْم'' کے تحت اس نے کہا کہ یہ بھی ہماری حکمتِ عالیہ کا بہت بڑا ایک سبب ہے کہ ہم نے انسانوں کو پھیلایا اور مختلف ٹیلوں پر آباد کیا۔

س: کیا خدا بھی جذبات یعنی feelings رکھتا ہے؟

ج: ایک تو رکھتا ہے..... ''حسرت!''۔ حسرت تو اسے آتی ہے۔ آتی بھی آپ لوگوں پہ ہے۔ غصہ بھی اسے آتا ہے اور وہ بھی آپ ہی لوگوں پر آتا ہے۔ مگر وہ حسرت والا پہلو بڑا ہے۔ خدا کہتا ہے دیکھو میں نے تمہیں پیدا کیا۔ میں نے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچایا۔ تمہیں خوبصورت شکلیں دیں۔ لباس دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تم وہ maggot دیکھتے جو زمین سے میں نے پہلے پہل اُگایا' اتنی بدصورت اور واہیات شکل کا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تم دوربین لے کے اپنے آپ کو اس وقت

دیکھتے جب تم ماں کے پیٹ میں ڈالے جا رہے تھے' وہ ایک منحوس سی دم والا جرثومہ۔ پھر تمہیں پتہ لگ جاتا تمہاری اصلیت کیا تھی۔ جب اتنا کچھ کیا' پھر ایک بہت بڑی نعمت دی۔ امانت دے دی۔ عزت دے دی۔ احسنِ تقویم دے دی۔ کائنات میں برتری دے دی۔ اور تو اور ساری مخلوقِ وقت کو اس وقت حکم دے دیا کہ سجدۂ فضیلت کرو انسان کو: " وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلاَئِکَةِ إِنِّی جَاعِلٌ فِی الأَرْضِ خَلِیفَةً "{البقرہ:30} نہ صرف یہ کہا بلکہ میں نے فرشتوں سے یہ کہا کہ "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلاَئِکَةِ اسْجُدُواْ لِآدَمَ فَسَجَدُواْ إِلاَّ إِبْلِیسَ "{البقرہ:34} اتنا کچھ کرنے کے بعد مجھے بھی تو ایک آرزو رہتی ہے کہ تم مجھے یاد کرو' پہچانو' سوچو۔

جلتے ہر شب ہیں آسمان پہ چراغ
جانے یزداں ہے منتظر کس کا

پھر اس نے قرآن میں فرمایا" یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ "{یٰسٓ:30} مجھے تم پہ حسرت آتی ہے :"یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ "{یس:30} مجھے افسوس ہے اور اسی بات پہ کہ ہم اس سے گریز کرتے ہیں۔ ہم نہ صرف اس سے گریز کرتے ہیں بلکہ اسے چھوڑ کے شیطان کی بندگی پہ تفاخر کرتے ہیں۔

ہم تکبراتِ ذات میں الجھتے ہیں۔ ہم جادوگروں کو اس کے شریک بناتے ہیں اور وہ حساب کتاب میں ہماری زندگیوں کے مالک ہوتے ہیں۔ شرم آنی چاہیے۔ اس خدا کے حضور میں اس کی طاقتیں تقسیم مت کیا کرو۔ ڈرو اس اللہ سے۔ وہ اپنی طاقتوں کی تقسیم گوارا نہیں کرتا۔ ''وَاللّٰہُ مُعطِی و انا قاسم'' اللہ کے رسول ﷺ نے حدیث قدسی quote کی۔ عطا' ساری اللہ کی ہے' ہاں بانٹنے والے اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ سو ان دونوں ذاتوں سے تعلق رکھا کیجئے۔ کوئی فالتو انسان اس قابل نہیں ہے' کوئی شخص اس قابل نہیں ہے کہ اور تمہیں کوئی کچھ دے سکے۔ یہی بات اللہ کی حسرت کا موجب ہے۔ اے بندے! مجھ پہ اعتماد کم کرتا ہے' بھروسہ کم کرتا ہے۔ اور توکل والے جو ہیں ہمیشہ اللہ ہی پہ توکل کرتے ہیں۔ یہ ایک تسبیح ہے' اگر یاد آئے' قرآن میں نظر آئے " عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُونَ "{یوسف:67} اللہ کافی ہے اور سارے بھروسہ کرنے والے اللہ ہی پہ بھروسہ کرتے ہیں۔

س: ''مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ اس کو تھوڑا سا

explain کر دیں۔

ج: دیکھو تلاشِ پروردگار میں ساری منازل علم کی ہیں، شناخت کی ہیں، جانچ پرکھ کی ہیں۔ منزلیں اپنے اندر کی ہوں یا باہر کی ہوں کائنات کی ریفرنسز سے دیکھنا ہوتا ہے۔ آفاق کی ریفرنسز سے دیکھنا ہوتا ہے۔ مجھے قرآن کی ایک آیت سمجھنے کے لیے ساری دنیا کی، mythology پڑھنی پڑھے گی۔ اللہ نے قرآن میں صرف ایک جملہ لکھا ہے، ایک جملہ کہ پہلے سب موحّد تھے۔ بعد میں انہوں نے بت پرستی اختیار کی۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ واقعی سب موحّد تھے، مجھے ساری دنیا کی mythology پڑھنی پڑھے گی۔ تو یہ علم کے آگے بڑھتے ہوئے naturally خدا کی طرف جاتے ہوئے آپ اتنے سیانے تو ہو جاتے ہو کہ دنیا کی باتیں تو چھوٹی رہ جاتی ہیں۔ آپ اتنے سیانے ہو جاتے ہو، اتنا caliber آپ کا بن جاتا ہے کہ کوئی آسانی سے آپ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ ویسے بھی آپ کا جو اعلیٰ ترین مصرفِ علم ہے وہ حفاظت کرتا ہے، آپ کی کوتاہیوں، پستیوں کی۔ اس لیے سب سے اعلیٰ دعا جو مانگی جاتی ہے "اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِی عَلٰی دِیْنِک" اس خوف اور ڈر سے مانگی جاتی ہے کہ کس وقت بھی ہمارا اپنا ہی علم ہمارے لیے گمراہی کا باعث نہ بن جائے۔ ہر وقت انکسارِ علم رہنا چاہیے۔ انکسار کے بغیر تعلیم حاصل نہیں ہوتی۔ سب سے بڑا انکسار یہ ہے کہ ہم اللہ کو عالم سمجھیں اور اپنے آپ کو متعلم سمجھیں۔ اور خدا سے کبھی بھی سیکھنے میں گریز نہ کریں۔ ابن سینا مر رہا تھا۔ اس کا شاگرد اس کے سرہانے بیٹھا تھا۔ تو اس نے آخری سانس لی۔ اس نے کہا ابن سینا کلمہ پڑھو۔ ابن سینا نے کہا سامنے میز پہ کتاب پڑی ہے، وہ میرے پاس اٹھا لاؤ۔ اس نے کہا استاد تیری جان جا رہی ہے، سکرات کا عالم ہے تو کتاب منگوا رہا ہے۔ ابن سینا نے جواب دیا بے وقوف میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے حضور ایسے پہنچوں کہ میں کسی نہ کسی چیز کو ڈھونڈ رہا تھا، علم کی تلاش کر رہا تھا، اور میں شہید کہلوایا جاؤں گا۔ مجھے اللہ پہ یقین ہے۔ میں اسے جو جانتے ہوں۔ تلاشِ علم ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ اپنی ذات پہ اور خارجی کائنات پہ اسی سے پھر شناخت بھی ڈویلپ ہوتی ہے۔

س: اسلام آباد میں جاری دھرنوں کا مستقبل کیا ہے؟

ج: بہت ساری چیزیں wastages میں جاتی ہیں۔ یہ بہت کارآمد ہو سکتا تھا، اگر پہلے سات دنوں میں ختم ہو جاتا۔ Through enforcement of law and

whatever there was necessary.دیکھو ہماری مثال ہمیشہ انگلینڈ اور برطانیہ
سے دی جاتی ہے۔ مگر یہ لوگ برٹش ڈیموکریسی جانتے نہیں ہیں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ کتے کی بڑی
حفاظت کرتے ہیں۔ ہاں کرتے ہیں' کتے کی کرتے ہیں' آدمی کی نہیں کرتے۔ اگر آپ غور کرو۔
ہنگری ہشتم کے زمانے میں Around about in 13th or 14th century
first charter of democracy was passed.اب اگر آپ دیکھو تو اس کو چھ
سات سو برس گزر گئے۔ چھ سو برس کی ڈیموکریسی کو آپ صبح و شام compare کیے جا رہے ہیں
پاکستان کی ڈیموکریسی کے ساتھ۔ اس سے بڑی جہالت کیا ہو سکتی ہے۔ یعنی اس ڈیموکریسی کا
سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ آپ اس کو ڈیموکریسی کہہ سکتے ہو' مگر کس funny لہجے سے کہ
بادشاہت ابھی تک وہاں زندہ ہے۔ یہ وہ ڈیموکریسی ہے جس میں ابھی بادشاہت سلامت ہے۔
وہ جہاں ڈیموکریسی پہ فخر کرتے ہیں وہاں اس بات پہ بھی فخر کرتے ہیں کہ آخری بادشاہ نے اگر
زمین پر حکومت کی تو وہ انگریز ہی کی حکومت قائم ہوگی۔ They also proud of it کبھی
آپ نے ان کی ہسٹری پڑھی ہو تو وہ کہتے ہیں آخری بادشاہ بھی اگر دنیا پہ ہوا تو وہ انگریزی مملکت کا
ہوگا۔ اتنی سختی سے وہ بادشاہت کی حفاظت کرتے ہیں' اپنی tradition میں۔ اور آپ جو اس کام
میں لگے ہوئے ہیں' ان سے مثال لیں' ہر مثال لیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کی بدقسمتی یہ ہے کہ
انہوں نے برٹش ہسٹری بہت کم پڑھی ہے۔ یہ برٹش وہ ہیں جن کی جنگوں میں ایک جنگ کا نام
"Jenkin's ear war" ہے۔ اس جنگ میں Zevolu tribe کے ایک نادان نے
ایک انگریز میجر کی کان کی لو کاٹ دی۔ اس کے عوض میں انگریزوں نے پورے کا پورا Zevolu
tribe ذبح کر دیا۔ اس کو Zevoluo holocaust کہتے ہیں اور اس جنگ کو Jenkin's
ear war" کہتے ہیں۔ انگریز پرستوں نے انہیں بہت کم پڑھا ہے۔ ہندوستان میں جب وہ
دہلی میں گھسے ہیں' ابھی بھی آپ ہسٹری اٹھا کے دیکھ لو ستر ہزار عورتوں نے کنوؤں میں چھلانگیں لگا
دیں' ٹامیز کے ڈر سے۔ By the way they have done a lot of good
things, a lot of good things. مگر ہم حیران اس بات پہ ہیں کہ ساڑھے تیرہ سو
برس پہلے' آپ پوچھتے نہیں ہو کہ بارہ پندرہ سو برس سے پہلے انگریز کہاں تھے؟ پندرہ سو برس پہلے
کہاں تھے؟ They were there all the time. ایک لطیفہ بڑا مشہور ہے۔ ایک

حقیقی' تاریخی لطیفہ ۔سلطان جلال الدین محمد اکبر کے زمانے میں ایک سفارت آئی۔ سفارت میں کہا گیا کہ جنابِ والا ملکہَ بحروبر' Queen of land and sea' اور ملکہ کی شان میں بڑے لمبے قصیدے ۔وہ جیسے اس طرح کے موقعوں پہ راگ الاپتے ہیں۔سلطان بیچارہ چپ چاپ سن رہا تھا۔ابوالفضل فیضی ساتھ کھڑا تھا۔وہ جلال الدین اکبر کا وزیراعظم تھا۔تو جب سفیر قصیدے پڑھتا رہا' پڑھتا رہا تو جلال الدین اکبر نے پوچھا کہ ابوالفضل ایں جزیرہ نما چراں است؟ اکبر نے پوچھا کہ یہ جزیرہ نما ہے کہاں؟ جس کی اتنی تعریف کی جارہی ہے۔یعنی جلال الدین محمد اکبر کے زمانے میں یہ جزیرہ نما ان کی یادداشت میں ہی نہیں تھا۔کہ ایسا بھی کوئی ملک موجود ہے جسے انگلینڈ کہتے ہیں۔تو اس نے پوچھا ایں جزیرہ نما چراں است؟ یہ ہے کہاں؟ یہ حال تھا۔

1588ء میں انگلینڈ' آرمیڈا' کی فتح کیلئے نکل رہا تھا۔بہت بڑی جنگ تھی۔چار لیٹرز اس نے سلطنتِ عثمانیہ کو لکھے۔اتفاقاً ابھی بھی موجود ہیں۔ان کا خلاصہ یہ تھا' پنجابی میں کہ "مائی باپ اسی تو ہاڈے سہارے جینے آں۔اسی لڑائی جھلن چلے آں۔ایہہ ویکھنا کدرے ساڈا ملک ہی نہ کوئی لے جائے۔" (مائی باپ ہم آپ کے سہارے جیتے ہیں۔ہم جنگ لڑنے جارہے ہیں۔ خیال رکھیے گا کہیں ہمارے ہی ملک پہ کوئی قبضہ نہ کرلے۔) یہ سیدھی سادھی بات تھی' چاروں لیٹرز میں They begged and requested the king of the Muslims. سلطان سلیمان ذیشان کو خط لکھا کہ ازراہِ کرم آپ ہمارے ملک کی حفاظت کی ضمانت دیجیے' ہم ایک بہت بڑی جنگ کے لیے جارہے ہیں۔

اصل میں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ The generations which were born before forties they are still slaves. The generations which were born after forties they are free. ان پر انگریز کی غلامی کا اثر نہیں ہے۔جن لوگوں نے ساری زندگی انگریزی صفات کے سبق پڑھے ہوں ان کے بارے میں آپ کیا کہہ سکتے ہو؟ The families they belong to they heard all good about the British and now a new party is rising. ان کے بارے میں آپ کہہ سکتے ہو کہ seventies کے

بعد اب زیادہ تر لوگ امریکن نغمے پڑھ رہے ہوتے ہیں' زمینی حقائق کے تحت (وہ کہہ رہے ہوتے ہیں) .America is the big and best country دیکھو جمہوریت دو وجہ سے معزز ہو گئی ہے۔ آج جو میں بات کہہ رہا ہوں' شاید میں زندہ نہ ہوں مگر کبھی آپ بتانا۔ ہو سکتا ہے اس میں پچیس سال involve ہوں۔ یہ جو بات ہے بڑی پکی ہے۔ This is not such a system which can last longer. جمہوریت! دنیا کی جو پہلی جمہوریت تھی Athenian democracy وہ پینتیس سال چلی تھی۔ دوسری Spartans تھی۔ وہ پندرہ سال چلی تھی۔ یہ جمہوریتیں revolt کر گئیں۔ سب سے بڑا جمہوری دور جو اب چل رہا ہے' یہ ایجوکیشن کی وجہ سے آیا ہے۔ مگر آخر جمہوریت کیوں؟ آپ سب جانتے ہو کہ جمہوریت کے دو بڑے وظائف کیا ہیں۔ سب سے بڑی safe thing کیا ہے؟ کیوں آخر یہ نظام چلا ہے؟ Public participation? No, not at all. ہر آمرِ مطلق بھی کسی نہ کسی حد تک Public participation رکھتا ہے۔ دو بڑی وجہ ہیں' جمہوریت کے نامور ہونے کی Free economy and free public opinion، اور آل لوگوں کی رائے کا احترام کیا جائے اور اکانومی آزاد ہوتی ہے۔ کمیونزم کے خلاف جمہوریت نے فروغ پایا انہی دو چیزوں کی وجہ سے۔ کہ چونکہ ہم آزاد تجارت کے حامی ہیں۔ اسی لیے ہمارے ملک امیر اور رئیس ہیں اور بڑے ہیں اور Controlled economy والے تباہ و برباد ہو گئے ہیں' جو communist economy تھی' وہ کم تر رہی ہے۔ یعنی اگر ایسٹ جرمنی اور ویسٹ جرمنی میں مقابلہ کیا جائے تو یہ تھیسز ٹھیک ثابت ہوتا ہے۔ ویسٹ جرمنی نے بہت ترقی کی as compared to the East Germany اس طرح یہاں نارتھ کوریا اور ساؤتھ کوریا کا مقابلہ کیا جائے۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ اس decade میں آ کے یہ تھیسز غلط ہو گیا۔ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی اکانومی جو ہے وہ open economy نہیں ہے۔ وہ چائنہ کی Controlled economy ہے۔ دوسرے نمبر پہ جو اکانومی ہے Again it is a controlled economy وہ Russia کی ہے۔ تیسرے نمبر پہ سب سے بڑی اکانومی Still a little bit controlled not totally controlled وہ جرمنی کی ہے۔ اب جمہوریت کا تھیسز ہی ختم ہو گیا۔ اب free economy والا امریکہ پندرہ سے

بیس ٹریلین ڈالر کا چائنہ کا مقروض ہے۔ بیس ٹریلین ڈالر کا' بیس میلین کا نہیں۔ Similarly every country today on the surface of the earth even we owe two hundred billion dollar to China. اب یہ تھیسز ہی ختم ہو گیا ہے کہ جمہوری ملک زیادہ Rich ہوتا ہے' زیادہ امیر ہوتا ہے یا Free economy flourish کرتی ہے۔

دوسرا!! Freedom of speech کسی نہ کسی بہانے مسلمانوں کا جینا امریکہ میں تنگ' انگلینڈ میں تنگ' جرمنی میں تنگ' فرانس میں تنگ۔ وہ آزادی جو کسی نے as a national of American or British inherit کی تھی اب وہ exist نہیں کرتی۔ They don't allow anything out of the fear, so-called fear of terrorism created by the western nations انہوں نے یہ دوسرا اصول بھی جمہوریت کا ختم کر دیا۔ کوئی اب فریڈم نہیں رکھتا' اظہارِ رائے کی' اظہارِ عمل کی' یورپی ملکوں میں۔ So may be آپ بھگوڑوں کی طرح ہر چیز کے پیچھے بھاگنے والے ہوتے ہیں۔ آپ تک یہ سوغاتِ جمہوریت ذرا لیٹ پہنچی ہے۔ آپ پچیس سال اور چلا لیں گے۔ یہ ہی ہے بس۔ That's all, how can you experience such idealogy? اس نظریے کو جو آپ کے مذہب سے مطابقت رکھتا ہی نہیں ہے۔ آپ کیسے اسے چلاؤ گے۔ دنیا میں جہاں جہاں جمہوریت ہے وہاں moral laws کی تباہی ہوتی رہی ہے۔ آپ بھی ایسا ہی کرو گے؟ آپ کے اندر سے ہی ایسے لوگ پیدا ہوں گے (جو اس کا انکار کر دیں گے)۔ یا اس جمہوریت کی شکل بدل دی جائے گی۔

بتاؤ تو سہی یار! اَن پڑھ نے کیا قانون بنانے ہیں؟ اگر قانون سازی کی بنیاد ووٹ پہ رکھی جائے۔ یہ جو ووٹر ہے آپ کا بڑا سیانا ہے۔ کھانے پینے میں activity میں اس کو خداداد ذہانتیں بھی نصیب ہیں۔ مگر کیا وہ moral law بھی دے سکتا ہے آپ کو؟ جیسے خدا قرآن میں دے رہا ہے۔ اگر ایسے ہوتا تو ایک بات اچھی طرح آپ یاد رکھو آج تک کسی نسلِ انسان نے کوئی اخلاقی قانون نہیں بنایا۔ جب سے انسان بنا آج تک انسان ٹریفک لاء بناتا رہا ہے' انسان ڈیوٹیوں کے قانون بناتا رہا ہے' بجلیوں کے مگر آج تک کسی انسانی معاشرے نے moral

law نہیں بنایا۔ آج تک نہیں بنایا۔ All moral laws have been issued by religion and by God. علوم عمرانیت کے ماہرین وہی کہتے ہیں جو قرآن کہتا ہے کہ ابتداء میں انسان ایمان والا تھا۔ خدا شناس تھا۔ خدا پرست تھا۔ اور خدائے واحد کی پرستش کرتا تھا۔ دو بڑے اصول ہیں جو انتھروپالوجی نے دیے ہیں۔ No.1: Homo sapien is homo religious. کہ جب سے انسان نے سوچنا شروع کیا انسان مذہبی ہے۔ دوسرا قانون انتھروپالوجی نے دیا ہے۔ Homo sapien is monotheist. کہ جب سے انسان نے سوچنا شروع کیا ہے' وہ خدائے واحد کی پرستش کرتا تھا۔ اس کے بعد اس نے بت پرستی شروع کی۔ باطل پرستی شروع کی۔ بہر حال قرآن ہی سچا ہے' خدا ہی سچا ہے اور باقی سب افسانہ ہے۔

وما علینا الا البلاغ

عصرِ دجال کی شناخت

اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (الاسراء: ۸۰)

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الصٰفّٰت: ۱۸۲،۱۸۱،۱۸۰)

خواتین وحضرات! اس موضوع پہ دو ریفرنسز سے گفتگو ہوتی ہے۔ جب دجال کا نام لیا جاتا ہے تو مہدئ آخرالزمان کی طلب ہوتی ہے۔ جب مہدئ آخرالزمان کا ذکر ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ورودِ زمین کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ ایسا ایک موضوع ہے جس پہ ہماری امیدیں، توقعات اور اہلِ دل کے خیال اور دل دھڑک جاتے ہیں۔ اس خیال سے کہ ایک وقت آئے گا کہ ہم اپنی اس زبوں حال صورتِ حال سے نکل کے پھر وارثِ ملکِ خدا ہوں گے۔ پھر زمین کے وارث ہوں گے۔ آسمان کے وارث ہوں گے۔ مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کے بعد دجال کی زیادہ شہرت ہوئی۔ اور حضرت نوح علیہ السّلام کے زمانے سے ہی اس کا تذکرہ شروع ہو گیا۔ اور تمام انبیاء اس سے آگاہ کرتے چلے آئے کہ ایک بہت بڑا فتنہ آگے کسی نہ کسی امت کو کسی نہ کسی زمانے میں پیش آئے گا۔ اور جو رہا سہا ایمان ہو گا وہ ضائع ہونا

شروع ہو جائے گا۔ حیرت کی بات جو اس وقت نظر آتی ہے کہ حضرت نوحؑ کے زمانے سے پہلے انسانی ذہن اتنا پروگریسو نہیں تھا۔

اب دیکھیں حضرت نوحؑ کی 937 برس کی ریاضتِ پیغمبرانہ کے باوجود ایک بھی مسلمان نہیں ہوا۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے چار بچوں میں سے تین بچا سکے۔ کہ ان میں سے ایک بچہ 'کنعان' دجال کو پلٹ گیا۔ اب question یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت کی قوموں میں اتنی بری حالتِ اجتناب کیوں تھی؟ لوگ کیوں خدا کو نہیں آتے تھے؟ کیوں اللہ کو نہیں مانتے تھے؟ کیوں اپنے فسق و فجور میں مبتلا رہتے تھے؟ اور کیوں وہ پیغمبروں کی بات نہیں سنتے تھے؟ آخر کیوں اللہ کو اتنے بڑے بڑے المیے نسلِ انسانی کے لیے قائم کرنے پڑے؟ Why? Why would entire nation fail to understand the point of the prophet? اب خود غور کرو کہ ایک پیغمبر جو ہے کتنا عالی قدر ہوتا ہے۔ خدا کی اعانت ساتھ ہوتی ہے۔ ہر چیز...... اس کے باوجود وہ پوری قوم سے ایک بندہ نہیں Convert کر سکتا۔ یہ جو عظیم ذلت نسلِ انسان نے دو چار دس مرتبہ اُٹھائی ہے اس کے نتیجے میں یہی حال ہوا ہے۔ حضرت لوط علیہ السّلام کے زمانے میں جب قومِ لوطؑ کی تباہی کا حکم آیا تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام گھبرائے۔ حضرت لوطؑ ان کے بھتیجے تھے۔ جب جبرائیل آئے اور کہا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ قومِ لوط کو تباہ کریں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے سوال کیا کہ اے اللہ! تو اس قوم کو تباہ کر رہا ہے جس میں پچاس شریف لوگ ہوں گے۔ پچاس تجھے ماننے والے ہوں گے تُو اس قوم کو بھی تباہ کر دے گا؟ اللہ نے ویسے بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دوست بنایا ہوا تھا۔ خلیل اللہ تھے۔ فرمایا! ''اچھا ابراہیمؑ ٹھیک ہے۔ پچاس ہوئے تو میں نہیں اس قوم کو تباہ کروں گا۔'' حضرت ابراہیمؑ بڑے گھبرائے بہت سمجھدار پیغمبر تھے۔ آپ کو پتہ ہے۔ اور گھبرا کر کہنے لگے اچھا اچھا پچاس نہیں تو تیس تو ہوں گے اور اگر تیس ہوئے تو تُو تباہ کر دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا ابراہیمؑ اگر تیس بھی ہوئے تو چھوڑ دوں گا۔ اب تو وہ بہت زیادہ گھبرائے۔ انہوں نے کہا کہ یعنی پوری قوم میں سے تیس بندے بھی نہیں ہیں۔ اب انہوں نے آخری کوشش کی کہ اے اللہ اگر دس مل جائیں تو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر پانچ مل جائیں تو بھی چھوڑ دوں گا۔ اب اندازہ کیجیے اقوام کی غربتِ دین کا عالم کہ پوری قوم میں سے پانچ بندے بھی ایسے نہیں تھے جو عذابِ الٰہی کو ٹال سکتے۔ ایک پوری قوم (میں

سے محض پانچ بندے)۔ادھر آپ دیکھیں رسول اکرم ﷺ سے سوال ہوا کہ اللہ کے بزرگ و برتر پیغمبر ﷺ قیامت کب قائم ہوگی؟ فرمایا جب تک زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا ہوگا قیامت نہیں آئے گی۔یعنی اس لیبارٹری کا (ڈیزائن ترتیب دیا گیا)۔ایک کائنات بنی' اس میں گلیکسیز بنیں۔اس میں کانسٹیلیشنز بنیں۔پھر ایک زمین کو علیحدہ کیا گیا' conducive to life, a new life belt create کی گئی۔زندگی کی قدر اجاگر کی گئی۔ایک ہزار درجے اگر خوردبین سے بڑا کر کے دیکھو۔تب تم کہیں اپنے آپ کو نظر آؤ گے۔اس matter سے ڈیویلپ کیا۔اگر آپ اپنے اور یجن کو دیکھو خدا غلط تو نہیں کہتا" هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا "{الدھر:01} تم کوئی قابلِ ذکر شے نہیں تھے۔اگر کوئی دعویٰ غرور ہے' کوئی جبلت انانیت پر آمادہ کرتی ہے تو ایک دفعہ ضرور گائناکالوجسٹ کے پاس جا کر کسی لیبارٹری میں اس جرثومے کو ضرور دیکھ لینا' جس سے آپ کی ڈویلپمنٹ ہوتی ہے۔آپ حیران ہو جائیں گے کہ کیا تھے۔اللہ نے کیا سے کیا کر دیا۔اتنا بڑا انسان بنا دیا۔مگر ہم نے جواب میں اللہ کو یہ کہنے پر مجبور کیا" يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ "{یس:30} اے لوگو! بڑا افسوس ہے مجھے حسرت ہے کہ سب کچھ میں نے تمہارے لیے کیا اور تم نے مجھے return کیا کیا؟

دجال! تم نے مجھے دجال return کیا۔مل جل کے خیانتِ انسان نے' انسان کی جبلی قدروں نے مجموعی طور پر ایک ایسا عفریت انسانوں میں پیدا کیا جسے ہم دجال کہتے ہیں۔ What are the basic qualities of Dajjal? بنیادی طور پر دجال کا لفظ دجل سے نکلا ہے۔اس کا مطلب ہے جھوٹ۔غلط ملط کر دینا۔اُلٹا سیدھا کر دینا۔اچھے بھلے معانی کا رنگ بدل دینا۔بات کچھ ہو رہی ہوتی ہے' نیکی کی' اور اسے دوسرے رنگ میں ڈھال کر اپنی شیطنت کو' اپنی بے ایمانی کو عجب حسین سا رنگ دے کے پیش کر دینا۔تمام گناہوں کو جائز قرار دینا۔اور کہنا کیا؟ Human liberties! Human liberties! انسانی آزادی کے نام پر ہر خطائے انسان کو متبرک بنا دینا۔قتل کرنا۔غارت کر دینا انسان کو جمہوریت کے نام پہ..... کتنا خوبصورت نام ہے۔صبح و شام بچوں کو مارنا۔بڑوں کو مارنا۔عورتوں کو مارنا۔ملک میں بدامنی پھیلانا۔فساد فی الارض کے خالق ہونا۔کس چیز کے نام پر؟ شریعت کے نام پر۔خوبصورت آئیڈیلز کے نام پر' یہ فتنے جو ہیں یہ دجال کہلاتے ہیں۔یہ دجل ہیں۔انسانی فطرت کا basic دجل یہ ہے کہ اپنی

خبیثانہ instincts کو animal instinicts کو عقلمندی کا نام دے دینا۔ حسنِ الفاظ دے دینا۔ ایک رنگِ معاشرت دینا۔ بڑے بڑے intellectuals جو ہیں ہر قسم کی ان خباثتوں میں پڑے ہوتے ہیں۔ They come out with one single title that why should not a man be allowed all these things which God restricts? کہ خواتین وحضرات میں جب دجال کا سوچتا ہوں تو مجھے دو چیزیں بڑی عجیب لگتی ہیں۔ آپ کو بھی یقیناً لگتی ہیں۔ دجال' کانا' ہے۔ یہ عجیب سا لفظ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ دجال کے ساتھ' کانے' کا لفظ کیوں آیا۔ آپ کسی کو جب بہت گھٹیا اور بہت معمولی کا طعنہ دیتے ہیں تو تب کہتے ہیں اوئے کانے' یا پھر ہمارے جملے میں آتا ہے' اوئے کانے دجال'۔ ہم ساتھ دجال کا لفظ بھی بولتے ہیں۔

حیران کن بات یہ ہے کہ امریکہ جیسی اتنی بڑی پاور' انگلینڈ جیسی اتنی بڑی پاور اور سب دنیا کی بڑی طاقتیں مل کر بہت بڑے مردے کو زندہ کر رہے ہیں۔ بھئی! میں جو بات کر رہا ہوں ذرا غور کیجئے گا کہ مردہ کو زندہ کر رہے ہیں۔ بقول حدیثِ رسول ﷺ جس ویران جگہ سے گزرے گا بادل برسائے گا اور جس نہ ماننے والی جگہ سے گزرے گا اسے بمباریوں سے اجاڑ کر رکھ دے گا۔ اتنی طاقت! مگر اس میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اپنا کانا پن دور کر سکے۔ کہ اتنی بڑی طاقت مگر اپنی پھولی ہوئی ابھری ہوئی آنکھ کو وہ درست نہیں کر سکے گا۔ رہے گا دجال کانا ہی' جو مرضی کر لے۔ اتنی Operational facilities کے باوجود وہ اس آنکھ کا Operation نہیں کر سکے گا۔ مگر He will stay as one eye monster.

جنہیں ہم ڈھونڈتے تھے آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے اپنے ہی خانہ ٔدل کے مکینوں میں

آپ غور تو کرو۔ دجال تو میرے دل میں رہتا ہے۔ دجال تو آپ کے دل میں رہتا ہے۔ دجال تو ہر جگہ رہتا ہے۔ .We accept him ہم accept کرتے ہیں ان کی اس ویلیو کو۔ ہم ہر جگہ جہاں جہاں ہمیں اس کی ویلیوز ملتی ہیں' ہم انہیں قبول کرتے ہیں۔ دجال آپ سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں Creater ہوں۔ میں انسانوں میں بہت بڑا ہو چکا ہوں۔ میں زمین و آسمان کا مالک ہوں۔ میں سنگل ہوں۔ اور میرے علاوہ پورے زمین و آسمان میں کوئی مخلوق نہیں

ہے۔اس لیے خدا کونسا؟ میں ہی خدا ہوں۔ہم میں سے بہت سارے لوگ اس نقطۂ نظر کو مانتے ہیں۔ہم میں سے بہت سارے لوگ خدا کونہیں مانتے۔ چھ سات ارب کی دنیا ہے۔ چھ ارب لوگ خدا کونہیں مانتے ہیں۔اگر آپ غور کر و وہ خدا کے قوانین کونہیں مانتے۔اگر ان میں سے کوئی اللہ کو مانے‘ جیسے رومن کیتھولک عیسائی۔سورۃ کہف پڑھ کے دیکھ لے۔حضورﷺ نے فرمایا تھا اگر تمہیں دجال کے بارے میں شبہ ہو تو سورۃ کہف پڑھ لینا۔سورۃ کہف میں کرسچن نیشنز کا ذکر ہے کہ انہوں نے خدا کے گھر اولاد پیدا کر دی ہے۔خدا کی بیوی پیدا کر دی ہے۔خدا کا بچہ پیدا کر دیا ہے۔یہ قومِ لعین ہی اصل میں دجال ہے۔بہت دیر کی بات ہے‘ تین سو پچیس قبل مسیح میں بخت نصر کے دربار میں حضرت دانیال علیہ السّلام بمعہ بہت سارے یہودیوں کے ساتھ قید ہوئے۔رویا کرتے تھے۔میری قوم دوبارہ بحال ہو۔

دراصل انہی کے عہد میں حضرت دانیال کی دعاؤں کی وجہ سے یہ قوم پھر دوبارہ یروشلم واپس گئی اور آباد ہوئی۔تو ایک دفعہ حضرت دانیالؑ کی حضرت جبرائیل امین سے بات ہو رہی تھی۔آپ نے پوچھا کہ یہ دجال قوم کیا ہے؟ یہ فتنۂ کبریٰ کیا ہے؟ تو کہا کہ یہ چند قومیں ہیں جو مل کے اس کے وجود کو تخلیق کرتی ہیں۔آپ نے پوچھا اس کی پہچان کیا ہوگی؟ کہا کہ بحیرہ بالٹک مملکتِ رس اور پانیوں کے گرد آباد قومیں دجال ہیں۔غور کیجئے گا۔یہ بہت پرانی بات ہے۔کہ حضرت جبرائیل امین نے حضرت دانیالؑ کو یہ واضح کر دیا کہ دجال کون ہے۔''مملکت رس بحیرہ بالٹک اور پانیوں کے گرد آباد قومیں دجال ہیں۔'' پھر پوچھا کہ اس کی اور کیا نشانیاں ہیں؟ کہا دوسری نشانی یہ ہے کہ دجال اجرامِ فلکی میں دراندازی کرے گا۔یعنی کائنات میں گلیکسیز میں کانسٹیلیشنز میں دخل دے گا۔ستاروں کی جانچ پرکھ کرے گا۔اور اپنے وجود زمین سے باہر نکل جائے گا۔اور انہوں نے پوچھا تیسری نشانی کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ دائمی قربانی موقوف کر دے گا۔دائمی قربانی صرف ایک ہی ہے اور ایک ہی جگہ ہوتی ہے اور وہ کعبتہُ اللہ ہے۔یعنی بہت جلد دائمی قربانی موقوف ہو جائے گی۔یعنی حج موقوف ہو جائے گا۔جو اس وقت بھی حالات ہیں اگر تھوڑے سے اور Extend ہو گئے تو کعبتہُ اللہ میں جانا محال ہو جائے گا۔اور دائمی قربانی بھی موقوف ہو جائے گی۔

خواتین وحضرات! دجال کی یہ علامات تب سے بڑی محکم چلی آتی ہیں۔اتفاق سے

حضرت دانیالؑ کے زمانے میں نہ کوئی مریخ پہ پہنچا تھا۔ نہ کوئی چاند پر پہنچا تھا۔ نہ کوئی اتنے بڑے بڑے چیلنجز دے رہا تھا۔ جب یہ لفظ عہد نامہ عتیق میں لکھے گئے۔ اس وقت ان چیزوں میں کسی کا کوئی گمان بھی نہیں تھا۔ مگر اب ان میں سے کم از کم دو حقیقتیں پوری ہو چکی ہیں۔ اور یہ ان دو حقیقتوں میں سے سب سے بڑی حقیقت کے بارے میں مَیں حیران ہوتا ہوں کہ اس وقت حضرت جبرائیل نے جو علامت بتائی تھی کتنی سچی نکلی ہے۔ کہ انہوں نے کہا تھا کہ انسان اجرام فلکی میں دخل اندازی کرے گا۔ اور آج دن رات اجرامِ فلکی میں دراندازی ہو رہی ہے۔ اصل میں بہت ساری کتابیں بدل گئیں مگر عہد نامہ عتیق کو شاید اس لیے نہیں بدلا گیا کیونکہ اس سے یہودی اسکالرز کا مطلب نہیں پورا ہوتا تھا۔ جس چیز سے ان کے مطلب پورے ہوتے تھے وہ بڑی آسانی سے بدل دیتے تھے۔ مگر یہاں ان کا کوئی کام نہیں تھا۔ علامتیں تھیں، اس لیے ان آیات کو انہوں نے نہیں بدلا۔ یہ ویسے ہی رہ گئیں۔ تو یہ آیات جو ہیں اس وقت عہد نامۂ عتیق میں بائبل میں موجود ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام کی ابتداء اجنبیت سے ہوئی۔ اسلام دنیا میں اجنبی کی طرح آیا۔ ایک single بندہ، پھر ایک بندہ، پھر ایک بندہ۔ محمد رسول ﷺ سیدنا علیؑ ابن ابی طالب سیدنا ابی ابوبکر صدیقؓ، سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ایک ایک بندہ۔ پھر یہ بڑھتا ہوا ہم تک پہنچ گیا۔ یہ امانتِ پروردگار پھر ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم کیسے لوگ ہوں گے بھلا؟ اس زمانے کے لوگ، دجال کے زمانے کے لوگ، ہم لوگ کیسے ہوں گے؟ اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق خداوندِ کریم نے فرمایا کہ دوبارہ اسلام اجنبیت کی حالت کو پلٹ جائے گا۔ تو اصحاب نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ دوبارہ اجنبیت کیسی ہوگی؟ یہ تو تسلیم کیا کہ ایک ایک کر کے لوگ مسلمان ہوئے اور بڑھ کے بیعتِ اُولیٰ اور ثانیہ سے گزرے پھر مدینہ کی ریاست قائم ہوئی۔ پھر ہماری ریاست قائم ہوئی۔ مذہب کے نام پر مدینہ کے بعد پہلی ریاست مملکتِ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوئی۔ یہ بھی حیرانی کی بات ہے۔ پاکستان پہلی ریاست ہے جو مدینہ کے بعد purely اسلام کے نام پر قائم ہوئی۔ جس کا motive ہی صرف یہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ آپ کو پتہ ہے پاکستان، مدینہ کا ہم معنی ہے۔ جو مدینہ کا مطلب ہے وہی پاکستان کا مطلب ہے۔ اور یہی دو آخر میں بچنے والے ملک ہیں۔ چاہے جو مرضی کر لے۔ یہ دونوں ہم معانی ملک ہی آخر میں بچے

رہیں گے۔

حضورﷺ نے فرمایا اجنبی لوگ وہ ہیں کہ جو لوگوں کو فساد میں مبتلا ہوتے دیکھ کر تھوڑی سی ان کی اصلاح کر دیں۔ ایسے لوگ بمشکل آپ کو نظر آئیں گے۔ زیادہ تر لوگ وہ نظر آئیں گے جو گروہ در گروہ اصلاح کے لیے آئیں گے۔ اور مزید ان کو دجل و فریب میں مبتلا کر کے چلے جائیں گے۔ ایک بڑی خوبصورت آپ کو حدیث سنانا چاہتا ہوں۔ بہت ہی خوبصورت' امید ہے آپ کا دل اس سے بڑھ جائے گا۔ حضورﷺ نے فرمایا ''میری امت تو بارش کی طرح ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا میری امت بارش کی طرح ہے۔ جس کے متعلق معلوم نہیں کہ اس کا پہلا حصہ بہترین ہے کہ آخری حصہ بہترین ہے۔'' ہم آخری حصے کے لوگ ہیں۔ یعنی حضورﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ میری امت بہترین امت ہے اور عجب سی امت ہے کہ پتہ نہیں ہے کہ میری امت کا پہلا حصہ بہترین ہے یا آخری حصہ بہترین ہے۔ یعنی بارش کی طرح ہے' شروع میں برستے ہوئے بھی خوبصورت لگتی ہے۔ اور ختم ہوتے ہوئے بھی خوبصورت لگتی ہے۔ کل دیکھا نہیں (ایک دن پہلے ہونے والی بارش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کیسی زوردار بارش تھی۔ درمیان والا حصہ ذرا گڑبڑ ہو جاتا ہے۔ مگر پہلا حصہ بھی خوبصورت ہوتا ہے اور آخری حصہ بھی خوبصورت ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس
حدیث کی قدر کرتے ہوئے آخری حصے کو بہترین بنانے میں پورے اخلاص سے کام لیں گے۔

دجل ہمارے اندر موجود ہے۔ میں اسے باہر کہاں ڈھونڈتا پھروں۔ میں ایمان رکھنے کے باوجود جب اپنی بری خصلتوں کی تابعداری کرتا ہوں۔ تو دراصل میں دجال ہی کی تابعداری کرتا ہوں۔ دجل کی کچھ صفات میرے اندر موجود ہیں۔ میں اس بیچارے کو کیا الزام دوں جس کی destiny برا بننے کی ہے۔ میں اس کو الزام نہ دوں جو بنا جنت کے لیے ہے جس کی destiny بہترین ہے مگر وہ بھی یہی حرکتیں کر رہا ہے' جو دجال کر رہا ہے۔ دجال' حضرت نوحؑ کے بعد علم و معرفت میں بڑی ترقی کر گیا۔ آپ کو ایک بات بتا دوں۔ پہلے دجال کی مثال کسی جنونی اور پاگل کی دی جا سکتی تھی۔ مگر اب دجال کے پاس اتنی انفارمیشن ہے۔ گوگل اس کی انفارمیشن ہے۔ دنیا بھر کے فتنے اس کی انفارمیشن ہیں۔ اب میرے جیسا سادہ انسان اسے face نہیں کر سکتا۔ You can understand. اب دجال گھر گھر میں پہنچا ہوا ہے۔ گلی کوچوں میں گھومتا پھرتا

ہے۔اس لیے کہ اس کے پاس اتنی Information, human collection اتنی زیادہ ہے وہ چاہے انٹرنیٹ کی شکل میں ہو laptop کی شکل میں ہو یا mobile کی شکل میں ہو کہ ہمیں ہر چیز اس کے بارے میں مل جاتی ہے۔اتنی انفارمیشن والے کے ساتھ وہ آدمی کیا لڑے گا جس بیچارے کے پلّے نہ کوئی عقل ہے نہ ہدایت ہے، جس کو کسی بھی چیز کا پتہ نہیں ہوتا۔ Today a very common simple intelligent young man can tell you what is happening all over the world. دجال کی انفارمیشن کتنی complete ہوتی ہے، کتنی زبردست ہوتی ہے۔مگر اس کے بارے میں ہمارے پاس اس چیز کا کوئی مداوا نہیں۔ Naturally we are on the defense line مذہب ڈیفنس میں چلا جاتا ہے۔

اس لیے کہ ابھی دیکھیں دجال جب مذہبی انفارمیشن غلط دے گا وہ بھی دجال کا حصہ بن جائے گا۔جو پیر فقیر دعویٰ میں مطلوب ہوگا۔جو خدا کی ذات کی بجائے اپنے آپ کو مرکزِ دعوت سمجھے گا وہ بھی دجال کی شکل ہے۔دجال ہر صورت میں آتا ہے۔پروردگارِ عالم کے لفظِ مبارک میں یہ دائیں سے آئے گا۔بائیں سے آئے گا۔اوپر سے آئے گا۔نیچے سے آئے گا۔ہر طرف سے آئے گا۔صرف ایک قسم کا بندہ اس کے ہاتھ سے بچے گا "اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ" {الصافات:160} اگر واقعی آپ کے دل میں خدا کے لیے ذرا سا بھی اُنس ہے، محبت ہے تو آپ دجال کے ہاتھ سے بچ جاؤ گے۔اب اس دجال کو جو ہمارے اندر موجود ہے اور اس دجال کو جس کی ساعت مقرر ہے (ان کی شناخت کیسے ہوسکتی ہے؟)۔

اگر آپ غور کریں تو زمانۂ آخر کی تمام علامتیں یہ ہیں کہ حضورﷺ کا فرمانِ گرامی ہے کہ دجال کے ساتھ سب سے زیادہ یہودی اور عورتیں ہوں گی۔ why? why? simple because یہود دنیا میں ہر مذہب سے حسد کرتا ہے، ہر چیز سے حسد کرتا ہے اور خواب دیکھتا ہے جملہ حکومتوں کے۔یہود اس لیے مدینہ میں پہنچے تھے اس کو بڑوں نے خبر دی تھی کہ مدینہ سے ایک ایسا پیغمبر اُبھرے گا جو اس امت کو دوبارہ ساری قوموں پر غالب کرے گا۔مگر جب حضورﷺ پیدا ہوئے تو یہود نے صرف اس وجہ سے اللہ کے رسولؐ کا انکار کیا کہ وہ بنو اسحاق میں سے نہیں تھے۔وہ بنو اسماعیل میں سے تھے۔یہود اتنے انانیت پسند ہیں، اتنا Rigidly اپنے مسلک پر

قائم رہے ہیں کہ اپنے مسلک سے باہر نہ کسی ولی کو جانتے ہیں نہ کسی نبی کو جانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم میں اللہ نے کہا کہ یہ وہ پیغمبر ﷺ ہے جس کی تم آرزو کیا کرتے تھے اور اس پیغمبر ﷺ کی تم دعا کیا کرتے تھے۔ اور تم اس کے واسطے سے اللہ کے حضور دعائیں مانگتے تھے۔ جب بھی تم پر برا وقت آتا تم اس پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا حوالہ دیتے تھے۔ اگر چہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اس وقت بھی تم اس پیغمبر کے حوالے سے اپنے مصائب سے نجات کی دعا کیا کرتے تھے اور اللہ تمہیں نجات دیا کرتا تھا۔ اور اب جب یہ آ گیا ہے تو تم اس کے انکار پہ آمادہ ہو۔ تم ماننے سے انکار کر رہے ہو۔

اس آیت میں دو مقاصد اللہ حل کر دیتا ہے۔ آپ دیکھیں پہلا حصہ کہ ابھی یہ پیغمبر آئے بھی نہیں تھے اور یہود ان کے توسط سے دعا مانگا کرتے تھے اور ان کے وسیلے سے دعا مانگا کرتے تھے۔ خدا کا ارشاد یہ ہے کہ ابھی یہ پیدا نہیں ہوئے تھے تو تم اس کے وسیلے سے دعا مانگا کرتے تھے اور ہم تمہیں عطا کرتے تھے۔ اور اب جب یہ تم میں موجود ہیں تو تم ان کا انکار کر رہے ہو؟ یہ کہاں کی تک ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ مگر یہود اتنے ریجڈ لی اپنے جنیاتی تعصب پر قائم تھے کہ وہ اپنے سے باہر کسی مسیحا کا وجود برداشت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور خواتین و حضرات! اس بناء پہ اتنے بڑے جھوٹ کی وجہ سے یہ دجال کے قریب ترین ساتھی ہیں۔ باقی کچھ خواتین کا ذکر ہوا تو اس کی وجہ خاص ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ نے غور کیا ہو اور دیکھا ہو کہ ہمارے ہاں خواتین ماشاءاللہ' مسلمانوں میں پاکستان میں بہت اچھی ہیں۔ مگر جب بھی یہ باہر جاتی ہیں۔ واپس آنے کا نام نہیں لیتیں۔ ابھی بے شمار لوگ آپ کے پاس آئیں گے کہ میں تو آتا ہوں مگر بیگم نہیں آتی۔ یہ جملہ آپ کثرت سے سنیں گے۔ آسٹریلیا سے کینیڈا سے اور امریکہ سے ''میں تو آتا ہوں' بچے آتے ہیں' ماں نہیں آتی۔'' یہ جو concept of liberty ہے۔ یہ خواتین پر اتنا خوفناک اثر رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مدتوں اُن پر جو بندشیں رہی ہیں' غلامی کے اثرات ہیں۔ اس لیے جب کوئی آزادی' جیسے یورپین آزادی موجود ہے۔ جیسے ان ملکوں میں عورتوں کے اتنے so-called حقوق موجود ہیں۔ ہماری خواتین لامحالہ ان حقوق کا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتی ہیں۔

ابھی میں پچھلے مہینے ہو کے آیا ہوں۔ I have never seen more

پاکستان میں frustration any where else, specially in Pakistan.
اتنی فرسٹیشن نہیں جتنی انگلینڈ میں ہے۔ اور ایک بڑی خوشخبری آپ کو سناؤں۔ مَیں نے دیکھا دونوں طرف سیاستدانوں کا ایک ہی حال ہے۔ ادھر بھی اتنے ہی گئے گزرے ہیں جتنے ہمارے گئے گزرے ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ہم بدتر ہیں مگر ابھی جو انگلینڈ میں سیاستدانوں کا حال دیکھ کے آیا ہوں تو پتہ لگا کہ نہیں' دونوں برابر ہیں۔ بلکہ ہمارے کچھ بہتر ہی ہوں گے۔ ویسے خصلت میں سیاست کی خصلت میں اس کے رجحانات میں بالکل ایک جیسے ہیں۔ وہی فوٹو اتروانے کے شوق وہی جھوٹ بولنا وہی لوگوں کو قائل کرنے کے لیے ہر قسم کی tricks try کرنی۔ آج بھی ان کا ویسے ہی کام ہے۔

دجال کے موضوع کو واپس چلتے ہیں۔ دجال یا دورِ فتن جو ہے جس کو ہم فتنوں کا زمانہ کہتے ہیں اس کو آپ اتنا دیکھ چکے ہو کہ اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ پاکستان تو دیکھ چکا ہے۔ ان فتنوں سے کوئی بڑا فتنہ بتایا نہیں گیا۔ جو فتنے ہم ملک میں دیکھ چکے ہیں' کرپشن کے' جہالت کے' ظلم کے اور دھماکے وغیرہ ان سے بڑے کوئی اور فتنے exist نہیں کرتے۔ مشرق میں یا دمشق میں اب جو فتنہ اٹھا ہوا ہے۔ یہ بڑا dangerous قسم کا فتنہ ہے۔ یہ کنارے کا فتنہ ہے۔ لگتا یہ ہے کہ یہ exclamation میں جائے گا۔ یہ اور بڑھے گا۔ جب یہ اور بڑھے گا تو آپ یقین کر سکتے ہو کہ پھر یہ کہاں منتج ہوگا۔ دیکھو سیانا مسلمان وہی ہے جو اردگرد کے حالات پر بڑی اچھی نظر رکھے۔ اب چونکہ یہ فتنہ اس ملک میں ہو رہا ہے جو basically تمام پیش گوئیوں کا سنٹر ہے۔ یعنی دمشق میں ہو رہا ہے۔ مملکتِ شام میں ہو رہا ہے۔ اور مملکتِ شام میں ہی دجال' آخری زمانہ جنگ یعنی سب سے بڑا جنگ کا فتنہ وہیں سے شروع ہونا ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ ٹائم آ گیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ٹائم ٹل جائے۔ مگر ہمیں یہ دیکھتے رہنا ہے کہ شام کا فتنہ کہاں جا کے رکتا ہے۔ اب شام کے فتنے کی تھوڑی سی مثال بھی سن لیجئے۔ شام میں ایک مقام ہے جسے الاغوطہ کہتے ہیں۔ یہاں لشکرِ اسلام کا سنٹر ہوگا۔ یہیں یہ دجال بھی آئے گا۔ جنگ شدید ترین ہوگی۔ ایسی بڑی جنگ کہ جس کے بارے میں کہا گیا کہ ایک کوا اوپر سے گزرے گا مگر لشکر گاہ پورا نہیں کر سکے گا' یعنی فضا اتنی گرد آلود ہوگی اور اتنے دھماکے ہوں گے کہ کوئی پرندہ بھی وہ فضائے جنگ پار نہیں کر سکے گا اور نیچے گر پڑے گا۔ اتنی خوفناک جنگ ہوگی۔ اس کے بارے میں مسلمانوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیشہ

بتایا کہ اس وقت تین قسم کے مسلمان ہوں گے۔ایک مسلمان وہ ہے جو قومِ یہود کے ساتھ یا دجال کے ساتھ معانقہ کرلے گا۔دوستی کرلے گا۔اپنی اغراض کے تحت ان سے مصالحت کرے گا۔ایک وہ ہیں جو رزق وروزگار کی حفاظت کے لیے کسی طرف نہیں جائیں گے۔یعنی وہ سرمایہ دار جو طبقہ جو اپنے سرمائے کی حفاظت کے لیے کسی طرف نہیں جائیں گے۔یعنی وہ سرمایہ دار طبقہ جو اپنے سرمایہ کی حفاظت کے لیے دجال سے امن طلب کرے گا۔ایک وہ طبقہ جو اس سے جنگ نہیں کرے گا۔ اس کا ساتھی ہو جائے گا۔

آخر میں خواتین وحضرات! ایک تیسرا طبقہ بچتا ہے کہ جو اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کریں گے اور وہ دجال سے جنگ کریں گے اور اللہ انہیں غلبہ دے گا۔ہمارے لیے سب سے بڑی خبر یہ ہے کہ ایک حدیثِ رسول اکرم ﷺ جسے حدیث نہیں بلکہ ابھی تک معجزہ تصور کیا جاتا ہے۔کہ وہ معجزہ اب تک چل رہا ہے۔یہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ان کی زندگی کے بعد لاگو ہوتی ہے۔فرمایا تم سب سے پہلے عساکرِ روم سے جنگ کرو گے پھر تم ان پر غالب آؤ گے۔پہلے دور کی بات ہے۔پھر فرمایا کہ تم کسریٰ ایران سے جنگ کرو گے تم اس پر غالب آؤ گے۔حضور ﷺ اس وقت نہیں تھے۔حضور ﷺ اس وقت زمینی زندگی کو چھوڑ چکے تھے۔پھر فرمایا کہ زمانۂ درمیان میں تم ڈھال کی شکل والے لوگوں سے جنگ کرو گے۔جن کی جوتیاں بالوں کے تسموں کی ہوں گی اور تم ان پر بھی غالب آؤ گے۔بغداد اجڑنے کے بعد منگولوں کے حملے اور پھر مسلمانوں کے بہت بڑے جرنیل سلطان رکن الدین بیبرس نے ان پر فتح پائی۔معرکۂ عینِ جالوت میں فتح پائی۔پھر ان کے خلاف پوری مسیحیوں کے خلاف Battle of Mansora میں فتح پائی۔اور حضور ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔کہ تم ان کے خلاف جنگ کرو گے اور فتح پاؤ گے۔اور پھر فرمایا زمانۂ آخر میں تم دجال سے لڑو گے اور اس پر فتح پاؤ گے۔مگر آپ دیکھتے ہوں گے ابھی جو جنگ جاری ہے so-called' جس میں ہر جگہ مسلمانوں کی رسوائی ہو رہی ہے۔ذلت ہو رہی ہے۔شکست کھائی جا رہی ہے۔ملک اجڑ رہے ہیں۔اس کے بارے میں بھی ایک پوری متفقہ علیہ حدیث حضور ﷺ کی موجود ہے کہ میری امت کا ایک حصہ دجال سے مل جائے گا۔ایک حصہ اس سے جنگ کرے گا اور شکست کھائے گا۔مگر اس کے ساتھ ہی اللہ کے رسول ﷺ کا ایک اور جملہ موجود ہے کہ یہ میری امت کے بد ترین لوگ ہوں گے۔یہ تین statements ہیں۔اس حدیث میں پہلی

Statement یہ کہتی ہے کہ میری امت کا ایک تہائی ان کے ساتھ مل جائے گا۔ دوسرا' میری امت کا دوسرا تہائی حصہ ان کے خلاف جنگ کرے گا۔ وہ لڑیں گے اور شکست کھائیں گے۔ اور میری امت کے یہ بدترین لوگ ہوں گے۔ پھر آخر میں میری امت کا تیسرا حصہ اُٹھے گا۔ اور وہ دجال کے خلاف جنگ کرے گا اور مکمل فتح پائے گا۔ ہم اتنی جنگیں دیکھ چکے ہیں۔ ارد گرد اتنے مسلمانوں پر آفات گزر چکی ہیں کہ ہم خود سوچتے رہتے ہیں کہ اے پروردگارِ عالم یہ حوادث کا سلسلہ کب ختم ہوگا؟ کب ہم نئے سرے سے اپنے اندر مسلمانوں کے نمائندے پائیں گے؟

مثلاً جیسے میں آپ سے عرض کروں۔ The most important thing about this issue. کہ ہم میں سے دجال کے کتنے ساتھی ہیں اور کتنے اسلام کے ساتھی ہیں؟ یہ منافقانہ روش کی پالیسیز اب چل نہیں سکتیں۔ I can tell you one thing very frankly either you have to be a Muslim or you have to be nobody. یا مسلمان رہو یا کچھ بھی نہ رہو۔ جماعتوں میں بٹ کر آپ کچھ بھی نہیں رہ سکتے۔ اب پارٹی بازیاں اسلام میں نہیں رہ سکتیں۔ اب منافقانہ روش اور نفاق کے سلسلے ختم ہونے چاہئیں۔ اب امتِ واحدہ' واحدہ نہیں بنتی۔ جب وہ کم از کم 72 فرقوں میں بٹی ہوئی ہو۔ There is only one choice with us کہ ہم یہ عہد کریں کہ ہمیں مسلمان ہونا ہے۔ بننا ہے۔ اگر آپ کو خدا اور رسول ﷺ سے محبت ہے تو آپ کو ایسا کرنا پڑے گا۔ اگر آپ نہیں چاہتے ہو تو سب سے بہتر پالیسی یہ ہے کہ ایمان کو وجہِ مذاق نہ بننے دو۔ باعثِ رسوائی نہ ہونے دو۔ Either be a nice good Muslim تمہاری کمزوریوں پہ کوئی سب وشتم نہیں۔ honestly اللہ گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہے۔ پھر آپ کے درجات متعین کرتا ہے مگر جو سب سے لازم چیز موجود ہے کہ We should not particize Islam ہم اپنی مرضی سے اسلام کو تقسیم کیے چلے جاتے ہیں۔ میرا نام اللہ نے رکھا۔ میرا تشخص اللہ نے رکھا: "مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ" کہ حضرت ابراہیمؑ کی ملت ہمیں قرار دیا: "هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ" ہمارا نام مسلمان رکھا۔ پتہ نہیں ہم کیا کیا نام لیے پھرتے ہیں۔ آج تک کبھی یہ بھی ہوا کہ آپ اتنے سارے سکولوں میں پڑھتے ہو۔ کبھی اس سکول میں پڑھا کبھی اس سکول میں پڑھا۔ یہ بھی کبھی ہوا کہ آپ کسی پرائمری سکول سے اتنا عشق کر ڈالو کہ ساری زندگی آپ

پرائمری گوجر خانوی کہلاتے پھرو۔ یہ تو کبھی نہیں ہوتا۔ تلاشِ علم میں پتہ نہیں کہاں کہاں کی درسگاہیں ڈھونڈنی پڑتی ہیں۔ کہاں کہاں کے استاد دیکھنے پڑھتے ہیں۔ آپ کا فرض علم سے محبت ہوتا ہے' یا سکول کی چار دیواریوں سے محبت کرنے کا ہوتا ہے؟ وہ بریلوی ہوں۔ اہلِ حدیث ہوں۔ دیو بند ہوں۔ کسی بھی مدرسہ سے ہم کو جو چاہیے ہوتا ہے لے لیتے ہیں۔ مقصد دیکھنا ہوتا ہے۔ ایک دس گز اونچی بلڈنگ ہو۔ اور اس میں دنیا بھر کا ساز و سامان بھرا ہوا ہو تو آپ کو اس منزل سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ جو چیز آپ کو چاہیے ہو سکتا ہے کہ

دولتِ ہست کی یابی سرِ راہ گا ہے

کسی سڑک کے کنارے کسی کٹیا میں وہ چیز آپ کو مل جائے۔ جو آپ سات سات بیس بیس منزلہ عمارات سے ڈھونڈتے ہو۔ What is more important? زیادہ important یہ ہوگا کہ آپ لینا کیا چاہتے ہو؟ آپ ڈھونڈ کیا رہے ہو؟ اگر آپ خدا ڈھونڈ رہے ہو۔ اگر آپ تعلیم ڈھونڈ رہے ہو۔ اگر آپ مذہب ڈھونڈ رہے ہو۔

امام ابن سیرینؒ نے کہا تھا کہ خدا کے لیے مذہب بڑی سیریس سی بات ہے' بڑی سیریس سی چیز ہے۔ اس کو اوٹ پٹانگ طریقوں سے مت ڈھونڈو۔ جب آپ کو گروہ بنانے کی ممانعت ہے تو پھر گروہ کیوں بناتے ہو؟ اب پوچھتے ہو کہ مذہب کیسے اسٹیبلش ہوتا ہے؟ گروہ کیسے اسٹیبلش ہوتے ہیں۔ بڑا simple ہے' ذرا غور کرو ہم دیکھتے ہیں اسلام کیا تھا؟ اسلام اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے اصحابؓ کا نام تھا۔ پھر وہ چلتے چلے آرہے تھے ایک دریا کی طرح' جو چیز اس سے نکلتی گئی اسے تقسیم دے دی۔ خوارج کا گروہ اگر اُبھرا' نکلا اور ہٹ گیا۔ اگر کوئی اور گروپ نکلا ہٹ گیا۔ جتنے گروپ اسلام کے مین دامن سے نکلے ہیں وہ اسلام نہیں رہے۔ یہ ایک سیدھا سادہ سا اصول ہے۔ اگر آپ غور کرو بہت سارے لوگ پیچھے جاؤ کہو جی ہم اللہ اور رسول ﷺ اور اس کے اصحابؓ کے دوست ہیں۔ ہمیں وہی مذہب عزیز ہے جو ان کا تھا۔ آپ نہ آؤ نیچے۔ کوئی ضرورت نہیں' فلاں کا مقلد ہونے کی. You should go back ''کُلّ شَیءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ'' ہر چیز اصل کو لوٹتی ہے۔ اصل اللہ ہے۔ اصل محمد ﷺ ہیں۔ اصل اصحابِ رسول ﷺ ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی مذہب نہیں۔ فرمایا کہ ''میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔'' کتنا بڑا میٹا فزیکل مذہب تھا۔ یہ دجل نہیں تو اور کیا ہے؟ اور دجال نے کیا کیا ہے آپ کے ساتھ؟ ایک

مستحکم بنیادی نظریے سے ہٹا کر مکڑی کے جالوں میں گھر گئے۔ کیا قرآن نہیں کہتا ''اور شیطان کا فریب مکڑی کے جالوں کی طرح ہے۔'' ایک جگہ لگ جائے دیکھتے دیکھتے ساری چھت cover کر لے گا۔ مگر حق ایک پتھر کی طرح آتا ہے اور ان تمام جالوں کو توڑتا ہوا نکل جاتا ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک پتھر ہے۔ ایک پتھر' وہ اللہ اس کے رسول ﷺ اور اصحاب کی سنت ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کی متابعت میں ہم زمین و آسمان کی خلافت حاصل کر سکتے ہیں۔ اور دجال سے لڑ سکتے ہیں۔ دجال آپ کی کوئی کمزوری نہیں چھوڑتا۔ قطعاً کوئی کمزوری نہیں چھوڑے گا۔ He is so clever. اتنا ذہین ہو چکا ہے۔ دجال اتنا انفارمڈ ہے کہ دیکھو اس کے پاس دنیا میں کیا نہیں ہے؟ وہ زمین و آسمان کے ذخائر ڈھونڈ لیتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے غلط تو نہیں ارشاد فرمایا ہوا: ''وہ زمین کی خبریں لے لیتا ہے' تہہِ زمین کی۔ وہ آسمان کی خبریں لے رہا ہے۔ بڑے بڑے دور تک ہبل کے پروگرام جا رہے ہیں۔ یہ سارے اس کے informatory processes ہیں۔ اسے استحکام حاصل ہے۔ آپ غریب تر لوگ ہو۔ Lesser informed لوگ ہو۔ آپ اس کے جال میں کہیں نہ کہیں پھنس جاؤ گے۔ یہ میں آپ کو warn کر رہا ہوں۔ آپ کہیں نہ کہیں اس کے جال میں پھنس جاؤ گے۔ کیوں فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے جب دجال کا عصر آئے تو سورۃ کہف پڑھ لیا کرو؟ اس لیے کہ اس میں ذکر دیکھو کس کا ہے؟ اس میں ویسٹرن نیشنز کا ذکر ہے۔ حضرت دانیالؑ کی پیش گوئیوں میں بھی ویسٹرن نیشنز کا ذکر ہے۔

Don't follow them in the name of progress. دیکھو جب وہ یہ کہتا ہے کہ بجلی میں نے تمہیں دی' وہ ٹھیک کہتا ہے۔ جب دجال تمہیں یہ کہتا ہے کہ ریڈیو ٹیلی ویژن میں نے دیا ہے تو ٹھیک کہتا ہے۔ مگر جب وہ یہ کہتا ہے: 'یہ دینے کی وجہ سے میں خدا ہوں' وہ غلط کہتا ہے۔ فرق ملحوظِ خاطر رکھو۔ اصلاحات کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اس کی وہ باتیں بھی سچ مانیں جو اس کے اپنے دعوؤں کے متعلق ہیں۔ یہی intelligence آج کے مسلمانوں کو ڈویلپ کرتی ہے۔ یہ حقیقت آپ کے پیشِ نظر رہے۔ We can accept anything which helps us but we can not accept the ideology which he gives us. ہمیں اس کی باتیں ماننے سے کوئی تعرض نہیں۔ ہمیں اس کا ٹریکٹر چلانے میں کوئی تعرض

نہیں ۔ہمیں اس کی اصلاحات قبول کرنے میں کوئی پرابلم پیش نہیں آتی ۔مگر جب ان اصلاحات کی بنیاد پہ وہ دعویٰ کرے کہ میں نے چونکہ تمہیں کار بنا کر دی ہے۔اس لیے میں خدا ہوں۔وہ کسی صورت قابلِ قبول نہیں۔البتہ (نئی ایجادات کے تناظر میں) دجال صحیح کہتا ہے۔آپ اس کے Claim جانتے ہی نہیں ہو ۔نینو ٹیکنالوجی کا ماہر یہ کہتا ہے کہ پچاس سال میں ہم replicaters بنالیں گے۔یہ سائنسی دعوے ہیں' کہتا ہے پچاس سال میں ٹیکنالوجی کا سب سے بڑا آج کے دنوں میں جو سب سے بڑا دانشور ہے Michio Kaku' وہ جاپانی نینو ٹیکنالوجسٹ ہے۔کہتا ہے کہ تیس سے پچاس برس میں ہم replicaters بنالیں گے۔اس نے ایک جملہ لکھا: We can turn the burger of our hand into a child. اگر ہم نے replicaters بنالیا تو ہم اپنے ہاتھ کے برگر کو بچہ بھی بنالیں گے۔ہم اتنی زیادہ ترقی کریں گے۔متاثر تو تم نے ہونا ہے بھئی۔

جب تم دیکھو گے کہ ایک جادوگر سے بڑا کرشمۂ قدرت رونما ہو رہا ہے۔معجزوں سے آپ پریشان ہو جاؤ گے۔ذرا سا کوئی جھوٹا فریب کار بھی جادو کا کرشمہ دکھا جائے کوئی چمتکارِ دستِ کامیاب دکھا جائے تو بھی آپ پاگل ہو جاتے ہو ۔ چہ جائیکہ اتنی بڑی بات ہو جائے جو Michio Kaku کہہ رہا ہے کہ میں وہ وقت دیکھ رہا ہوں کہ جب تیس اور پچاس سال میں نینو ٹیکنالوجسٹ اپنے ہاتھ کے برگر کو بچہ بنا دے۔اس نے آگے پھر لکھا ہے۔

May be tomorrow the man would turn into gods. دیکھا آگے کیا جملہ لکھا ہے؟ May be tomorrow man would turn into gods. کل ہوسکتا ہے انسان خدا ہو جائے۔خواتین وحضرات! ہم یہ کہتے ہیں اس برگر سے وہ بچے بنالے گا۔ لیکن ہم کہتے ہیں پھر بھی وہ خدا نہیں ہوگا۔ہم یہ کہتے ہیں وہ خدا نہیں ہوگا۔آپ کو پتہ ہے اک دفعہ پہلے بھی ایک دجال اُٹھا تھا۔دجال کو ہمیشہ کوئی دماغی سزا ملتی ہے۔نمرود بھی دجال تھا۔فرعون بھی دجال تھا۔تو نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو عجیب وغریب سی آرگومنٹ دے دی۔کہ جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا دیکھو میرا رب زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔اس نے دربار سے ایک آدمی کا سر اُتروا دیا۔کہتا ہے دیکھو میں بھی مارتا ہوں۔ایک پھانسی پہ چڑھے ہوئے کو آزادی دے دی۔ دیکھو میں نے زندہ کر دیا۔تو حضرت ابراہیمؑ نے اس کو آگے سے ارشاد فرمایا: "اِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ

رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیِیْ وَاُمِیْتُ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ " کہ دیکھو میرا رب مشرق سے سورج چڑھاتا ہے اے دجالِ عصر میرا رب مشرق سے سورج چڑھاتا ہے۔ اگر تو واقعی خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے تو پھر مغرب سے سورج چڑھا" فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ "{البقرة:258} کافر مبہوت رہ گیا۔ خدائی دلیل اس قسم کی ہوتی ہے۔ اگر آپ زمین کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر ٹیلی کائی نیٹک پاور حاصل کر جاؤ ٹیلی ٹرانسپورٹیشن حاصل کر جاؤ۔ ٹیلی ٹرانسپورٹیشن آپ کو پتہ ہے آخر جب ذرائع مواصلات ترقی کریں گے۔ نواز شریف 300 میل تیز دوڑنے والی ٹرین بنائے گا۔ آخر کم از کم وہ بھی دجال کا کچھ حصہ تو ہے کہ نہیں ہے۔ 300 میل لمبی ٹرین بھی تو دجال ہی کا حصہ ہے اور جب یہ لوگ بنالیں گے تو ہمیں داد دینی پڑے گی کہ ہمارے لیڈرز نے کچھ نہ کچھ اس دجل سے حاصل کر لیا ہے۔

مگر مصیبت پتہ ہے کیا ہے؟ کہ خالی ٹرین نہیں آئے گی۔ ہمارا گلہ یہ ہے کہ ہمارے بڑے بڑے لوگ اتنے زیادہ دجال سے متاثر ہیں کہ ساتھ ایک حصہ مذہب کا لے جاتے ہیں۔ پرویز مشرف حدود لے کے جا رہا تھا۔ ان کی خدمت میں پیش کر دیں۔ دجال کو بھی خراجِ عقیدت دینا پڑتا ہے۔ تو ہمارے ہاں ابھی آپ نے دیکھا کل پرسوں کی خبر تھی کہ آئی ایم ایف نے شرط لاگو کی ہے۔ یہ دجال کا چھوٹا سا انسٹرومنٹ ہے' آئی ایم ایف۔ اس نے لاگو کیا ہوا ہے کہ تمہیں capital punishment ختم کرنی پڑے گی۔ اگر تم ہم سے مدد لینا چاہتے ہو۔ پیسے لو ضرور لو۔ مال دیں گے۔ تمہیں سرسبز کر دیں گے۔ شاداب کر دیں گے۔ مگر جو قانونِ قصاص ہے ختم کرنا پڑے گا۔ جان کے بدلے جان والا تم نے اللہ میاں سے جو قانون نکالا ہوا ہے یہ ختم کرنا پڑے گا۔ No hanging, no death اب آپ کو میں نے پہلے بتایا تھا اس کا اصول کیا ہے؟ دجال اصول کیا دیتا ہے؟ اصول یہ دیتا ہے کہ بہت بڑا ظلم ہے' سو بندوں کے قاتل کو مار دینا بہت بڑا ظلم ہے۔ گھروں کے گھر اجاڑنے والے کو مار دینا بڑا ظلم ہے۔ In the name of human protection human safety. احترامِ انسانیت اتنا زیادہ ہے کہ اگر سو بندہ قتل کر کے ایک آدمی پھانسی کا حقدار ہو گیا ہے۔ تو آپ کو دجال کہتا ہے نہیں نہیں یہ اصول لے جاؤ۔ یہ کسی پرانے خدا کے ہیں۔ موجودہ خدائی میں خدا کے یہ قانون نہیں چل سکتے۔ Spare us from

the agony of this law. اب یہ دجال آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا ہمارے رگ و پے میں سرایت کرتا ہوا اور آگے بڑھے گا۔ ہماری یونیورسٹیوں میں ہمارے کالجز میں ہر جگہ قدم بڑھاتا ہوا چلا آتا ہے۔

بے شمار احادیث موجود ہیں۔ یہ سب احادیث دجال پہ ہیں اور اس کے عصر پہ ہیں مگر میں آپ کو یہ نہیں سنا رہا۔ I am just trying to tell you that you have to stay careful about it. اب دیکھیں عید گئی۔ عجیب و غریب بات ہے۔ دجال نے آپ کی عید کی جگہ ایک اور ڈے دے دیا ہے۔ جو مرضی کر لو آپ کو سینٹ ویلن ٹائن ڈے دے دیا ہے۔ گلوبل ویلج کا نام لے کر تمام انسانی اشتراکِ عمل یا ذہنی اشتراک کی بنیاد پر وہ کہتے ہیں ہم تمہارے تہوار نہیں منائیں گے۔ تم ہمارے ضرور مناؤ گے۔ ہم نہیں عید منائیں گے۔ کرسچن ہماری عید نہیں منائیں گے۔ ہم ان کی عیدیں مناتے ہیں۔ سینٹ ویلن ٹائن ڈے ضرور مناتے ہیں۔ بڑا محبت والا دن ہے۔ بڑا الفت والا دن ہے اس لیے منائیں گے۔ ہمارے پاس' مسلمانوں کے پاس کوئی دن محبت کا ہوتا ہی نہیں۔ ہم تو ایسے ظالم لوگ ہیں۔ ہمارے پاس تو کوئی اچھا انسان کی خدمت والا دن آج تک چلا ہی نہیں ناں۔ سارے اچھے دن وہاں سے آ رہے ہیں' سارے اچھے دن۔ یہ اور بات ہے اور دیکھیں عجیب بات ہے کہ دنیا میں سے زیادہ خیرات و صدقات پاکستانی قوم دیتی ہے۔ سب سے زیادہ پچھلے سالوں میں 70 بلین تھے۔ اب یہ سو بلین سے زیادہ خیرات پاکستانی قوم کر دیتی ہے۔ مگر اندازہ لگائیں کدھر کرتی ہے؟۔ آپ بس پر سے آ رہے ہیں۔ آپ دیکھو گے سامنے ایک جھنڈا لگا ہوا ہے۔ گاڑی پر سے آ رہے ہیں تو بھی دیکھو گے کہ پیسے باہر پھینکے جا رہے ہیں۔ خیرات و صدقات کے طور پر آپ کسی جگہ جھنڈا لگا دو۔ کسی جگہ' ایک مخصوص شکل کا ایک بندہ باہر بیٹھا ہوگا۔ اور وہ پیسے collect کر رہا ہوگا۔ چیرٹی میں نہ کوئی اصول نہ کسی قسم کی صفائی کا اصول نہ کسی اخلاقی قدروں کا اصول۔ اس کے باوجود مسلمان قوم by habit خیرات کرنے والی ہے۔ عادتاً خیرات کرنے والی ہے۔ اور آپ کو ایک عجیب بات سناؤں۔

پچھلے دنوں ایک مسئلہ پیش ہو رہا تھا۔ اب رمضان آگے آ رہا ہے۔ اس لیے آپ کو بتا رہا ہوں۔ کہ جب وہ رمضان کی آیات شروع ہوئیں تو آیت آئی: "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ

عَـلَيْـكُـمُ الـصِّـيَـامُ "تو آگے آیت آئی "وَعَـلَـى الَّـذِيْـنَ يُـطِيْـقُـوْنَـهُ فِـدْيَـةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ "{البقرہ:184} کہ اگر تم نے روزہ نہ رکھنا ہو تو ایک مسکین کو کھانا کھلا دو تو تمہارے روزے کا فدیہ ہو جائے گا۔ اب میں اس پہ بحث پڑھ رہا تھا۔ خواتین و حضرات! بڑی عجیب و غریب قسم کی بحث ہے۔ بحث میں سارا زور اس پر تھا کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ میں نے ایک بڑے عالم سے پوچھا کہ نسخ کہاں واقع ہوا؟ اللہ کا تو اصولِ مبارک ہے "مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا "{سورة البقرة :106} اگر یہ منسوخ ہو چکی ہے تو نسخ کہاں ہے؟ اور وہ اس سے بہتر آیت کہاں ہے؟ قرآن بھی موجود ہے' آیت بھی موجود ہے۔

دراصل پرابلم یہ ہے کہ ہمارے علمائے دین سمجھتے ہیں کہ روزہ رکھنا مشکل ہے' کھانا کھلانا آسان ہے۔ مگر سچ پوچھو تو دجال کی فطرت یہ ہے کہ کھانا کھلانا مشکل ہے۔ اس کے لیے روزہ رکھنا بڑا آسان ہے۔ یہودیوں میں شائی لاک بڑا مشہور ہے۔ بڑا ڈرامائی کریکٹر ہے...... شائی لاک! جو سب سے بڑا بخیل ہو اس کو ہم شائی لاک کہتے ہیں۔ شائی لاک' چمڑی جائے اور دمڑی نہ جائے۔ آپ نے بھی سنا ہوگا۔ تو جب ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا میں قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں اگر کوئی ایسا رمضان گزرے کہ آدھا مسلمان روزے نہ رکھے۔ مگر اپنے حصے کا کھانا آدھے مسلمانوں کو دے دے تو خدا کو زیادہ خوشی ہوگی۔ تعجب کی بات کیا ہے؟ دیکھیں فطرتاً تعجب کی بات بڑی ہے۔ آگے آپ کے لیے خدا نے فرمایا جس نے روزہ توڑا اس کو روزۂ مسلسل' روزۂ اتصال بھی رکھنا پڑے گا۔ آگے جا کے فرمایا ہاں مگر ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلا دو۔ تو تمہارا روزہ توڑنے کا عذاب تم پر سے ٹل جائے گا۔ خدا نے جہاں جہاں کوئی سختی بیان کی ہے اس کا حل کھانا کھلانے میں رکھا ہے۔ اب ہماری طرف دیکھو۔ ہمارے لوگوں کی عجیب و غریب سوچ ہے کہ کھانا کھلانے کو چھوٹا عمل سمجھتے ہیں۔ مجھے پورا پورا یقین ہے۔ آپ یقین کرو کہ لوگ روزہ رکھ لیں گے کھانا نہیں کھلائیں گے۔ بخل شیطان کی سب سے بڑی ویلیو ہے۔ سب سے بڑی ویلیو۔

یہ سارا فسادِ خلق ہے کس وجہ سے؟ کمینگی کی وجہ سے' بخلِ جان کی وجہ سے "وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ "{النساء : 128} ہم نے ہر جان کو بخلِ جان پہ جمع کیا۔ اپنی بچتوں کے لیے یہ کہاں لوگوں کو کھانا کھلائیں گے۔ کیا اللہ بندوں کو نہیں جانتا؟ کیا اس کی سب سے بڑی importantترین صفت یہ نہیں ہے الحمد للہ رب العالمین کہ وہ جہانوں کو پالتا ہے۔

اب جس شخص میں استطاعت ہوگی۔ وہ کھانا کھلائے گا۔ ابھی اس آیت میں اتفاقاً نہ عمر کا ذکر ہے' نہ بیماری کا ذکر ہے' نہ سفر کا ذکر ہے "أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" یہ تو exception پہلے ہی طے ہوئی۔ ختم ہوگئی۔ اس کے بعد اللہ نے ارشاد فرمایا: "وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ" {البقرہ:184} کیونکہ اب جو بیماریاں ہیں انسان کی وہ بدنی نہیں ہیں۔ استطاعتِ جان پہ نہیں ہیں۔ دل و دماغ پہ چلی گئی ہیں۔ ذہنی کمزوریوں پہ ہیں۔ fears پہ ہیں۔ فوبیاز پہ ہیں۔ dissatisfactory souls میں اب اگر کوئی اس قسم کا کوئی نیک کام کر دے کہ کسی کو کھانا کھلا دے تو بھی اس کی روزہ رکھنے کی ذمہ داری پوری ہوتی ہے۔ مگر ہمارا رِیجڈ ایمان جو ہے He will never allow it. اس کو یہ کام ہلکا لگتا ہے۔ میں کہتا ہوں مشکل ہے کھانا کھلانا۔ وہ کہتا ہے ہلکا کام ہے۔ یہ اپروچ کا فرق جو ہے ہمارا لائف کی طرف یہی آگے جا کے فیوچر میں determine کرے گا کہ ہم اللہ کی بات کیسے مانتے ہیں۔ اور شیطان کی اور دجال کی بات کیسے مانتے ہیں۔ We must create some very clear rules to guide ourselves. اور اللہ آپ کو بھی برکت دے۔ You have to be careful. اگر آپ کے اندر یہ عصرِ حاضر کا دجال نہ بیٹھا ہو تو مجھے یقین ہے کہ اس وقت آپ انتہائی خطرات میں موجود ہیں۔ مگر وہ لوگ نہیں جو خدا کو وضاحت سے جانتے ہیں' مانتے اور اس کے تصور سے اپنے آپ کو وابستہ رکھتے ہیں۔ اور اپنی تعلیمات میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمیں جس طرح کی وارننگ دے دی گئی ہے۔ ہم اس سے آگاہ ہیں۔

اب میرے پاس چند ایسی احادیثِ مبارکہ ہیں جن میں کچھ واقعات کی طرف اشارے ہیں۔ مگر اصل میں یہ سارے واقعات ہو چکے ہیں۔ مثلاً شام والے بصرہ والے' یعنی ایک گروہ اس زمانے میں دجال کے ساتھ مل جائے گا۔ یہ سب واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ ''ایک گروہ بیلوں کی دم پکڑ کے زمین سے چمٹ جائے گا'' یعنی دنیا ہی کمانے میں لگے رہیں گے۔ یہ لوگ ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔ ایک گروہ اپنے مفادات کے چکر میں پڑ جائے گا۔ کفار سے دوستی اختیار کرے گا اور یہ کفر کا مرتکب ہوگا۔ ایک گروہ اپنی اولاد کو پیچھے چھوڑ کے دشمنوں سے قتال کرے گا۔ یہی لوگ شہداء ہوں گے اور یہی لوگ اللہ کی نظر میں کامیاب ٹھہریں گے۔ دیکھیں کیا جملہ ہے

اللہ کے رسول ﷺ کا...... ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک میری امت کے قبائل مشرکین سے نہ مل جائیں۔ یہاں تک کہ میری امت کے قبیلے مورتیوں کی پوجا کرنے لگیں گے۔'' کبھی آپ غور کرو۔ یہ ہمارے سیکولر مسلمان بڑی خوشی سے جا کے ڈنڈوت کرتے پھرتے ہیں In the name of culture..... یہ تو اللہ نے فرمایا کہ دوسرے مذاہب چاہے وہ کتنے ہی غلط ہوں ان کا احترام کرو۔ اللہ نے حکم دیا ہوا ہے کہ دوسروں کی عبادت گاہوں کا احترام کرو۔ کیونکہ یہ تمہارا کام نہیں ہے: "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ " {البقرہ:256} یہ تمہارا کام نہیں، رستہ میں نے دکھا دیا ہے۔ سزا میں نے دینی ہے۔ تمہیں اپنے اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔ تم ان کے بتوں کو توڑ کے تفاخرانہ نہ پھرو۔ ان کو گالیاں دے کر ان کے مذہب کو تمہارا کوئی اخلاق نہیں سنورتا۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر تم ان کے غلط خداؤں کو برا کہو گے تو تمہیں تکلیف زیادہ ہو گی۔ کیونکہ یہ تمہارے سچے خدا کو برا کہیں گے۔ تمہیں تکلیف زیادہ ہو گی۔ اس لیے کسی کے مذہب کو برا کہنا کم از کم ہمارے خدا کی طرف سے سختی سے ممانعت ہے۔

موضوع کی جانب آگے بڑھتے ہیں۔ جب آپ کو آئندہ پیش آنے والے واقعات کی خبر ہو تو بات آسانی سے سمجھ آجاتی ہے۔ چونکہ دجال ہی آپ کو خبر دے رہا ہو گا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ تو جنگِ عظیم جس کو رسول اللہ ﷺ نے الملحمۃ العظمیٰ کہا ہے اور الملحمۃ الکبریٰ بھی کہا ہے۔ اس کو مسلمانوں کے مرکز کے حوالے سے فرمایا کہ جنگِ عظیم کے وقت مسلمانوں کا خیمہ یعنی فیلڈ ہیڈ کوارٹر شام کے شہروں میں سے سب سے اچھے شہر دمشق کے قریب الاغوطہ کے مقام پر ہو گا۔ خبریں پڑھتے رہیں تب آپ کو اچھی طرح پتہ لگ جائے گا۔ ہاں کچھ خبریں آپ کو دجال کے زمانے کی مل جائیں گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے پانچ عظیم جنگیں ہیں۔ دو تو اس امت سے پہلے گزر گئی ہیں۔ اور تین اس امت میں ہوں گی۔ ایک ترکوں کے ساتھ جنگِ عظیم ہو گی۔ کہا جا سکتا ہے کہ Constantinople will be under attack. اناطولیہ ترک میں جنگ ہو گی۔ بہت بری جنگ ہو گی۔ اور شاید اگر ہم اس جنگ کو ترکی کو ختم کرنے والی وہ جنگ گنیں جیسے چھ لاکھ برٹش فورسز نے الائیڈ فورسز نے بہت بڑا حملہ کیا۔ درۂ دانیال کی جنگ ہوئی۔ gallipoli کی جنگ ہوئی۔ سقاریہ کی جنگ ہوئی۔ انونو کی جنگ ہوئی۔ جہاں مصطفیٰ کمال پاشا نے ان تمام فوجوں کو شکست دی۔ یہ بہت بڑی جنگ تھی جس

میں اگر وہ کامیاب ہوجاتے تو وہ بالکل براہِ راست دمشق سے عراق ہوتے ہوئے مکہ پہنچ جاتے۔ مگر مصطفیٰ کمال نے انہیں شکست دی۔ رومیوں سے جنگِ عظیم ہوگی۔ یہ لفظ رومی جب اللہ نے استعمال کیا اس سے مراد ہوتا ہے ویسٹرن نیشنز۔ اس میں اٹلی شامل ہوتا ہے کیونکہ رومی basically اٹالین تھے جو شروع میں جولیس سیزر کی حکومت کے بعد پچاس سال میں دو حصوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ ایک حصے کو مشرقی حکومت کہتے ہیں' ایک کو مغربی۔ ہماری زیادہ جنگیں جو ہیں مشرقی رومیوں کے ساتھ ہوئیں جن کا مرکز قسطنطنیہ تھا۔ جسے بعد میں سلطان محمد فاتح نے فتح کیا تھا۔ دجال سے جنگِ عظیم اور دجال والی جنگِ عظیم کے بعد کوئی جنگ نہ ہوگی۔ آپ کو ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ دجال غیر معمولی شے نہیں ہے۔ آپ یہ سمجھو کہ عصرِ حاضر میں خوفناک ترین جنگ نہیں ہے۔ لگے گا اسی طرح کہ خوفناک جنگ اڈ رہی ہے' جیسے کسی بڑی حکومت کی نمائندگی بہت ساری قوموں کا مل کے اسے سپورٹ کرنا۔ بہت ساری قوموں کا مل کے آپ کے مقابلے میں آنا۔ اس سے صرف ایک چیز واضح ہو جاتی ہے کہ ایک آخری مذہبی جنگ ضرور ہوگی۔ ان ساری احادیث سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ ایک آخری مذہبی جنگ ضرور ہوگی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ العزیز مسلمان اس میں فتح یاب ہوں گے۔

چھوٹی چھوٹی خبریں بڑی ہیں۔ جیسے عرب کی جنگ کی خبریں ہیں۔ مسلمانوں کی ٹوٹل تباہیوں کی خبریں ہیں۔ دیکھیں خاص طور پر آئمہ مساجد کے لیے ایک نصیحت اللہ کے رسول ﷺ کی ہے کہ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک لوگ اس کا تذکرہ نہ بھول جائیں اور آئمہ مساجد منبروں پہ اس کا ذکر کرنا نہ چھوڑ دیں گے۔ پتہ ہے کہ کیا مطلب ہے؟ آئمہ بھی اس کو قبول کرلیں گے تبھی ذکر چھوڑ دیں گے۔ کوئی امام باخبر ہوگا تو خبر دیتا رہے گا۔ مسلمانوں کو بتا تا رہے گا۔ غفلت میں نہ پڑو۔ یہ دورِ فتن ہے۔ مگر جب آئمہ بھی اس کی دسترس میں چلے جائیں تو ذکرِ دجال بھی قصۂ پارینہ ہو جائے گا۔ جب سارے لوگ اس کو بھول جائیں گے وہ بڑے آرام سے نکل آئے گا۔ ہمارے گھروں سے نکل آئے گا۔ ہماری گلیوں سے نکل آئے گا۔ ہمارے ملکوں سے نکل آئے گا۔ ہر طرف سے نکل آئے گا۔ ویسے اصحابؓ کا یہ حال تھا کہ جب وہ ذکرِ دجال سنتے تھے تو خون ان کے چہروں پر اتنا نمایاں ہوتا تھا کہ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں لگتا ہے کہ کھجوروں کے جھنڈ سے ہی نہ

دجال نکل آئے۔ جن کو اعتبار ہوتا ہے ان کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ باتیں ہونے والی ہیں اور ہو کر رہیں گی۔ کیونکہ مخبرِ صادق حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہیں۔ گرمی بڑی ہے۔ I am open to question تو امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ جو تجسس باقی ہے اس کی تشفی سوال و جواب کی نشست میں ہو جائے گی۔ مگر مختصراً میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دجال کسی چیز کا اُلٹ جانا ہے۔ جب انسانی ویلیوز اُلٹ جاتی ہیں تو وہ دجال ہے۔ ہمارے پاس تو اللہ کی اللہ کے رسول ﷺ کے کرم سے جو ویلیوز ہیں پازیٹیو ہیں۔ Till we restrict to those values there is no problem with the Dajjal. مگر جب ہم بے خبر ہو گئے تو پھر سارے زمانے دجال کے زمانہ ہیں۔ دجال ہی کا عصر ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

س: امام مہدیؒ شخصیت ہیں یا وہ کسی سسٹم کا نام ہیں؟

ج: مہدیؒ یقیناً شخصیت ہیں۔ان کا کیریئر دجال کی طرح اتنا وسیع نہیں ہے۔جیسے دجال کی علامات بہت زیادہ وسیع ہیں۔حضرتِ امامؒ کا پیٹرن وسیع نہیں ہے۔سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں ان کا آنا ممکن ہے کہ نہیں ہے؟ اتفاق یہ دیکھیں کہ جب سے مہدیؒ کا تصور آیا ہے۔حضورﷺ کی وفات مبارکہ کے بعد کم از کم بتیس امیدوار مہدیت کے اہلِ بیت کرام میں تھے۔اور اوپر تلے جو عباسیوں اور اُموی لوگوں کی بغاوتیں ہوئیں وہ خاندانِ اہلِ بیت سے ہوئی ہیں۔امام نفسِ ذکی کی امام زید بن علی اور مسلسل اور تمام اس لقب کی وجہ سے مہدی بھی ان کے مہدیت کے لقب ہی کا ہے۔بلکہ سادات میں مہدیت کا اتنا خروج رہا ہے کہ ہندوستان میں بھی ایک مہدی نے خروج کیا۔جون پور کا مہدی انہیں کہتے ہیں۔اگر غور کریں تو ایک مہدی کامیاب ہوئے۔سارے زمانے میں صرف ایک مہدی! اور یہ سوڈان کے احمد سنوسی تھے جنہوں نے سوڈان میں مہدیت کا دعویٰ کیا۔انہوں نے جنرل گارڈن کی فورسز کو بری طرح پامال کر کے قرط الامارہ کے مقام پر اور خرطوم کی جنگ جیت کے سوڈان کو انگریزوں سے رہائی دلوائی۔اگرچہ تھوڑے سے عرصے کے لئے تھا۔مگر مہدیت کے اس ٹائٹل میں جمال الدین افغانی کا بڑا حصہ تھا۔اس لیے کہ جمال الدین افغانی ایسے عالم تھے جو بڑے شدت پسند تھے۔اور ہر صورت انگریزی غلامی کے خلاف تھے۔تو انہوں نے مہدی سوڈان کو ایک خط لکھا کہ اگر آپ ملک کی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں تو مناسب سمجھیں تو آپ مہدی کا لقب اختیار کریں۔تو مہدی سوڈان نے جواب میں لکھا کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں مہدی نہیں ہوں۔تو پھر لقب اختیار کروں؟ تو آگے سے جمال الدین افغانی نے کہا کمال کرتے ہو اگر مجھے انگریز کو ملک سے باہر

نکالنے کے لیے کتا بھی بنناپڑے تو میں تیار ہوں۔ تمہیں تو اچھا بھلا ٹائٹل دے رہا ہوں۔ اس کے بعد مہدیِ سوڈان نے مہدیِ سوڈان کا لقب اختیار کیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے بہت بری طرح انگریز فورسز کو شکست دی' جو عالمی فورسز تھیں۔ اور سوڈان کو جب تک مہدی زندہ رہے آزاد رکھا۔ اس لیے مہدی کا ٹائٹل کسی کو مخصوص نہیں کر سکتے۔ اب اگر originally مہدی کی تعریف دیکھی جائے اور بہت ساری باتیں اس میں نکال دی جائیں تو امام سیدنا محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے جو مہدی کی تعریف کی ہے وہ بڑی simple اور سادہ ہے۔ اور وہ' یہ ہے کہ زمانۂ آخر میں مسلمانوں کے گروہ کا سردار ایک نیک آدمی ہوگا۔ And that's all کہ زمانۂ آخر میں مسلمانوں کے گروہ کا سردار ایک نیک آدمی ہوگا۔ اب اس نیک آدمی میں اور دوسرے نیک آدمیوں میں فرق کیا ہے؟ کہ اس نیک آدمی کے ساتھ خدا ہوگا۔ اور یہ مہدی ہوگا۔ باقی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تو جس کے ساتھ اللہ ہوگا جس نیک آدمی کے ساتھ زمانۂ آخر میں اللہ ہوگا وہ مہدی ہو گا۔ وہی مسلمانوں کی برات کا باعث بنے گا۔ وہی حضرت عیسیٰؑ کی امامت کرے گا۔ وہی مسلمانوں کا سردار ہوگا۔ سات سال کا وقفۂ حیات کا دنیا میں موجود ہے۔

س: نبی کریم ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھائی۔ وہ کون سی نماز تھی؟

ج: دیکھو غالباً امکان یہی کہتا ہے وہ ظہر اور عصر کے بعد دونوں نمازوں میں سے ایک تھی۔ مگر اگر آپ غور کرو یہ ٹائم اور تھا۔ جیسے یہ ایسا ہی ہے جیسے ابھی فرض کرو میں بیٹھا ہوں جب جہاز پہ جاتا ہوں یا انگلینڈ جاتا ہوں تو میری ٹائمنگ میں چار گھنٹے کا فرق پڑ جاتا ہے۔ تو Distance between the Makkah and Masjid-e Aqsa اگر آپ exactly calculate کرنا چاہتے ہو تو آپ بڑی آسانی سے calculate کر سکتے ہو۔ کہ حاتیم الحجر سے اٹھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے براق پر جو سفر کیا۔ اس کی speed count کر لو اور ٹائم کاؤنٹ کر لو تو آپ کو exact نماز کا پتہ لگ جائے گا اور غالباً یہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں سے ایک ہے۔

س: حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ 72 فرقے اسلام کے ہوں گے تو اصل فرقے کی پہچان کیا ہے؟

ج: ایک بھی فرقہ اصلی نہیں ہے۔ سیدھی سی پہچان ہے۔ دیکھو بات ہی سیدھی سادی سی ہے۔ جو میں آپ سے عرض کر رہا ہوں۔ کہ اگر فرقہ ہے تو پھر ایمان نہیں ہے اس میں۔ قرآن آپ سے کہہ رہا ہے "إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ " کہ جنہوں نے دین میں فرق کر دیا۔ فرقہ تب ہی بنتا ہے کہ جب دین میں فرق کر دیتے ہیں اور گروہ بن گئے۔ خوارج گروہ بن گئے۔ معتزلہ گروہ بن گئے۔ گروہ بن گئے تو جو بھی مختلف نکلا یا ایک راہ مختلف نکلی "إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعاً " اور وہ گروہ بن گئے " لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ "{البقرہ:159} اے پیغمبر ﷺ تو ان میں نہیں ہے۔ قرآن کے حکم کے مطابق اس گروہ میں پیغمبر نہیں ہے۔ اس لیے 72 چھوڑ 73 بن جائیں وہ تمام فرقے نہ خدا کے ہیں نہ رسول ﷺ کے ہیں۔ کیونکہ جو مسلمان رہا وہ مسلمان ہے چاہے وہ کتنا بھی گنہگار ہے۔ جس نے آگے کوئی بیخ لگا لی وہ جانے اور اس کا انجام جانے۔ ہم اس کو اچھا یا برا نہیں کہتے۔

س: علامہ اقبالؒ کے نزدیک مسیحِ موعود کا تصور امتِ مسلمہ کے قوائے عملیہ کو مضمحل کرنے کی ابلیسی سازش ہے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

ج: علامہ اقبالؒ نے یہ جو کمنٹ دیا یہ احمدیہ اور مرزائی کے بارے میں دیا تھا۔ یہ مہدیؑ کے بارے میں نہیں تھا۔ actually یہاں مسیحِ موعود کا لفظ ہے۔ اور مسیحِ موعود کا مطلب ہے جسے پلٹایا گیا ہو۔ مسیحِ موعود subcontinent میں صرف ایک شخص کہلواتا تھا۔ اور یہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا دعویٰ تھا۔ اقبالؒ نے اس تصور کو اس لیے غلط کہا ہے کہ حضرت مسیحؑ اگر originally نہیں آئیں گے تو ایسے پتہ نہیں کتنے مسیح پیدا ہوتے رہیں گے۔ آج کل لوگ اللہ کو نہیں چھوڑتے۔ گلی گلی میں خدائی کا دعویٰ ہو رہا ہے' رسالتوں کا دعویٰ ہو رہا ہے۔ پیغمبری کا دعویٰ ہو رہا ہے۔ مسیحِ موعود تو بڑا چھوٹا سا ٹائٹل ہے۔ اس سے پہلے شیخ مجدد نے بھی دعویٰ کیا تھا کہ اسمِ محمد ایک ہزار سال کے بعد مجھ میں اترا ہے۔ اس لیے میں مجدد الف ثانی ہوں۔ تو اقبالؒ نے جس کانسیپٹ پہ اعتراض کیا وہ مہدیِ اسلام پہ نہیں کیا بلکہ مسیح قادیان پہ کیا۔ مگر یہ جو پوچھتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کے قوائے عملیہ کو مضمحل کرنے کی ابلیسی سازش ہے۔ علامہ اقبالؒ بھی آغاز میں' شروع میں بڑے عملیت پسند تھے۔ بہت بڑے عالم ماشاءاللہ مسلمانوں کے بہت بڑے رہنما' ہمیں ان سے بڑی محبت ہے بڑا عشق ہے۔ مگر غلطی تو سب سے ہو جاتی ہے۔ اتنا بڑا عالم اتنا بڑا پریکٹیکل سبق

دینے والا عالم عمرِ آخر میں اگر مجذوبوں کے پیچھے لگ جائے تو اس کو کیا کہو گے۔ اقبالؒ کا اپنا حال یہ تھا کہ انہیں جو اتنا زیادہ تصادمِ ذہن پیش آیا اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ throug out life وہ تمام تر approaches کو مسٹیسزم کو غلط سمجھتے چلے آئے' دانشوری کے تقاضوں کے مطابق۔

ایک مردِ تن آساں تھا تن آسانوں کے کام آیا
دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا

اس کے باوجود جب عمرِ آخر آئی تو اقبالؒ سے زیادہ کوئی جذب کا بندہ شاید اس وقت برصغیر میں موجود ہی نہیں تھا۔ کہ بات بات پر رونا۔ گلی کوچوں میں دوڑتے ہوئے مجذوبوں کے پیچھے بھاگنا۔ سیدنا ہجویرؒ سے extra ordinary رغبت رکھنی۔ تو اقبالؒ میں اصلاحات کے بڑے پیٹرن آئے ہیں اور جو آخری پیٹرن آیا ہے وہ بہت جذباتی تھا۔ اس میں اقبالؒ اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ I have faild مگر وہ فیل نہیں ہوئے۔ جہاں ایک طرف انہوں نے پاکستان تخلیق کیا ہے وہاں وہ آخری اپروچ میں ایک بات کہتے نظر آتے ہیں:

سرودِ رفتہ باز آید نے آید

خدا ہی جانتا ہے کہ اب مدینہ سے خوشبو آئے گی کہ نہیں۔

نسیم از حجاز آید نے آید

وہ پرانا نغمہ پھر سنائی دے گا کہ نہیں۔ ہوائے مدینہ پھر آئے گی کہ نہیں آئے گی۔

سر آمد روزگارے ایں فقیرے

اس فقیر کی تو عمر تمام ہو چلی۔

اقبالؒ نے آخری عمر میں یہ جو دو رباعیاں لکھی ہیں۔ اس زمانے میں ایک بہت بڑا مفکر end پر پہنچ کر اپنی اپروچ کو finalize کر رہا ہے۔

سر آمد روزگارے ایں فقیرے

اس فقیر کی مدت تو پوری ہو چکی۔

دگر دانائے راز آید نے آید

پتہ نہیں وہ دانائے راز آئے گا کہ نہیں آئے گا۔

آپ اس درد کو محسوس کر رہے ہو جو اقبالؒ کے آخری مصرع میں ہے۔

دگر دانائے راز آید نے آید

پتہ نہیں وہ دانائے راز وہ فطرت کو سمجھنے والا وہ دین کو سمجھنے والا وہ شخص آئے گا کہ نہیں آئے گا۔

اگر می آید آں دانائے رازے

ہاں اگر وہ آجائے‘ اگر زمانے میں اس کی نمود ہو۔

بدہ اُورا پیغام جاں گدازے

تو اسے میری طرف سے بڑا رنج والا پیغام دینا‘ جاں گداز پیغام دینا‘ میری دلی خواہشات کا ایک پیغام دینا۔

ضمیرِ امتاں رامی کند پاک

اسے کہنا کہ اقبالؒ کہہ گیا تھا..... جب وہ تمہیں ملے تو اسے کہنا کہ اقبالؒ کہہ گیا تھا امتوں کے ضمیر کو صرف وہی پاک کر سکتا ہے۔ کون صاف کرتا ہے؟

کلیمے یا حکیمے نے نوازے

جو یا تو حضرت موسیٰ کی طرح‘ کلیموں کی طرح معجزانہ گرفت رکھتا ہو

یا حکیمے نے نوازے

یا جس کی گفتگو میں اتنا اثر ہو کہ لوگ اسے سن لیں۔

اقبالؒ یہ دو پیغام آخر میں دے گئے تھے۔

سوال: سر یہ بڑی نستعلیق قسم کی ٹون میں سوال پوچھا گیا ہے۔ اضطراب کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ جستجوئے فراق ہے یا کیفیت اظہارِ نفس یا کشمکشِ جبلتِ انساں؟ عصرِ دجال میں اضطراب پہ کیسے قابو پایا جا سکتا ہے؟

ج: ایسے خوبصورت لفظ استعمال ہوئے ہیں کہ سارے ہی حاصل کرنے کو جی چاہتا ہے۔ کیسا کیسا خوبصورت لفظ استعمال ہوا ہے۔ دیکھو میں اور میرے جیسے بہت سارے لوگوں نے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ I can tell you one thing very frankly بہت سارے لوگ میرے ساتھ‘ یہ sixties کی دہائی کی بات ہے‘ ہم لوگ پڑھ رہے تھے۔ لکھ رہے تھے۔ مگر میرے باقی احباب کی طرح مجھ پر صرف علم کا اثر تھا اور کسی چیز کا نہیں ہوتا تھا۔ نہ ذاتی وجاہتوں کا ہوتا تھا۔ نہ اختیارات کا ہوتا تھا۔ And I was just trying to settle

my lesson of priorities. مجھے یہ دیکھنا تھا۔ میں بڑا مایوس تھا زندگی کے اس پیٹرن سے جو میرے اردگرد گزر رہا تھا۔ میں اتنی بے چینی اور اضطراب سے مرنا نہیں چاہتا تھا۔ تو میں نے سوچا میرے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس سے زندگی امن سے گزر جائے' سکون سے گزر جائے۔ سب سے پہلے مجھے mental clearness چاہیے تھی۔ کس کے لیے مروں؟ کس کیلئے جیوں؟ What should my ultimate priority be in my life. کیا lesson ہونا چاہیے۔ کیا میں عشق و عاشقی کے لیے مر کے ایک اور مجنوں کا نام زندہ کر جاؤں؟ یا کسی بڑے ڈکٹیٹر کی طرح حصولِ طاقت کے مرض میں مبتلا ہو کے فوت ہو جاؤں؟ یا میں ٹی وی پہ چلا جاؤں؟ اتفاق دیکھیئے پاکستان کے پہلے ٹی وی پروگرام میں مَیں شریک تھا۔ لاہور میں جب ٹی وی اسٹیشن قائم ہوا I was a part of it تو میں سوچ رہا تھا کہ یہ سارے طریقے ایک ایک کر کے چیک کرتا ہوں What is important in life? مگر یہ (سارے طریقے) مجھے ephemeral لگے۔ انہی دنوں میں بھٹو صاحب طوفان کی طرح اُٹھے اور غبار کی طرح بکھر گئے۔ میں سوچ رہا تھا کس چیز کی تلاش میں انسان سب کچھ کرتا پھرتا ہے؟ And I was sadly and madly step aside. اس بڑی سی دوڑ میں انسان کب بکھر جائے۔ Then I found out one major thing کہ لوگ خدا خدا کرتے ہیں۔ میں اردگرد بڑے لوگوں کو خدا خدا کرتے دیکھتا تھا۔

ہر روز اخباروں میں دس آرٹیکل اللہ میاں پہ آتے تھے۔ اس وقت اللہ میاں اخباروں میں بڑے پاپولر تھے۔ اس کے باوجود کسی ایک بندے میں وہ چیز نظر نہیں آتی۔ فرینکلی میں دیو بند کے پاس گیا۔ I was very fond of this school of thought. پھر میں بریلی (سکول آف تھاٹ) کے پاس گیا۔ مجھے احمد رضا خاں صاحب کی ذہانت بڑی پسند تھی۔ Methodology of knowledge- ability دیو بند کی بڑی پسند تھی۔ پھر اہلِ حدیث آئے' نواب صدیق حسن خان آف بھوپال سے میرا بڑا اُنس تھا کہ انہوں نے حدیث کے بارے میں بڑی محنت کی۔ بہر حال کوئی برا نہیں لگ رہا تھا۔ مگر ایک بات مجھے پریشان کرتی تھی۔ ایک بات! میں سوچتا تھا کہ دین خدا کے لیے ہے' مذہب خدا کے لیے ہے' کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص آٹھویں نویں سال میں اللہ کی عبادت شروع کرے اور ستر اسی سال کی عمر میں اللہ

کے ساتھ فوت ہو۔اور اس میں اللہ کا کوئی رنگ نہ چلے۔یہ کیسے ہوسکتا ہے؟"صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ "{البقرہ:138} عبادت والوں کی اک شرط ہے۔ان میں اللہ کا رنگ چھلکنا چاہیے۔اتنی عمر میری بھی گزری۔ Atleast seventy on my record میں نے ان مذہبی سکولوں سے ایک بھی خدا شناس نہیں اُٹھتے دیکھا۔ I am sorry to say ایک خداشناس نہیں اُٹھتے دیکھا۔

مجھے افسوس یہ ہوتا تھا کہ ان میں کیا جھاڑ پھونک رہے ہوتے ہیں۔بھائی جو کچھ سیکھنا ہے سیکھو اور چلتے چلو۔میرے شیخ و مرشد کی طرح حضرت سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ کا ارشاد ہے۔ جب ہم جوان تھے تو علم کی تلاش میں دور دراز کوئی استاد مل جاتا تھا تو ہم چلے جاتے تھے۔فرمایا ہم خراسان کی گھاٹیوں سے نکلے' تین سو ساٹھ اللہ کے ولی جگہ جگہ متمکن دیکھے۔میں ان کو دیکھتا ہوا نکلا۔کچھ خوش نظر تھے۔کچھ خوش مقام تھے۔کچھ خوش ادا تھے۔پھر میرے شیخ کی مثال کون ہوسکتا ہے؟ سیدنا ہجویریؒ کی طرح کون ہوسکتا ہے؟ کہ جنہوں نے اپنی زندگی کے تجربات کو بھی سچائی سے تصوف کی نذر کر دیا ہے۔جب آپ کا مقصد ہی نہیں خدا شناسی تو آپ مذہب سے لے کیا رہے ہو؟ کیا خرافات آپ نے سر پہ اٹھا رکھی ہیں؟ بھئی مذہب تو آرزوئے پروردگار کا نام ہے۔خدا کی خواہش رکھنا مذہب ہے۔حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک شریعتیں بہت جدا جدا تھیں۔مسائل جدا جدا تھے۔مگر مذہب میں ایک چیز کامن تھی۔کہ یہ سارے کا سارا مذہب آپ کو خدا کی شناخت اور محبت کو لے کر جاتا تھا۔یہ کون سا مذہب ہے جو ہم ایکسر سائز کر رہے ہیں؟ سارے مذہبی جیتے ہیں سارے مذہبی مرتے ہیں۔خدا آس پاس کہیں نہیں ہوتا۔اس افسوس کی وجہ سے' اس افسوس کی وجہ سے' thought ا یہ قصور میرا ہوگا اگر میں اپنے آئیڈیل کی تلاش نہ کروں۔یہ قصور میرا ہوگا اگر میں اپنے ربِ کریم کو اپنا اخلاص پیش نہیں کروں گا۔

یہ مجھے یقین تھا کہ میں نے اللہ کو نہیں بنایا ہوا۔مجھے یہ یقین تھا اللہ نے مجھے بنایا ہوا ہے۔جب میں یہ دیکھتا تھا کہ اللہ نے مجھے کیوں بنایا ہے؟ تھامس ہارڈی کی طرح کیا خدا نے ہمیں اس لیے بنایا ہے کہ We are like flies in the hands of God and He kills us for His sport. کیا کھیل کود کے لیے بنایا ہے؟ کہتا ہے نہیں، میں نے تو تمہیں کھیل کود کے لیے نہیں بنایا ہوا۔some serious purposes اور سب سے بڑا

خدا نے اپنی طرف سے محبت کا ذکر کیا serious purpose? "لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ "{سورۃ آل عمران} تم میری محبت نہیں پا سکتے جب تک میرے لیے باقی اپنی محبتیں قربان نہ کر دو۔ برادری محبت ہے۔ نسب محبت ہے۔ جائیداد محبت ہے۔ مال و زر محبت ہے:"زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا " یہ زندگی کی ایک ایک متاع محبتِ زندگی ہے۔ پھر "وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ "{آلِ عمران:14} اللہ کے پاس اس سے بہتر چیزیں تھیں۔ فرق صرف اتنا تھا آپ کو بتاؤں مجھے یقین تھا کہ اللہ کے پاس اس سے بہتر چیزیں ہیں۔ شاید آپ میں سے کسی کو یقین نہ ہو۔ شاید آپ کم یقین کے مالک ہوں۔ مجھے پورا پورا یقین ہے کہ اللہ کے پاس اس دنیا سے بہت بہتر چیزیں ہیں۔

جب تبوک کے معرکے کے لیے رسول اللہ ﷺ نکل رہے تھے تو رستے میں ایک مری ہوئی بکری پڑی تھی، گلی سڑی سی۔ تو حضور ﷺ نے اصحابؓ سے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قیمت اس بکری سے بڑھ کر ہوتی تو تمہیں سب کچھ عطا کرتا۔ اس دنیا کی اتنی بھی ویلیو نہیں ہے۔ Do we trust this statement? کیا ہم statement پہ یقین رکھتے ہیں؟ کیا ہم اللہ پہ trust کرتے ہیں؟ مجھے تو اس نے نہیں کہا کہ فاقے کر۔ مجھے تو نہیں کہا کہ روزۂ اتصال رکھ۔ مجھے اس نے نہیں کہا کہ تو پہاڑ کی چوٹیوں پہ چڑھ اور بھوکا مر۔ پہاڑوں کی کھوہوں میں گم ہو جا، یا کسی پانی میں بارہ برس کھڑا رہ۔ مجھے اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ وہ تو دباؤ دینے والا ہے ہی نہیں۔ اس نے جو چیز دی ہے اس کی Sincerity طلب کرتا ہے۔ اس نے جو امانت دی اس کا تعلق طلب کرتا ہے۔ میں نے امانت دی تمہیں سوچنے سمجھنے کے لیے جانچنے پرکھنے کے لیے علم کے لیے شناخت کے لیے۔ ہاں "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا" {الدھر:03} اس امانت کے حوالے سے جاؤ دیکھ کے آؤ۔ مجھے مانتے ہو کے نہیں؟ اتنے مختصر سے کام کے لیے مجھے کتنا زور لگانا پڑتا ہے؟ کچھ بھی نہیں لگانا پڑتا، جب مجھے اس کی صحبت میسر آ جائے محبت میسر آ جائے۔ آپ کا کیا خیال ہے یہ جو اللہ کہتا ہے تم ایک قدم چلو میں دس قدم آتا ہوں۔ عجیب بات ہوگی اس کا دس قدم چلنا آپ کو راس نہ آئے۔ آپ کو محسوس بھی نہ ہو۔ آپ کے

اندر تبدیلی نہ آئے۔"أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ" {یونس:62} اللہ کے دوستوں پہ غم نہیں ہوتا' حزن نہیں ہوتا' ملال نہیں ہوتا۔ تاسفات نہیں ہوتے۔ وہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے۔ ان کا ہر قدم علم کی منازل کو آگے بڑھتا ہے۔ سوچنے سمجھنے کو بڑھتا ہے۔ ہر علم ختم ہو جاتا ہے۔ ہاورڈ میں کلاسز ختم ہو جاتی ہیں۔ کیمرج اور آکسفورڈ میں ختم ہو جاتی ہیں۔ فزکس اور کیمسٹری میں ختم ہو جاتی ہیں۔ جب یہ سارا علم ختم ہو جائے تو طالب علم بیچارہ کیا کرے؟

تب اسے صرف اللہ کے ساتھ علم ملتا ہے' صرف اللہ کے ساتھ۔ Much more advance' خالقِ کُل۔ علم کا اصلی مرکز پروردگارِ عالم ہے۔ جب آپ کو واقعی علم کی تلاش ہو گی تو آپ کا اختتام ہی اللہ پہ ہو گا۔ اور اللہ قبول کرنے والا ہے۔ البتہ ایک شرط اس نے چھوٹی سی لگا دی' ایک شرط! وہ بھی آقا ور سول ﷺ کی وجہ سے سلسلۂ رسالت کی وجہ سے ایک شرط لگائی کہ اگر تم اسلام کے سوا کسی اور رستے پہ چل کے آئے تو قبول نہیں کروں گا۔ بس اتنی سی شرط ہے کہ مسلمان ہو' رستہ کھلا ہوا ہے۔ آپ کیا کرتے ہو؟ گلیوں میں گھس جاتے ہو۔ دروازوں میں گھس جاتے ہو۔ سکولوں میں گھس جاتے ہو۔ استادوں میں گھس جاتے ہو۔ میرے اپنے ایک بہت عالم دوست کو میں نے کہا کہ اللہ اور رسول ﷺ کی یہ بات ہے۔ اس نے کہا ہمارے فلاں مولانا صاحب نے تو یہ کہا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! اگر تمہاری ترجیحات یہ رہیں گی تو پھر نہیں آپ سیکھ سکتے۔ ایک صاحب درس دیتے تھے کہ وفات پا چکے لوگوں کو کچھ بھی نہیں پہنچتا۔

میں نے انہیں بخاری اور مسلم کی بارہ حدیثیں اکٹھی مشترک دکھائیں' حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کے حوالے سے۔ میں نے کہا دیکھو یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ یعنی میں آپ کو انتخاب کا فرق بتاتا ہوں۔ کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ فوت ہو گئیں۔ وہ مدینے سے باہر تھے۔ واپس آئے تو انہیں دفن کیا جا چکا تھا۔ آپ سیدھے رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ وفات پا گئی ہیں۔ میں گھر پہ نہیں تھا۔ اب اگر میں ان کے لیے کوئی خیرات و صدقات کروں تو ثواب پہنچے گا۔ فرمایا نعم۔ اور اس پر ایک لفظ زائد ارشاد نہیں فرمایا۔ صرف فرمایا نعم۔ یہ بخاری اور مسلم کی احادیث میں سے ہے۔ یہ بارہ احادیث ہیں۔ آٹھ مسلسل چلتی ہیں۔ فرمایا نعم۔ کہا یا رسول اللہ گواہ رہیے گا میں نے اپنا فلاں باغ اپنی ماں کے لیے صدقہ کر دیا۔ میں نے کہا یار

دیکھ کیا لکھا ہوا ہے۔ کہتا ہے نہیں نہیں میرے فلاں عالم صاحب کی یہ رائے ہے۔ افسوس ہے تجھ پہ اور تیرے عالم پہ' ارے میں تجھے بارہ حدیثیں سنا رہا ہوں ۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنا رہا ہوں اور تو پھر بھی مجھے کہہ رہا کہ ہمارا عالم یہ کہتا ہے۔ ہماری ترجیحاتِ علم میں جب تک مناسب اتھارٹیز تک نہیں جاتی ہیں ۔ اس وقت تک کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا ۔ ہمارا علم وہاں count ہوتا ہے۔ یہی میں آپ سے عرض کر رہا ہوں' میں نے اپنے اوپر ایک قید ضرور رکھی ۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے اصحاب کی پیروی ۔ علم کا اصول ہے۔ اللہ نے دیا۔ اللہ نے عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے بانٹا ''اَللّٰـهُ مُعْطِى وَ اَنَا قَاسِم'' جن کے حصے میں آیا انہوں نے عمل کیا۔ مختصر سی بات کہ اللہ نے عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے تقسیم کیا ''و انا قاسم'' ۔ ابو القاسم ﷺ نے بانٹا۔ ہمارے حصے میں آیا۔ ہمارے بڑوں کے حصے میں آیا۔ اصحابِ رسول ﷺ کے حصے میں آیا۔ ان کے عمل دیکھ لیجیے۔ اب عمل میں تھوڑا سا آپ کو فرق بتاتا ہوں۔ عمل میں لوگ کیا کرتے پھرتے ہیں اور اس وقت عمل کیسے کرتے تھے۔ ہوا یہ کہ اصحابِ رسول ﷺ Constantinople کی فتح کے لیے نکلے۔ بنو اُمیہ کے زمانے میں کشتیاں سمندر میں ڈالی گئیں۔ رمضان کے دن تھے۔ ابھی ساحل پاس ہی تھا۔ کشتیاں جونہی ساحل سے ہٹیں تو انہوں نے روزے کھول کے کھانا پینا شروع کر دیا۔

ان میں کچھ باہر والے لوگ بھی بیٹھے تھے۔ صحابی نہیں تھے۔

انہوں نے کہا اے اصحابِ رسول ﷺ یہ کیا کِیا؟

پوچھا کیوں کیا ہوا ہے؟

انہوں نے کہا ابھی تو ساحل نظر آ رہا ہے۔ اور آپ نے روزے توڑ لیے ہیں۔

تو اصحابِ رسول ﷺ نے جواب دیا: ''ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہے ہیں یا تم رہے ہو؟ ہمیں پتہ ہے کہ ہم نے کیا عمل کیا ہے۔ تمہیں کیا پتہ؟ دیکھو کتنی آسانی اللہ کے رسول ﷺ کے اصحاب آپ کو دیتے ہیں، کتنی rigidity آپ کا اپنا گلی کا عالم create کرتا ہے۔ ہے ناں افسوس کی بات۔

ایک اور صحابیِ رسول ﷺ کا واقعہ ہے۔ ایک دفعہ ایک بچی کی شادی ہو رہی تھی اور اس میں شادی کے روایتی گیت گائے جا رہے تھے۔ ایک بڑے صاحب اندر گئے ۔ بڑی ناک بھوں

چڑھائی۔ نیک لوگ تو بہت ہوتے ہیں ناں' ہمارے معاشرے میں۔ نیکی ان کی مجبوری ہوتی ہے۔ چوائس نہیں ہوتا۔ وہ ویسے بھی سخت ہوتے ہیں۔ ویسے بھی ان کے مزاج سخت ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ مسلمان ہوں گے تو آفت ہی آئے گی۔ کچھ اور تو نہیں آئے گا۔ بھئی دنیا میں آپ کو اصول جاننا ہے کہ چنگیز خاں' ہلاکو اور ہٹلر مسلمان تو نہیں تھے ناں۔ مگر تھے تو سہی۔ ان کی طرح کے بندے بھی تو ہوں گے۔ جب ان کی طرح کے بندے مسلمان ہوں گے تو عادتیں تو نہیں چھوڑیں گے۔ اسی طرح لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ جب ان کو آواز (ڈھولک وغیرہ کی) آئی' انہوں نے فوراً ناک منہ چڑھایا کہ کیا فحش کام ہو رہا ہے۔ فالتو کام' یہ وہ۔ تھوڑی دیر تو صحابی ان کی بات سنتے رہے۔ پھر کہا بات سنو ہم رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں۔ ان کے زمانے میں بھی ہوتا تھا اور لڑکیاں بالیاں گیت وغیرہ گایا کرتی تھیں۔ تمہیں نہیں اچھا لگتا تو تم گھر چلے جاؤ۔

اب دیکھو ایک بات ذرا غور سے سننا۔ آج کی فیملیز پہ ہم اعتراض کرتے ہیں۔ یہ کیا بکواس ہے جی' یہ جی واہیات باتیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مستندترین حدیث کے مطابق جب حضور ﷺ کی ایک غلامہ کی شادی ہوئی تو آپ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا کوئی گانے والیاں ساتھ بھیجی تھیں؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم نے سوچا آپ برا مانیں گے۔ فرمایا نہیں یہ تو رسم و رواج ہے' یعنی لوکل رسوم و رواج۔ آپ خود سوچو اللہ کو یا اللہ کے رسول ﷺ کو کیا لوگوں کی خوشیاں اتنی بری لگتی ہیں کہ آپ لوگوں کے منہ میں اور ناک میں ہر وقت سوجن پڑی ہو۔ آپ لوگوں میں جاتے پھریں اور ان کو ڈنڈے سے ہانکتے پھریں۔ یہ کون سا مذہب ہے؟ جس مذہب کے بانی نے آپ سے ارشاد فرمایا ہو کہ نرمی جس چیز سے نکل جائے وہ بدصورت ہو جاتی ہے۔ یہ قولِ رسول اللہ ﷺ ہے جس چیز میں نرمی داخل ہو جائے وہ خوبصورت ہو جاتی ہے' جس چیز سے نرمی نکل جائے وہ بدصورت ہو جاتی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی سن لیجئے۔ اونٹ پہ بیٹھے ہوئے گانا گا رہے تھے۔ موڈ آ ہی جاتا ہے۔ ہمارا بھی آ جاتا ہے۔ آواز اچھی ہو تو چلو دو چار جملے ذرا سر سے گا لیے۔ حضرت عمرؓ بھی اونٹ کے اوپر بڑے سریلے لگ رہے تھے۔ اِدھر اُدھر سے لوگوں نے جمع ہونا شروع کر دیا۔ علامہ طنطاوی نے یہ واقعہ ''سیرتِ عمر فاروق اعظم'' میں لکھا ہے۔ سارے لوگ اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت عمرؓ تھے تو خلیفہ' پکے۔ اب انہوں نے سوچا یہ تو فسق و فجور میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔

اور میں گانا گا رہا ہوں۔آپ نے پانسا بدل لیا۔تلاوتِ قرآن شروع کر دی۔ پہلے تو تھوڑی دیر لوگ احتراماً کھڑے رہے پھر ایک ایک کر کے کھسکنے لگے۔حتیٰ کہ حضرت عمرؓ تھوڑا اور آگے گئے۔ دیکھا تو آس پاس بندہ ہی کوئی نہ تھا۔آپ نے تنگ آ کے کہا" خدا تمہاری ماؤں کو روئے، میں گاتا ہوں تو تم جمع ہو جاتے ہو۔ میں قرآن سناتا ہوں تو بھاگنے لگتے ہو" یہ وہ لوگ تھے۔مگر کیا فتویٰ کسی نے جاری کیا؟

بات یہ ہے کہ تمام لوگ equal standard پہ نہیں پرکھے جاتے۔دینداروں کا کام یہ ہے کہ ان کو زجر شجر کی باتیں نہ سنائیں۔ان کو مار پیٹ کی داستانیں نہ سنائیں۔اب میں نے کئی دفعہ لڑکوں کو دیکھا ہے دو چار مرتبہ مار پڑی۔کسی نے کہا یار کوئی behave کر۔جواب ملا مار تو پڑنی ہے' behave کاہے کو کروں؟ یعنی اگر دیکھا جائے تو علماء نے لوگوں کو ڈھیٹ کر دیا ہے۔خطاؤں پر ضدی کر دیا ہے۔یہ کوئی طریقہ تھا؟ اگر یہ خوبصورت لوگ ہوتے......مذہب خوبصورت تھا۔پیغمبرﷺ خوبصورت تھے۔اللہ خوبصورت تھا"اِنَّ اللّٰہ جمیل ویُحِبُّ الجمال" (مسلم. مسند احمد. ترمذی) یہ سب خوبصورت لوگ تھے تو نیچے کیوں بدصورتی آ گئی؟ آپ کیوں بھاگے بھاگے پھرتے ہو؟ One reason which I found very specially in my career of understanding that if you were good Muslims آپ اللہ کی اس رحمت کے سائے میں آ جاتے ہو۔آپ جہاں جاؤ گے خدا کا کرم' رحمت اور اس کا نور آپ کے ساتھ چلتا ہے۔اور اگر آپ اچھے نیت والے مسلمان نہیں ہو تو یہ الگ بات ہے۔ I don't say there are many faults inside us but does that mean کہ میں ایک fault کی خاطر اتنی بڑی اپروچ کو منقطع کر دوں؟ چھوٹی خطائیں کرنے کی وجہ سے مَیں ایک اور بھی اس سے بڑی خطا کر دوں کہ خدا کے کرم، رحمت اور اس کی نعمت سے غیر محفوظ ہو جاؤں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ I believe in God and I believe in the ultimate kindness of God and I am sure انشاءاللہ تعالیٰ آپ بھی ایسا ہی کرو گے۔اس کو اپنے قریب تر پاؤ گے۔اپنی زندگیوں میں خاندانوں میں پاؤ گے۔اللہ آپ پر بھی کرم فرمائے۔

س: عصرِ دجال میں ایمان کی حفاظت کیسے کی جائے؟

ج: دیکھو وہی کام جو دجال کر رہا ہے وہی آپ کرو۔ اگر Higher intelligence کو ہاتھ مار رہا ہے تو آپ کے پاس بھی ذہانت بڑی ہے۔ میں یہ بات ماننے سے انکار کرتا ہوں مشرق کے پاس مغرب سے کہیں زیادہ عقل ہے۔ ہم پیغمبروں کے وارث ہیں اعلیٰ ترین عقلوں کے وارث ہیں۔ مگر جب جادوٹونے پر سے اثر کم ہوگا تو یہ عقل پیدا ہوگی۔ دجال اور کون ہے؟ جادوگر بیٹھا ہوا ہے نفع ونقصان کا مالک۔ دجال حساب کتاب والا بیٹھا ہوا ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں اتنا faith نہیں ہے کہ پروردگارِ عالم کے سوا کوئی شمہ برابر بھی آپ کی زندگی میں فرق نہیں ڈال سکتا تو پھر آپ ان کم بختوں کا رخ کیوں کرتے ہو؟ یہ جھوٹے ہیں۔ جس نے جھوٹ کہا' جس نے مکر وفریب کیا' جس نے غلط ملط باتیں کیں وہ دجال ہے۔ یہ جادوگر یہ حساب کتاب والے یہ کتاب ساز یہ سارے کے سارے دجال کے ساتھی ہیں۔ اگر آپ ان سے گریز کرو۔ صاف ستھرا ایمان رکھو اور اللہ کا قول یاد رکھو "مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ" ہمیں کیا پڑی ہے تمہیں عذاب دیں۔ کتنی سادہ سی بات اس نے کہی ہے' ہمیں کیا پڑی ہے تمہیں عذاب دیں "مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ" اگر تم ہماری یاد والے ہو' ایمان والے ہو۔ تو تمہارا خیال ہے "وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيماً" {النساء:147} ہم تو شکر قبول کرتے ہیں۔ ہم علم والے ہیں۔ آپ جاہلوں سے حساب کروا رہے ہو' ہم علم والے ہیں۔

خدا بار بار یہی کہہ رہا ہے۔ دیکھیں آپ ذرا غور کریں۔ "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ" تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا "فَاذْكُرُونِي" یہ اس کے ساتھ ملحقہ ہے obviously تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا "وَاشْكُرُوا لِي" یاد کرتے رہو "وَلاَ تَكْفُرُونِ" {البقرة:152} اس آیت کا پیٹرن دیکھتے ہو کتنا عجیب سا ہے۔ اس آیت کا "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ" تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا "وَاشْكُرُوا لِي" تم یاد کرتے رہو یہی شکر ہے۔ تم یاد کرتے رہنا۔ ہم آپ کو یاد کرتے رہیں گے "وَلاَ تَكْفُرُونِ" {البقرة:152} یاد چھوڑ جاؤ گے تو کفر ہو جائے گا۔ یاد چھوڑ نا نہیں۔ یہ لفظِ کفر یہاں پیچھے سارا یادِ الٰہی کی ضمن میں آیا ہے۔ اگر اس آیت کو آپ دیکھ لو "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلاَ تَكْفُرُونِ" اگر اس کا نارمل ترجمہ کرو گے تو یہی بنے گا کہ تم اللہ کو یاد کرو' اللہ کہتا ہے کہ اگر تم مجھے یاد کرتے رہو گے تو تم کبھی کفر کا ارتکاب نہیں کرو گے۔ تم سچے ایمان پہ رہو گے۔ جب تم سچے ایمان پر رہو گے تو دجال کا پھر وہاں

کام ہی کیا ہے۔ دجال سے گریز کا واحد طریقہ ہے پروردگارِ عالم کے اپنے وجودِ علم پہ اعتبار رکھنا۔ وہی آپ کو ہدایت دینے والا ہے۔ وہی گمراہی دینے والا ہے۔ وہی اسبابِ رحمت تخلیق کرنے والا ہے۔ سب سے بڑی رحمت علم ہے' جو وہ انسانوں پہ نازل فرماتا ہے۔ اور ہم عصرِ دجال سے بھی پناہ مانگتے ہیں اور عذابِ الٰہی سے بھی پناہ مانگتے ہیں۔ اس عذاب سے جو خدا جہالت کی شکل میں ہمارے سر پر مسلط کرتا ہے۔ اللہ ہمیں ان سے پناہ دے۔ آمین۔

خدااور بندہ -ایک ذاتی تعلق

God & Man (A Personal Relationship)

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَّبِ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا(الاسراء:۸۰)

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الصٰفّٰت:۱۸۲،۱۸۱،۱۸۰)

خواتین وحضرات! Socialist thinking کا بہت بڑا بانی' اصل نظریہ اشتراکیت کا بانی Leon Trotsky جس نے Bolsheviks army کی اصل بنیاد رکھی۔ وہ ایک جملہ کہا کرتا تھا اور اس جملے کی وجہ سے اس کی جان بھی گئی۔ پراگ میں وہ ہتھوڑوں سے کچلا گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ Politics proliterate culture bourgeoisie کہ سیاست تو عوام کی ہونی چاہیے' مگر کلچر جو ہے اعلیٰ ترین جوحسنِ عمل ہے انسانوں کا' وہ بورژوازی (bourgeoisie) ہونا چاہیے۔ وہ بغیر سرمایہ دار کے پنپ نہیں سکتا۔ آج آپ اتفاق دیکھیے کہ ہم آرٹ اور کلچر کے درمیان خدا کا نام لے رہے ہیں۔ ویسے فیصل آباد کے امارت کے قصے تو دور دراز مشہور ہیں۔ تو میری بڑی خواہش تھی کہ وہ اپنے اس کلچرل آؤٹ فٹ کو اس ہال کو اتنا خوبصورت کر دیتے کہ یہ بھی زمانے میں ایک مثال بن جاتا۔ I was particularly

looking at the designs around and I desired so. میں ایک دفعہ ویسے ہی خدا کی بات کر رہا تھا۔ عادتاً کر رہا ہوں گا شاید۔ پرل کانٹی نینٹل میں بیٹھا تھا تو میرے ساتھ والے میز پر ایک شخص نے آپس میں بلند آواز میں سرگوشی کی۔ اس نے کہا یار یہاں ان باتوں کی کیا ضرورت ہے؟ یعنی پرل کانٹی نینٹل میں اللہ کی بات کرنے کا کیا مطلب ہے؟ چونکہ وہ سرگوشی میرے کانوں تک آ گئی تو میں ان سے کہا کہ صاحب! ایسی کیا وجہ ہے کہ ہم پرل کانٹی نینٹل میں خدا کا نام نہیں لے سکتے؟ کیا پرل کانٹی نینٹل زیادہ sophisticated ہے اللہ سے؟ کیا یہ زیادہ خوبصورت ہے اللہ سے؟ کیا جو آسائشات یہ آفر کر رہا ہے وہ خدا کے بغیر آفر کر رہا ہے؟ کیا ایسا حسن و جمال جو آپ پی سی میں لیے بیٹھے ہو اللہ کے ہاں نہیں پایا جاتا؟ تھوڑی سی بحث مباحثے کے بعد کوئی پندرہ بیس منٹ کے بعد الحمد للہ انہوں نے تسبیحات پہ تصدیق فرمائی اور اس طرح میرا خیال ہے پرل کانٹی نینٹل میں ایک مسلسل سلسلہ چل پڑا ہوگا۔

آج کا موضوع بڑا دلچسپ ہے۔ But in one sentence it is excommunicable. نا قابلِ ترسیل ہے۔ یہ relationship between the individual and God جو فرد کا اور خدا کا تعلق ہے یہ نا قابلِ ترسیل ہے۔ اس میں سب سے بڑا مغالطہ کذب و افترا کا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ کسی فرد کا اللہ سے یہ تعلق ہے اور میں اپنے آپ کو وہ فرد declare کر دوں تو سب سے پہلے آپ کو یہ شبہ ہونا چاہیے کہ میں کتنا سچا ہوں۔ میں عمومی زندگی میں کتنا سچ بولتا ہوں۔ کہ میں جو اللہ کے بارے میں کہوں گا وہ میں کس تصدیق پہ کہوں گا۔ یہ تصدیق بڑی لازم ہے۔ خواتین و حضرات! رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک یہودی نے ایک مسلمان کے خلاف کیس کر دیا۔ حضور ﷺ نے کچھ عرصہ سنا اور اس کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ مسلمان نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں ربِ کعبہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں سچا تھا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بھی پتہ تھا کہ تُو سچا تھا مگر ہم دنیا میں فیصلہ شہادت کی بنیاد پہ کرتے ہیں۔

کسی بھی مذہبی، قلبی یقین کے لیے صرف خواب و خیال نہیں چاہئیں۔ شہادت چاہیے۔ جب تک آپ کو وہ شہادت اپنی ذات میں یا آپ کے خارج میں نہیں مل جاتی آپ اس تجربے کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ ہمارے مذہب کا اس دور میں سب سے بڑا مسئلہ سن لیجیے کہ یہ

صاحبانِ رشد یہ صاحبانِ قدر جو اپنے آپ کو مذہب اور تصوف کی بڑی بلند سیٹوں پہ متمکن رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان سے پوچھو کہ جو آپ باتیں کرتے ہو اس کی تصدیق کہاں سے آتی ہے؟ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ کہیں سے بھی نہیں آتی۔ ان کی تصدیق ہو ہی نہیں سکتی۔ کسی بھی پرسنل experience کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جناب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک دفعہ وحشتِ خیال میں شہر سے بہت دُور نکل گئے۔ ایسے کئی لمحے گزرتے ہوں گے ان پہ۔ بہت دُور جا کے چلچلاتی ہوئی دھوپ میں ایک بوڑھی خاتون کو تھاما اور پوچھا: میں کہاں ہوں؟ اس سے پوچھنے لگے میں کہاں ہوں؟ تو اس نے کہا تُو عبدالقادرؒ ہو کے نہیں جانتا تو میں تجھے کیا بتلاؤں۔

بعض experiences کی شہادت ہمیں اپنی ذات سے نہیں ملتی۔ جب اس بُڑھیا نے یہ کہا کہ تُو عبدالقادر ہو کے نہیں جانتا تو میں تمہیں کیا بتاؤں گی۔ ایک شہادت مہیا ہوئی۔ ایک بہت بڑی شہادت۔ اسی طرح خواتین و حضرات! میرے ایک بہت اچھے دوست تھے۔ ان میں کوئی ایسی فضول سی عادت آ گئی تھی۔ مجھے انہوں نے کہا کہ میں اس سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ ٹیکسٹ بک دیکھی اور کہا ایک ہزار مرتبہ آیت کریمہ پڑھا کرو۔ یہ ایک ایسی مغلظ عادت ہے کہ اس کے علاوہ اس کا حل نہیں ہے۔ پڑھنا شروع کر دیا (ماشاءاللہ ابھی زندہ ہیں) شہادت موجود ہے۔ ایک دن گھبرائے گھبرائے میرے پاس آئے۔ کہنے لگے یار میرا تو بہت برا حال ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ہوا کیا ہے؟ کہنے لگے میں دربار کی طرف سے آ رہا تھا اور اچانک سامنے سے ایک مجذوب گزرا۔ اس نے مجھ پہ اینٹ پھینکی اور بہت بُری بُری گالیاں دیں' فلانے ڈھینگے میں بھی بڑی تسبیح کرتا رہا ہوں' میں بھی بڑی تسبیح کرتا رہا ہوں۔ تو میں نے کہا تیری تسبیح کہاں تھی اس وقت؟ کہتا ہے وہ تو میری جیب میں تھی اور میں پینٹ کی جیب کے اندر کر رہا تھا۔ تو میں نے کہا اچھا تُو نے اپنے ذہن میں یہ سوال رکھا تھا کہ میں اتنی دیر سے جو تسبیح کر رہا ہوں یہ دانے گننے سے کوئی جانتا بھی ہے؟ اللہ سنتا بھی ہے؟ دیکھتا بھی ہے؟ تیرے ذہن میں یہ سوال تھا؟ کہتا ہے: ہاں میں یہی سوچتا جا رہا تھا کہ اتنی دیر ہو گئی ہے تسبیح کرتے کرتے کیا فرق پڑا مجھے۔ تو میں نے کہا دیکھ اللہ نے تجھے بتا دیا کہ تیرے علاوہ بھی کوئی تسبیح کا گواہ ہے۔ اس مجذوب سے عقل اس لیے لے لی کہ تُو اس کی بات کو شہادت سمجھ کے اس کے پیچھے نہ دوڑ پڑے۔ بس اس نے تجھے بتا دیا کہ تیری تسبیح اللہ کے حساب میں بھی ہے اور میرے حساب میں بھی ہے۔ اگر میں ایک بندہ ہو کے

جان سکتا ہوں کہ تُو ذکرِ خدا میں ہے تو خداوند کریم تو ''سمیع وبصیر'' ہے۔ مگر اس نے جو لہجہ اختیار کیا وہ اتنا خوشگوار نہیں تھا جس کی وجہ سے میرا دوست ڈر گیا۔

کیفیاتِ باطنیہ بڑی عجیب وغریب ہوتی ہیں۔ ایک شخص نے خواجہ مہر علیؒ کو خط لکھا اور لکھا کہ حضور مجھ پر تجلّی برقِ عارضی نازل ہوتی ہے۔ میں تجلّی برقِ دائمی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اب دیکھو آپ جب ایسے لفظ سنتے ہو۔ فارسی کی ترکیب سنتے ہو تو پریشانی ہو جاتی ہے۔ پتہ نہیں کیا عجیب وغریب شے ہو گی جو اس پہ اتر رہی تھی۔ تو خواجہؒ نے اسے بہر حال طریقہ کار بتایا۔ مگر لفظ کا مطلب simple ہے۔ کہ کبھی کبھی مطالعہ قرآن میں، مطالعہ کیفیتِ ذات میں، انسان کے دل پر ایک ایسی منفعل، مضمحل، جذباتی اپچ سی اترتی ہے۔ کبھی آنکھ سے چشمہ جاری ہو جاتا ہے۔ کبھی دل اتنا گداز ہو جاتا ہے قرآن پڑھتے ہوئے حدیث پڑھتے ہوئے ذکرِ خدا یہ ذکرِ رسول ﷺ پہ کہ دل اس کیفیت میں رہنا چاہتا ہے۔ جب اس کیفیت میں رہنا چاہتا ہے، اچانک ایک دوسری کیفیت پیدا ہوتی ہے، شک کی شبہ کی اور وہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ پھر آدمی اس کی ہوس کرتا ہے۔ وہ اتنی خوبصورت ہوتی ہے۔ اتنی نازک کیفیت ہوتی ہے کہ آدمی اس پہ ہوس کرتا ہے کہ کاش مجھے پھر نصیب ہو۔ تو وہ جو لمحاتی کیفیت ہے اس کو تجلّی برقِ عارضی کہتے ہیں۔ یہ ٹرم (تجلّی برقِ عارضی) کتنی آسان ہے۔ مگر اگر آپ لفظوں پہ غور کرو کتابیں پھرولتے پھرو تو آپ کو نظر ہی نہیں آئے گی کہ یہ کون سی کیفیت ہے۔ تو Personal relationship کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص آپ کو ایک پرسنل بات کہے گا آپ یا اس پر یقین کرو گے یا اس پہ شکوک اور روایت و درایت کے اصول قائم کرو گے۔ اب خواتین وحضرات! حضورِ گرامی مرتبت ﷺ کی ایک حدیث مبارک ہے کہ شیطان میری شکل میں نہیں آ سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر میں (رسول اللہ ﷺ) آیا کسی کے خواب میں تو میں ہی ہوں گا۔ دو صورتِ حال ہیں۔ اب آپ کے پاس ایک شخص آ جاتا ہے اور بہت سارے علمائے دین ایسے ہیں جو روز آپ کو یہ خواب سنا رہے ہوتے ہیں۔ مجھے یاد ہے جب ہم سکول میں پڑھتے تھے تو ہمارے ایک استاد ہوتے تھے کہ جو ہر روز آ کے کہتے تھے کہ آج حضور ﷺ تشریف لائے تھے۔ ہمارا حال یہ تھا کہ ہماری ریڑھ کی ہڈیاں چیخ جاتی تھیں اس بوجھ سے کہ یہ کتنا نیک آدمی ہے جس پہ حضور ﷺ روز اتنا کرم فرماتے ہیں اور اس کے خوابوں میں آتے ہیں۔ پھر ایک دن وہ ایک بڑے گھناؤنے جرم میں پکڑا گیا۔ ہم اس وقت

چھوٹے تھے۔ہم سوچ رہے تھے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ایک طرف روز حضورﷺ کا خواب میں آنا اور دوسری طرف.....!یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

خواتین وحضرات!.Liar is such a big criminal جھوٹ بولنے والا اتناtechnically پرفیکٹ ہوتا ہے۔جتنا بڑا گلٹ(guilt)ہوتا ہے اتنی بڑی مدافعت built کرتا ہے۔اور وہ لوگparticularly مذہب میں جھوٹ عمومی حیثیت سے نہیں بولا جاتا۔جھوٹ بڑی اعلیٰ ڈگری پہ جا کے بولا جاتا ہے۔ بہت بڑے تقدس کے ساتھ بولا جاتا ہے۔اور اتفاق دیکھیے اس دورِ حاضر میں بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ سارے ہی جھوٹ اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام پہ بولے جاتے ہیں۔اگر ایک سیکولر جھوٹ بولے گا تو میں اسے کیا کہوں گا؟اس کی تربیت ایسی ہے۔اس کی تعلیم ایسی ہے۔اس کو تو بتایا گیا ہے۔یہ جو سیکولرازم ہے اگر اس کو میں properly define کروں تو یہ illegitimate child of religion ہے۔مذہب کا ناجائز بچہ ہے۔شروع میں تمام morality تمام اخلاق تمام اصولِ انسانیت صرف مذہب دے رہا تھا۔ جب لوگوں نے مذہب کو آؤٹ (Out) کرنا چاہا' نکالنا چاہا تو مذہب کے اچھے اصول تو اپنے نام پہ لگا لیے کہ سیکولرازم ایک virtual, workable honesty کا نام ہے۔ایک بہت بڑے سیکولر جن کا شمار سیکولرازم کے بانیوں میں ہوتا ہے' انہوں نے ستر ہزار پاؤنڈ کا غصب کیا۔انگلینڈ میں لاء چانسلر تھے۔ان سے پوچھا گیا: میاں یہ کیا؟ ایک تو تُو gospel کا specialist ہے' اناجیل کا ماہر ہے' اتنا بڑا دیندار ہے۔اس زمانے میں شمعِ مذہب تم نے جلا رکھی ہے اور دوسری طرف یہ کیا کیا تُو نے؟تو اس نے پتہ ہے کیا کہا؟ کہ "Religion is a private matter." اس دور میں یہ Law قریباً قریباً تمام ذہین انسان کنفرم کرتے ہیں کہ Why private matter? Religion is a private matter. دیکھیں ناں خدا کو ماننا یا نہ ماننا کوئی معمولی سی بات نہیں ہے۔اب اگر فرض کرو میں اپنی زندگی کے کچھ اعمال جو ہیں وہ علیحدہ کردوں اور کہوں یہ میرے ہیں اور کچھ اعمال پہ خدا کی حاکمیت تسلیم کروں تو میں نے اپنے آپ کو بھی تقسیم کرلیا' میں نے خدا کو بھی تقسیم کردیا۔کیا اللہ بندے کو یہ اجازت دیتا ہے؟ کیا اس کے کسی سانس پہ اس کی گرفت کم ہوجاتی ہے؟ کیا کہیں کہیں اللہ (نعوذ باللہ) نیم خوابی کا شکار ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے بندے پہ مکمل نگرانی نہ کرسکتا ہو'یا اس کو دیکھ نہ سکتا ہو؟ یا اس کی

کیفیاتِ ذات سے آگاہ نہ ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ میں بھی جیسے کبھی کبھی غفلت کا شکار ہوتا ہوں' کیا آپ کے امکان میں ایسی بھی کوئی دلیل ہے کہ خدا بھی کبھی کبھی neglect کا شکار ہو جاتا ہو گا؟ آپ دیکھ سکتے ہو ہمارے اس سیکولر phase میں کہ religion is a private matter کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے خدا کو ادھورا چھوڑ دیا۔ ہم نے اپنے آپ کو دو حصوں میں بانٹ لیا۔ ہم منقسم ہو گئے۔ خدائی منقسم ہو گئی۔ اور خدا بھی تقسیم ہو گیا۔

یہ بندے اور اللہ کا ایک عجیب سا تعلق ہے کہ یہ تو مانا جا سکتا ہے کہ میں اپنی ذاتی اغراض و سرکشی کی وجہ سے' مَیں اپنے تمرّد کی وجہ سے' مَیں اپنے غیر اخلاقی attitudes کی وجہ سے کبھی کبھی خدا سے گریز کرتا ہوں۔ ایسے ہی ہے جیسے کوئی بُرا آدمی بُرائی کرتے ہوئے اگر کمرے میں قرآن دیکھے تو اس کو کپڑے سے ڈھانپ دیتا ہے۔ کہ کم از کم بُرائی کے دوران میری اس پہ نظر نہ پڑے۔ یہ ایسے ہی ہوتا ہے۔ مگر اصولاً گریز ہماری عادت ہے۔ اور کسی بھی وجہ سے ہم اللہ سے گریز کر سکتے ہیں۔ انسانی مزاج متغیر اور متبدل ہے۔ یہ کنفیوشس سے لے کر آج تک کے تمام فلسفی ایک بات ضرور کہتے چلے آئے ہیں کہ انسان ایک متغیر مخلوق ہے۔ یہ تغیر اعتدال میں بھی ڈھل سکتا ہے اور کبھی کسی بڑی اعلیٰ کائناتی سوچ میں بھی ڈھل سکتا ہے۔ اس لیے خدا کے ساتھ انسانی Relation متواتر اور مسلسل ایک جیسا نہیں رہ سکتا۔ پھر وہ کیا چیز ہے جو اللہ ہم سے چاہتا ہے؟ What does He want from us? ایک بات تو یقینی ہے کہ میں نے اسے پیدا نہیں کیا۔ ایک بات اور بھی یقینی ہے کہ اس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اب یہ دو چیزیں بڑی اصولی سی ہیں۔ ایک بہت بڑا مسئلہ تخلیقِ کائنات کی انڈرسٹینڈنگ میں درپیش ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی بڑی باتیں ہیں جن کو سوچنے میں دیکھنے میں عقل عاجز آ جاتی ہے۔ بالآخر ہم اس سوچ کو محدود کر سکتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی چھوٹی سطح پر خدا کے اثبات موجود ہیں۔ اور جس کو دیکھ کر کم از کم انسان کسی نہ کسی صورت میں اس کا اقرار کر لیتا ہے۔ شاید اس بے چارگی میں کر لیتا ہو کہ جب صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور اس کے اردگرد کچھ بھی نہ ہو اور کوئی نشانِ منزل نہ ہو۔ کوئی راہ نورد اس کے قریب سے نہ گزرے تو وہ خیال کرتا ہے کہ اس تنہائی میں صرف ایک ریفرنس ہی کارآمد ہو سکتی ہے اور وہ اللہ کی طرف ہے۔ بہت سے لوگ چالیس برس تک من مانی کاروائیاں کرتے ہوئے زور آوریوں کے مظاہرے کرتے ہوئے بڑی سوچوں کے مظاہرے کرتے ہوئے دنیا میں اپنی پوری زندگی

کوشش کرتے ہیں اور Finally کسی نہ کسی اداسی کا'Nostalgia کا' غم وغصہ کا شکار ہو کر اپنے لیے کوئی نہ کوئی آسرا ڈھونڈتے ہیں۔آسرا ڈھونڈنا انسان کا کام ہے' ہرصورت۔ویسے تو اگر دوبارہ میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو quote کروں تو آپ کا کہنا یہ ہے کہ ''خدا کے ہاتھ میں ایسے ہو جا جیسے میت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے''۔صوفیاء جو ہیں وہ گپ شپ سے نہیں پہچانے جاتے۔صوفیاء اپنے ذہنی Caliber سے پہچانے جاتے ہیں۔جن لوگوں کو خدا سے تعلق ہوتا ہے وہ کچھ کچھ خدا سے مذاق اور حسنِ کلام بھی طلب کرتے ہیں۔

ابھی میں نے ڈرائینگ روم میں تین شعر لکھے ہوئے دیکھے۔ یہ بڑا delicate deference ہوتا ہے۔جہاں سے intellectualism ختم ہوتی ہے اور جہاں سے شناختِ خدا کے تحت گفتگو شروع ہوتی ہے۔یہ انداز تھوڑے تھوڑے ڈفرنٹ ہو جاتے ہیں۔ڈایوگینز (Diogenes) کے پاس جب سکندرِ اعظم آیا اور اس نے کہا: اے درویش تجھے کیا چاہیے؟ اُس نے کہا مجھے تجھ سے کچھ نہیں چاہیے۔اب تُو مجھ پہ مہربانی کرے تو اللہ کی ایک نعمت (دھوپ) جو مجھے پہنچ رہی ہے' سورج سے ذرا پرے ہٹ جا۔سردیوں کے دن تھے۔خاصی سخت سردی تھی۔یعنی اندازِ درویش جو ہے' اس کی بے نیازی بادشاہ کی طرح ہوتی ہے۔ He did not want to insult یہ بھی غلط بات ہے کہ کسی طاقت کا اور صوفیاء کا آپس میں مقابلہ ہوتا ہے۔مقابلہ ہوتا ہے وراثتِ علمیہ کا اور ایک بے باک اور بے اصول طاقت کا۔ایک شخص جاننے والا ہے اور ایک شخص کو خدا نے طاقت دی ہے' فیزیکل پاور دی ہے۔ان کا آپس میں مقابلہ زیادہ important ہے۔اس مقابلہ میں' اب فرض کرو اگر ایک علمی وراثت کا بندہ امراء اور طاقت ور لوگوں کے درودیوار چاٹنے شروع کر دے گا اور ان کے پاس روز جا کر اپنے لیے استحکام طلب کرے گا۔تو دیکھو خدا نے بڑی سخت دو باتیں کہی ہیں۔وہ علم والا جس کو خدا نے علم دیا۔جس کو خدا نے اپنی شناخت دی۔اگر وہ امراء کے دروازوں پہ جائے گا تو خدا نے فرمایا یہ اُس کتے کی طرح ہے۔یہ بلعم بن باعور کے بارے میں کہا گیا کہ یہ اُس کتے کی طرح ہے جس کی زبان کبھی سیر نہیں ہوتی۔جس کو کبھی سیری مل ہی نہیں سکتی۔جب تک یہ زبان نکالتا نہ رہے اور اندر نہ رکھے اور یہ اسی طرح ہلکان رہے گا اور اس کی کبھی بھی یہ خواہشات اور مرادیں پوری نہیں ہوں گی۔خدا نے سب سے سخت مثال دی ہے ویسے۔ Out of all the sense how much

does He hate a person. کہ جس کو اللہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اسے علم دیا وہ دنیا کی محبت کو عزیز رکھتا ہے۔ اور دوسری اس نے بات اس سے بھی سخت کی ہے' اگر چہ وہ اس مثال کی نہیں ہے۔ اس نے کہا اگر میرا کوئی پیغمبر میری شناخت کے بعد میرے اس درجہ (جو میں نے اسے عطا کیا ہے) کی توہین کرے گا اور میرے بارے میں غلط بات کرے گا تو اُس (اللہ) نے کہا یقین رکھو میں اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ یہ خدا نے پیغمبر کے بارے میں کہا۔ اور پھر جنرل عالم کے بارے میں یہ کہا۔ اس علم کی سب سے بڑی جو تخصیص ہے' جو بندے تک پہنچتی ہے۔ ایک تو اس کا general order بڑا اونچا ہو جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ عموماً خدا اور بندے کے ان تعلقات کے بارے میں سب سے بڑی غلط کتابیں چھپی ہیں۔ اگر میں مثال دوں تو آپ کو افسوس ہو گا۔ They were not mystics at all. They did not know anything about God. جن لوگوں نے وہ کتابیں لکھی ہیں۔ اور وہ انہوں نے ان کتابوں کو آرٹ اور کلچر کی زبان میں ایک صوفیانہ علم کہا جاتا ہے۔ مگر وہ صوفی ازم پہ کوئی دلیل نہیں ہیں۔ ایک عجیب وغریب سا دروازہ ہے۔ یہ بہشتی دروازہ نہیں کہ گئے اور جنت پالی۔ یہ جو صوفی ازم کا دروازہ ہے' جو اس کے باہر ہے اس کو کوئی خبر نہیں ہوتی کہ اندر کیا ہے۔ اور جو اس کے اندر ہے وہ خبر دینے باہر ہی نہیں آتا۔ یہ دو possibilities ایسی ہیں جس کی وجہ سے Sufism can not be converted into any general branch of literature. یہ ایک بدقسمتی کی بات ہے۔ اب ایک شخص ایک خوبصورت کتاب لکھتا ہے۔ خلیل جبران لکھتا ہے۔ بڑی خوبصورت تحریریں ہیں۔ میں نے اس کا ایک قول پڑھا۔ نازک سا تھا۔ مگر بڑی کیفیت بیان کر گیا۔

کہ "ہیکل کی سیڑھیوں پر ایک نوجوان خاتون دو مردوں کے بیچ میں بیٹھی تھی۔ اس کا ایک گال سرخ اور ایک زرد تھا۔"

اب آپ پہ چھوڑ دیا اس نے۔ پوری داستان کہہ دی۔ ایک طرف اس کا رقیب تھا۔ ایک طرف اس کا محبوب تھا۔ اس نے پوری داستان آپ پہ چھوڑ دی۔ اس نے explain کر دیا اس کی کیفیت کو۔ اس قسم کی خوبصورت writings جو واصف علی واصف نے بھی لکھی۔ اب اگر کوئی پوچھے گا کہ اس کا تصوف سے کیا تعلق ہے؟ ہم کہتے ہیں This is literary aesthetics یہ

ادبیاتِ عالیہ کا ایک حصہ ہے۔خوبصورت Language۔ دنیا میں جس نے سب سے زیادہ خوبصورت ادب کی بات لکھی۔ بڑا خوبصورت شاعر تھا' بڑا ہی۔ بڑی اچھی شاعری کی اس نے۔ایسی delicate شاعری کی جیسے اختر شیرانی کے شعر لوگ ایک وقت میں پڑھتے رہتے تھے۔یا ساحر لدھیانوی کے شعر پڑھتے تھے۔وہ بھی ایسی ہی شاعری کرتا تھا۔آسکر وائلڈ بڑا خوبصورت شاعر تھا۔اس کو master of aesthetics کہتے ہیں۔دو چار مصرعے اس کے مجھے کبھی کے یاد ہیں۔وہ تھے ہی اتنے خوبصورت۔

Tread lightly , she is near, Under the snow.

آہستہ چلو وہ سو رہی ہے انہی برف زاروں کے سایے میں۔

Speak gently

آہستہ بولو۔

she can hear the daisies grow.

آہستہ بولو وہ یاسمن کی کلیوں کے اُگنے کی صدا بھی سن لیتی ہے۔

خوبصورت ہے۔استعاراً خوبصورت ہے۔اندازِ بیاں خوبصورت ہے مگر وہ خود آسکر وائلڈ پتہ ہے آپ کو بدترین جرم کے الزام میں قید ہوا اور سزا پائی۔character اگر ساتھ ساتھ چلے' خیال اگر علم کے ساتھ ساتھ چلے تو اس میں ایک ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ایک خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ایک تعلق پیدا ہوتا ہے۔ایک ادب پیدا ہوتا ہے۔اعلیٰ ترین ادب تخلیق ہوتا ہے۔اس لیے بڑا اچھا مصرع لکھا منیر نیازی نے۔اگر چہ وہ خود صوفی نہیں تھا۔کہا:

اِکو کوک فرید دی سنجے کر گئی تھل

کہ جہاں آ کے بیٹھے، جہاں انہوں نے تعلیم دی، تربیت دی، اخلاق دیا، پتہ لگا کہ اس بندے کا کسی عجیب وغریب حقیقت کے ساتھ تعلق ہے۔یہ کسی alien Master کا فرستادہ ہے۔آج کل aliens پہ بے شمار فلمیں آتی ہیں۔مگر حیرانی کی بات ہے کہ aliens پہ جو فلمیں آتی ہیں' ساری خوف و وحشت کی علامت ہیں۔جو بھی alien ہے اوپر کی کوئی مخلوق' وہ زمین پر صرف قتل کرنے اور برباد کرنے اور زمین کو صحراؤں میں بدلنے کے لیے آتی ہے۔یا اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے آتی ہے۔وہ ہم لوگوں کو شفا دینے نہیں آتی۔خوبصورتی دینے نہیں آتی۔ہم aliens کے

تصور سے بھی ڈرتے ہیں۔

خواتین وحضرات! انسان کو کیا مسئلہ پڑا ہوا ہے۔ وہ کیوں خدا سے گریزاں ہے۔ ایک وجہ ہے صرف۔ انسان کسی قیمت پہ بھی نہیں چاہتا کہ میں created ہوں۔ میری ذات میرا تکبر میری علمیت میری شخصیت میرا ظاہر میرا باطن اس چیز سے گریز کرتا ہے کہ میں کسی کا پیدا شدہ ہوں۔ آپ نے دیکھا سائنس کیا کرتی ہے؟ یہ تکبر سب سے زیادہ سائنس میں ہوتا ہے کہ اس وسیع ترین اور بسیط ترین کائنات میں زمین کا پیدا ہو جانا اتفاقاً ہے۔ سائنس یہ کبھی نہیں کہے گی کہ by design تخلیق ہوئے ہیں۔ کبھی سائنسدان نہیں کہے گا۔ وہ کہے گا کہ ایک اتفاق ہوا اور زمین، یہ لائف بیلٹ create ہوگئی۔ زندگی تخلیق کرنے کے قابل ایک جگہ بن گئی۔ وہ کبھی نہیں کہے گا کہ کسی نے سورج کو ایک مخصوص مقام پر سجایا ہے تاکہ زندگی جل نہ جائے۔ دُور جا کر زندگی فریز نہ ہو جائے۔ یہ ایک طریقہ ہے انسان کے سوچنے کا۔ بھئی کیوں نہیں ایک آپشن رکھ لیتا وہ کہ بھئی ایسا بائی چانس نہیں ہوا۔ ہم صرف ان کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک آپشن کھولو۔ میں نے امریکہ میں ایک Professor of relativity سے کہا کہ دیکھو تم لوگ ایک سنگل یونیورس کے قائل ہو۔ یہ 97ء کی بات ہے۔ میں نے کہا میرا ربِ کریم یہ کہتا ہے، میرا آقا یہ کہتا ہے کہ I have created seven earths and seven skies like this.

"اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" {سورة طلاق: 12} تمام زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے۔ جانو، جاننے کی کوشش کرو کہ میں کتنی بڑی قدرت والا ہوں۔ ان ساتوں زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے۔ ساتوں زمینوں میں انسان بستے ہیں اور ان کا خدا ان کے سر پہ موجود ہے۔ ایک خدا: "لَوْ كَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" {انبیاء:22} اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔ دو خدا ہوتے تو انسان روز پارٹی بدلتے۔ سیاست میں نہیں دیکھا ہم نے۔ مگر اتفاقاً دوپر اس قسم کی کوئی dichotomy موجود نہیں۔ ایک Singularity of God جو ہے، اس میں کسی قسم کی خطرے کی بات نظر نہیں آتی۔ وہ جب encyclopedia of religion لکھ رہے تھے تو سارے religion کے لُوپ ہول (loopholes) بتا رہے تھے۔ تمام مذاہب کی چھوٹی

چھوٹی خامیاں بتائی جارہی تھیں۔ پھراس نے ایک جملہ لکھا۔ اسلام کے بارے میں لکھا۔ اوراس جملے میں اُس نے لکھا There is such a geometrical precision about the oneness of God in Islam that no mythology is possible. بڑا خوبصورت جملہ ہے کہ اسلام میں خدا کے ایک ہونے پر اتنا سائنٹفک اور geometrical precision موجود ہے' اتنی سختی ہے کہ پورے اسلام میں کبھی Mythology آہی نہیں سکتی۔ کوئی دیوی دیوتا آہی نہیں سکتے۔

اگر آپ کو یاد ہے رسول اکرم ﷺ کی دعا تھی اور آپ نے حجۃ الوداع والے دن فرمایا کہ آج شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے۔ اب دیوتا نہیں آئیں گے۔ اب مسلمان کسی بت کو نہیں پوجیں گے۔ ویسے پچھلے میں دیکھ رہا تھا' آغاز ہو چلا تھا۔ ہندوؤں میں جو ہوتے ہیں کڑے شڑے پہننے والے ٹی وی پر دیکھ رہا تھا۔ ویسے ہی مسلمانوں نے بھی اللہ کے لاکٹ نکالنے شروع کر دیے تھے۔ ایک کلچرل ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ہم کوئی نہ کوئی ایسی نقالی اختیار کر لیتے ہیں کہ انہوں نے اگر درگا کا، کالی کا اور سرسوتی کا لکشمی کا لاکٹ بنایا ہوا ہے تو مسلمان اتنا چالاک ہے' بیچنے کے لیے اس نے بھی اللہ کا لاکٹ بنالیا ہے۔ It's very easy to sell God and Prophet (pbuh) also آج کے زمانے میں مذہب کا عالم یہ ہے کہ آپ عقیدتِ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کو بھی بیچ رہے ہیں۔ آپ کا حال یہ ہوگیا ہے کہ آپ اس عالی قدر شخصیت کو اس عالم پناہ تعقل (کو بھی بیچ رہے ہیں)۔ میں کہتا ہوں کہ عقل ان سے ہمیں ملی ہے، شعور ملا ہے، حفاظت ملی ہے، خیراتِ محبت ملی ہے، سلوک ملا ہے۔

مگر ہمارا یہ حال ہے، ہم ایسے شکر گزار مسلمان ہیں کہ سب سے زیادہ اس دورِ حاضر میں اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی ذاتی اغراض کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ یہ کوئی کہنے کی بات ہے جو ایک بہت بڑی جماعت کے سربراہ سے میں نے خود سنی۔ یہ کوئی کہنے کی بات ہے کہ سورج اس لیے زمین کے گرد چکر لگاتا ہے کہ اس زمین پہ روضہ رسول ﷺ ہے۔ یہ کہنے کی بات ہے۔ کتنی اچھی لگے گی بعض لوگوں کو۔ اُن پڑھ عقیدتوں کو یہ بات کتنی اچھی لگے گی۔ مگر جب کوئی پوچھے گا کیا واقعی یہ سچ ہے کہ سورج زمین کے گرد چکر لگاتا ہے؟ پھر آپ کیا کرو گے؟ جب آپ کو شہادتیں ملیں گی کہ ایسا نہیں ہے۔ یہ ان مولوی صاحب کے دماغ کی پیداوار ہو سکتی ہے' ایسا fact نہیں

ہے۔ پھر ان سے پوچھو جب حضور ﷺ نہیں پیدا ہوئے تھے تب سورج کیوں چکر لگا رہا تھا' اگر یہ سچ ہی ہے تو۔ یہ اس قسم کی باتیں ہیں جو عقیدتِ رسول ﷺ کی وجہ سے لوگ کرتے ہیں۔ اور بغیر جانے بوجھے کہ علم کیا کہتا ہے اور خدا نے انسان کو بہت علم بخش رکھا ہے۔ مگر اس علم کی حیثیت کیا ہے؟ میں کیا دعویٰ شناختِ پروردگار کروں؟ میرا علم کیا ہے؟ میری اپنی حیثیت کیا ہے؟ کیا میں اس مثال کو بھول جاؤں جو میرے رسول ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے کہ اگر سارے سمندروں کا پانی جمع ہو جائے اور تم اس میں انگلی لگاؤ۔ تو جتنا پانی تمہاری انگلی میں لگے' خدا کے مقابلے میں اتنا تمہارا علم بھی نہیں ہے۔ کیا میں اس فرق کو بھول جاؤں۔ اس تفاوت کو بھول جاؤں۔ یہ بَیْنَ الْاَرْض و السَّمَاوَات بھول جاؤں۔ یہ جو کچھ بندے ہوتے ہیں' بہت تھوڑے بندے علم کے طالب ہوتے ہیں۔ کیا دعا ہے اللہ کے رسول ﷺ کی جو ہر اس بندے کی ہوتی ہے جو علم چاہ رہا ہوتا ہے۔ ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی صَبُورًا وَاجْعَلْنِی شَکُورًا وَ اجْعَلْنِی فِی عَیْنِی صغیرًا و فی اَعْیُنِ النَّاسِ کبیرًا ۔'' اے اللہ مجھے صبر عطا فرما۔ مجھے اپنی شناخت دے۔ شکر کیا ہے؟ تسلیمِ خدا کے بغیر شکر کوئی شے نہیں ہے۔ شکر اللہ کو تسلیم کرنے کا نام ہے۔ مجھے میری نگاہ میں چھوٹا کر دے۔ دعا مانگی جا رہی ہے۔ آپ کا رسول ﷺ مانگ رہا ہے۔ مجھے میری نگاہ میں چھوٹا کر دے اور مجھے خلق کی نگاہ میں بڑا کر دے۔ جب تک آپ اپنی نگاہ میں چھوٹے نہیں ہوں گے آپ کو علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو اگر کسی صوفی کا اصل کام بنتا ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہ میں خود کو چھوٹا سمجھے۔

خواتین و حضرات! یہ جو میں نے آپ سے کہا کہ خدا اور بندے کا پہلا relationship وہ غور و فکر سے پیدا ہوتا ہے۔ سوچنے اور علم سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر ایک اصول! اصول سارے قرآن حکیم میں درج ہیں۔ کوئی ایسا بندہ نہیں ہے جو تھوڑا سا غور و فکر کر کے اپنے اور اللہ کے تعلقات کو مضبوط تر نہ کر سکے۔ پہلی بات: اس نے بار بار تلقین کی ہے کہ وہ شخص جو سوچنا نہیں چاہتا۔ وہ شخص جو علم حاصل کرنا نہیں چاہتا وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسری بات جو اس نے کی وہ بڑی واضح ہے: "وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى" {النازعات: 40} جس نے میرے خلاف کھڑا ہونے سے گریز کیا' اس نے اپنے نفس اور ہوا کی مخالفت کی۔ تیسری بات: کہ اگر تم عقل والے ہو اور میری عقل کے مطابق چلنا چاہتے ہو تو یہ سن لو: "وَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّواْ شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ

لَكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ"{البقر:216} جس چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اس میں خیر ہوتی ہے۔ جس چیز سے تم محبت رکھتے ہو اس میں شر ہوتا ہے۔ خواتین و حضرات ایہ rule اس نے اس لیے دیے۔ یہ لازم نہیں کہ چند ایک exceptional cases میں خدا اس سے بہت different cases بھی پیدا کر سکتا ہے۔ یہ اس لیے کہا کہ rule یہ ہے کہ جب تم چیزیں اپنی محبت کے مطابق تلاش کرو گے تو میں نہیں ملوں گا۔ تمہیں rightness نہیں ملے گی: "لَـن تَـنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" {آل عمران:92} کہ تم اس وقت تک برات نہیں پا سکتے جب تک تم ان چیزوں سے گریز نہ کرو جن سے تمہیں محبت ہے۔ یعنی اگر آپ غور کریں تو خدا کی محبت جو ہے یہ تمام محبتوں کا سر قلم کر دیتی ہے۔ تمام محبتوں کو ان کے چھوٹے پیٹرن پہ لے جاتی ہے۔

اسی طرح آپ کی عقل کو وہ تمام حدود جو آپ پار کر چکے ہو' آپ ایجوکیشن حاصل کر چکے ہو' آپ intellectual ہو چکے ہو' مگر جب خدا کی محبت آئے گی تو یہ تمام تعلیمی مدارس کم ہو جائیں گے۔ اور آپ کو ایک بڑے تفکر اور بڑی فکر اور بڑے غور سے آگے جانے کے لیے اپنے رستے متوازن کرنے پڑیں گے۔ Now we are looking for guides آپ ان لوگوں کو ڈھونڈتے ہو کہ ان لوگوں کے کیا طریقے تھے' جو اس منزلِ عقل سے آگے گئے' long before۔ میں صرف آپ کو ایک جملے میں دو چار چیزیں بتا دوں۔ کہ تمام تصوف outgrowth of mind کا نام ہے۔ It's outgrowth. آوٹ گروتھ کیا ہے؟ کہ میں ایک درجۂ علم سے دوسرے درجۂ علم میں ترقی کرتا ہوں تو مجھے اپنا پچھلے حالات اگر ٹائم حائل نہ ہو تو احمقانہ نظر آئیں گے۔ میں اپنے بچپن کو آج دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ہنسنے کے قابل ہے۔ وہ اقدامات جو میں بچپن میں کر بیٹھا ہوں مجھے زیادہ اچھے نہیں لگ رہے ہوتے۔ میں ان میں سے چند شرارتوں کو چن لیتا ہوں۔ اور میں کہتا ہوں کہ ہم اس وقت ایسے نادان تھے۔ جب میں جوانی میں آتا ہوں اور اپنے بہت سارے واقعات یاد کرتا ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ وہ کسی عقلی سٹینڈرڈ پہ پورے نہیں اتر رہے ہوتے۔ بلکہ میں یہ یاد کرتا ہوں کہ ان شوخیوں میں یا ان واقعات میں چند ایک ایسے واقعات موجود تھے جو ہمارے pleasure اور انڈرسٹینڈنگ کا باعث بنے تھے۔ مگر اس سے آگے بڑھتے ہوئے ترقی کے تمام چھوٹے چھوٹے مدارج حل کرتے ہوئے جب میں اعلیٰ

ترین عقلی سند کو پا جاتا ہوں‘ میں پی ایچ ڈی کر جاتا ہوں‘ میں اعلیٰ ترین آفیشل مناصب پا جاتا ہوں تو پھر میں کہتا ہوں: Now there is nobody like me اگر میں اس جملے تک رک گیا کہ There is nobody like me تو میں وہاں فوت ہو جاتا ہوں۔ میں زندہ رہتا ہوں عقلی مدارج کے بڑھنے کے ساتھ۔ میں صرف خدا کے ساتھ زندہ رہتا ہوں۔ ہر چیز ختم ہو جاتی ہے۔ ہر چیز کی limitations ہیں۔ دنیاوی عقل کی حدود ہیں۔ اس کی انفارمیشن کی حدود ہیں۔ اس کے تعلق کی حدود ہیں۔ یہ ساری ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر کیا انسان تعلیم کے حصول کی خواہش چھوڑ دیتا ہے؟ کیا پھر میں learn کرنا سیکھنا جاننا بند کر دیتا ہوں؟ صرف اس کے بعد وہ لوگ زندہ رہتے ہیں جو خدا سے علم کی توقع رکھتے ہیں۔ صرف آپ کی ترقی‘ آپ کا ذہن اس وقت تک درجہ بدرجہ ترقی پذیر رہتا ہے جب علم کی مرکزیت اللہ کے پاس ہے اور آپ اسے خدا کے پاس سے تلاش کر رہے ہو۔ یہی لوگ صوفی کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ دانشور ہیں۔ جو رفتہ رفتہ اپنی جذباتی تحصیلوں سے ہٹ کر خواہشاتی تحصیل سے ہٹ کر بالآخر خدا کو حاضر و ناظر مانتے ہوئے ”عالم الغیب والشھادۃ“ مانتے ہوئے بالآخر اس سے یہ آرزو رکھتے ہیں کہ اللہ ہمیں مزید انفارمیشن‘ مزید علم‘ مزید اخلاص کے ساتھ عطا کرے۔

خواتین و حضرات! اللہ کے علوم میں اور دوسرے علوم میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ اللہ کے علوم پر کچھ حد بندیاں لگی ہوئی ہیں۔ بندہ اگر ان کو سیکھنے کا خواہشمند ہوگا تو اس کی کچھ حد بندیوں کا خیال رکھے گا۔ آپ نے ایم بی اے کرنا ہو‘ آپ نے ایف۔ ایس سی کرنا ہو‘ آپ کو کسی اخلاقی پابندی کی ضرورت نہیں۔ جو مرضی کرتے پھرو۔ چوریاں کرو۔ ڈاکے مارو۔ آپ قانون کی حد میں نہیں آؤ گے۔ آپ ہمیشہ ڈگری کے اہل ہی سمجھے جاؤ گے۔ There is no moral binding on the achievement of a physical worldly degree on you. ایک فرق بہت بڑا آپ کو بتا رہا ہوں کہ تحصیلِ علم میں دنیا کے لیے کوئی ایسی پابندی نہیں ہے کہ ایک illicit relation پہ آپ کو ایم بی اے کی ڈگری ایشو نہ ہو۔ یا کسی حماقت ٹریفک کے لاء توڑنے کی وجہ سے آپ کی گریجوایشن کوئی کینسل نہیں کرتا۔ مگر خدا کے رستے میں یہ ٹیسٹ equal level پہ emotional سطح پہ بھی ہوتا ہے‘ اخلاقی سطح پہ بھی ہوتا ہے۔ کسی جرم کی آشنائی (ڈس کوالیفائی کر دیتی ہے)۔ جب تک صفائے قلب سے نہیں سوچو گے‘ جب تک

اپنے inferiorities or complexes سے نہیں گزرو گے' آپ خدا کی شناخت تک نہیں پہنچ سکتے۔یہ فرق ہے۔ ایک خدا کا بندہ cheat نہیں ہو سکتا۔ایک خدا کا بندہ dishonest نہیں ہو سکتا۔ایک خدا کا بندہ کسی بھی حد تک گناہ کر سکتا ہے مگر اس میں immoral persistent نہیں ہو سکتی ۔یہ ایک المیہ ہے۔اگر سید ہجویرؒ فرماتے ہیں اور سید ہجویرؒ تصوف کے بہت بڑے اساتذہ میں سے ہیں۔کہ خدا کے بندے سے گناہ تو ہو سکتا ہے مگر وہ اس پہ persist نہیں کر سکتا۔وہ اس کو قاعدہ اور قانون نہیں بنا سکتا۔اس کو جانا پڑے گا توبہ میں۔اس کو جانا پڑے گا rehabilitation of faith میں۔اس کو رکاوٹ ہو گی۔وہ رکا رہے گا جب تک وہ اس منزل سے اپنے دل کو صاف کر کے نہیں نکلتا۔اس کو اگلی منزلِ فکر نصیب نہیں ہو گی۔پھر اس نے کہا: ''اَلصَّفَاءُ صِفَتُ الْاَحْبَاب'' صفائے قلب' جس کی وجہ سے صوفی ازم' صوفی ازم کہلاتا ہے۔کہ اللہ کے دوستوں کی صفت ہے۔''الصفاء'': صفائے قلب ان کی صفت ہے۔''الصفاء صفت الاحباب و هُمْ شُمُوس' بِالْاَسْحَاب'' یہ وہ آسمان ہے' یہ وہ سورج ہے' یہ وہ دل ہیں آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے جن پہ کبھی شکوک کے بادلوں کے سائے نہیں پڑتے۔یہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں۔اب آتا ہے personal relationship' خدا ان سے کیا تعلق رکھتا ہے؟ عادتِ شریفہ کے مطابق اس نے درجے اس جگہ سے شروع کر دیے جہاں سے ابتداء ہوتی ہے۔ہم لوگ ہمیشہ بڑے لیول سے دیکھتے ہیں۔میں اتنا ہوس کار بن جاتا ہوں کہ جب میں خدا کو چلتا ہوں تو میں سوچتا ہوں کہ جنید بغدادیؒ بنے بغیر نہیں واپس آؤں گا۔میں کہتا ہوں مجھے خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ ہونا چاہیے۔مجھے عبدالقادر جیلانیؒ ہونا چاہیے۔

ہو جاؤ! You are free to do so. مگر ان درجاتِ علمیہ سے وہ جماعتیں تو پڑھنی پڑیں گی جو شیخ عبدالقادرؒ نے پڑھی ہیں۔وہ جماعتیں تو پڑھنی پڑیں گی جو ابوالحسن شاذلیؒ نے پڑھی ہیں۔شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کہتے ہیں چھوٹی سی بات ہے کہ بہت سارے امراء عباسیہ محلہ کرخ میں غلاظت کے ڈھیر میں بچے کھچے پکوان پھینک جاتے تھے..... آج کل امریکہ میں یہ ہوتا ہے۔لوگ جو بھوکے پھرتے ہیں۔وہ جا کے ان باسکٹس کو ڈھونڈتے ہیں جہاں بڑے بڑے ٹکڑے ڈال کے روٹیاں ڈال کے چلے جاتے ہیں اور بہت ساری چیزیں ان باسکٹس میں ڈال کے چلے جاتے ہیں۔پہلے مسلمان ایسے تھے' دنیا بھر میں سب سے رئیس وامیر۔تو کرخ کے

محلے میں چیزوں کا ڈھیر لگا ہوتا تھا۔ فرمایا: ''میں تین دن سے بھوکا تھا۔ محلّہ کرخ سے گزرا۔ میں نے چاہا کہ کوئی گری پڑی چیز اٹھا کے کھاؤں تا کہ کچھ آسرا ہو جائے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا اسّی لوگ پہلے سے ہی وہاں میری طرح کچھ نہ کچھ کھانے کی تلاش میں تھے۔'' یہاں تک تو ہم اور وہ برابر کے ہیں مگر اگلی بات انہوں نے بڑی عجیب کی۔ کہا کہ: ''عبدالقادرؒ اگر تُو ان میں شامل ہو جائے گا تو ہو سکتا ہے ان میں ایک بندہ جو ہے اس کو کچھ نہ ملے۔ تو میری مردانگی نے قبول نہیں کیا کہ میں ان کی تعداد میں اضافہ کر دوں۔ میں وہاں سے پلٹ آیا۔''

عبدالقادر جیلانیؒ کے علم تک پہنچنے کے لیے ہمیں اس مثال کو سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ وہ مروّت میں مرد ہے۔ اس نے سمجھا کہ اسّی بندے تو پہلے ہی خوراک ڈھونڈ رہے ہیں۔ اگر میں بھی ان میں شامل ہو گیا تو ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی بندہ میری وجہ سے محروم ہو جائے۔ وہ وہاں سے پلٹ آئے۔ یہ **''بھجۃُ العارفین''** میں ہیں' جو باتیں میں نے بتائیں۔ ان کی یہ واحد ہسٹری آف لائف ہے۔ اس میں سے لے رہا ہوں۔ اسی طرح روز روز بھوکے رہنا ان کا ایک شغل بن گیا تھا۔ کہتے ہیں ''میں مسجد میں گیا بہت بھوکا تھا اور دیکھا وہاں ایک شخص کھا رہا ہے کچھ۔'' اب دیکھو آپ تو عجیب و غریب سمجھتے ہو ناں مگر وہ تو بڑے نیچرل تھے' ہماری طرح اور آپ کی طرح۔ ''کہ جب وہ کچھ کھا رہا تھا تو میرا منہ خود بخود چل رہا تھا۔ میں اتنا بھوکا تھا۔'' یہ اس وقت ہوتا ہے جب drowsy ہو جائے بندہ بھوک میں۔ کہ کھا وہ رہا تھا مگر منہ میرا چل رہا تھا ساتھ ساتھ' کہ جیسے میں بھی کھا رہا ہوں۔ میں اتنا بھوکا تھا۔ I was total lost in hunger تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ یہ مجھے کہے کہ یار تُو بھی شریک ہو جا کھانے میں۔ کہتے ہیں کوئی دو چار منٹ گزرے ہوں گے تو اس نے کہا اے بھائی آپ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جا۔ اب وہ desire کر رہے تھے' خواہش کر رہے تھے۔ مگر جب اس نے کہا کہ اے بھائی کھانے میں شامل ہو جا تو کہتے ہیں اچانک میرے اندر سے خطرے کا احساس ابھرا کہ یہ تو میری خواہشِ نفس پوری ہو گئی۔ تو میں نے کہا نہیں بھائی میں نہیں کھاؤں گا۔ اللہ کا شکر ہے' تُو کھا۔ کہتے ہیں جب میں نے اسے کہہ دیا کہ میں نہیں کھاؤں گا۔ اب مجھے اپنے اوپر افسوس اور ندامت ہونی شروع ہو گئی۔ او ہو موقع ہی نکل گیا۔ ایک چانس تھا تھوڑا سا پیٹ بھرنے کا' یہ میں نے کیا کیا؟ تو میں نے اپنے آپ کو کوسنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا چلو ٹھیک ہے' اللہ کی مرضی ہے۔ تھوڑی دیر کے

بعد اس شخص نے پھر کہا بھائی کھانا بڑا ہے کچھ کھالو آ کے میرے ساتھ۔ میں نے کہا یہ تو میری پھر مراد پوری ہوگئی۔ میں نے کہا ابھی بھی چانس نہیں' یہ غلط ہے۔ ہاں اللہ میاں وعدہ کرتا ہوں کہ تیسری دفعہ اس نے کہا تو مان لوں گا۔ میں نے کہا نہیں بھائی مجھے نہیں کھانا۔ وہ کھاتا رہا مگر وہ کتنا کھا سکتا تھا۔ اس نے کہا: بھائی سنو! میرے پاس کھانا بہت ہے' اگر تم شریکِ حال ہو جاؤ تو مجھے خوشی ہوگی۔ کہتے ہیں پھر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ میں نے سوچا کہ تیسری مرتبہ جو desire دل میں پیدا ہو' وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر آپ مغالطوں سے بچنا چاہو اور اگر آپ کسی مال پہ نظر رکھنا چاہو' اگر دو مرتبہ گریز کرو تو نفس کا اشکال ختم ہو جائے گا۔ تیسری مرتبہ اگر کھاؤ تو عینِ حق ہے۔ اب سنو آگے کیا ہوا' کہتے ہیں جب میں کھانا شروع ہو گیا تو اس نے کہا بھائی تو جیلان کے کسی عبدالقادرؒ کو جانتا ہے؟ تو میں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ ایسی کیا بات ہے؟ اس نے کہا بھائی سنو! میں جیلان کا ہوں۔ میں جب چل رہا تھا تو اس کی ماں نے مجھے سونے کا ایک ٹکڑا دیا تھا کہ میرے بیٹے کو ڈھونڈنا اگر بغداد میں مل جائے تو اس کی امانت اسے دے دینا۔ کہتا ہے سنو! یہاں آ کے میرے پیسے ہی ختم ہو گئے۔ وہ سونے کا ٹکڑا تڑوانا پڑا ہے' اور میں اس کا کھانا کھا رہا ہوں۔ شیخ کہتے ہیں کہ میں سجدۂ شکر بجا لایا کہ آخر ہوس میں بھی جس چیز تک میری نگاہ پہنچی' میرا اپنا ہی مال تھا۔ پھر کہا کہ میں نے اسے کہا جا تو باقی سونے کا ٹکڑا پاس ہی رکھ۔ میرے اللہ نے مجھ پہ بڑی مہربانی کی اور بڑا فضل کیا مجھ پہ۔

خواتین و حضرات! شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بڑے مزیدار بندے ہیں۔ بلکہ جب امام ابن تیمیہؒ نے کتاب لکھی تو ان کے بارے میں ایک بڑا مزیدار جملہ لکھ[illegible] تیمیہؒ بڑے سخت مخالف تھے' پیروں فقیروں کے۔ جدھر بھی کوئی پیر اصلی نقلی ملا' اس کو انہوں نے قتل ہی کروا دیا۔ ایک دفعہ ایک گروہ آ گیا جو آگ پہ چلتا تھا۔ آپ کی مہارت کے لیے بتا دوں۔ آج کل ٹی وی پہ بھی اسی نوعیت کی شعبدہ بازی چلتی ہے۔ آگ پہ چلنے والا گروہ آ گیا اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم خدا کے بڑے قریب ہیں' ہم مسٹک ہیں' ہم صوفی لوگ ہیں' یہ ہیں وہ ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے بڑا سوچ کے کہا اچھا ٹھیک ہے آپ آگ پہ چل کے دکھاؤ۔ اور پھر کہا آگ پہ چلنے سے پہلے سر کے سے ان کا بدن دھو دو۔ جب یہ سنا انہوں نے تو کہا نہیں' یہ نہیں ہوگا۔ امام ابن تیمیہؒ نے کہا سچ بولو۔ تو انہوں نے بتایا ہم فراڈ لوگ ہیں۔ ہمیں ایک طریقہ آتا ہے آگ پہ چلنے کا ننگے پیر' وہ کام

کرتے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے ان کا صفایا کروا دیا۔ کسی نے ابنِ تیمیہؒ سے پوچھا آپ کو کیسے پتہ لگا کہ آگ سے بچنے کے لیے پیروں پہ جو عرق ملا ہوتا ہے یا مینڈک کی چربی ملی ہوتی ہے' وہ سر کے سے دور ہو جاتی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے جواب دیا مجھے کچھ پتہ نہیں تھا۔ میں نے سوچا چلو ٹیسٹ کرلو۔ پتہ ان کو بھی نہیں تھا۔ وہ گھبرا گئے۔ اور وہ اعتراف کر گئے۔ اس لیے میں نے ان کا جھوٹ discover کرلیا۔ ان کا فراڈ سارا ڈسکور کرلیا۔ اب مزے کی بات یہ ہے' میں ٹی وی دیکھ رہا تھا لوگوں کو اس جھوٹ پر ٹی وی پہ Convince کیا جا رہا تھا' آگ پہ چلنے کا (جھوٹ)۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس قسم کے بندے تھے۔ خدا سے ان کی محبت اور اُنس کا یہ عالم تھا۔ یہ سچ ہے کہ ایسے بندوں کو پھر خدا کیسے نوازتا ہے' یہ بھی شاید آپ کو واضح ہی ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں جامعۂ دمشق کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا..... میں یہ بتا رہا ہوں کہ انسان کس درجۂ علم تک پہنچتا ہے' اور پھر بندہ اور خدا کا کیا relationship ہوتا ہے۔ کہتے ہیں میں جامعۂ دمشق کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا اور میں قرآن کو رات کی تلاوت میں ختم کرتا تھا' نوافل میں۔ تو مجھے میرے self نے کہا! اے عبدالقادرؒ ایک دن آرام کرلے گا تو کیا ہوگا؟ کوئی مصیبت ہے' آخر تم پچھلے کتنے سالوں سے یہ کام کر رہے ہو' اگر ایک دن آرام کرلو گے تو کیا آفت آ جائے گی؟ کہنے لگے مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے کہا اے نفسِ خراب کار آج تو نے مجھے دعوت دی ہے گریزِ یادِ پروردگار کی' تو میں آج اسی سیڑھی پہ قرآن ختم کروں گا۔ جس پہ تُو نے مجھے بہکایا ہے۔ اور آپ نے اس رات اسی سیڑھی پہ قرآن ختم کیا۔ شیخ کا درجۂ عقل کیا تھا؟ یا کس درجۂ علم سے وہ واقف تھے کہ مسجدِ دمشق میں بیٹھے بیٹھے اوپر سے سانپ گرا۔ سانپ گرا تو مسجد والے اُٹھ کے بھاگ گئے۔ نیچرل ہے۔ reflex action ہوا۔ سارے نمازی اللہ بھول گئے اور بھاگ گئے۔ وہ سانپ گر کے ان کی گردن تک آیا۔ بہت بڑا سانپ تھا' گزرتا ہوا نیچے آ گیا۔ جب نیچے گزر گیا' شیخ اسی طرح بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسی دروازے کے پیچھے سے جدھر سانپ گیا تھا' آواز آئی اے عبدالقادر میں جن تھا۔ اور میں جن ہوں۔ اور میں نے اس مقامِ تمکنت پہ بڑے بڑے صوفیاء کو آزمایا ہے' جس پہ تُو بیٹھا ہوا ہے۔ بڑے ہی لوگوں کے میں نے بظاہر اضطراب نہیں دیکھا۔ مگر تیرے سوا کوئی ایسا بندہ نہیں دیکھا جس کے باطن میں کوئی اضطراب کی لہر نہیں اُٹھی۔ تو شیخ نے پتہ ہے کیا کہا؟ شیخ کے جواب سے پتہ لگتا ہے وہ کس علمی فضیلت پہ تھے۔ انہوں نے کہا: اے بدبخت

قضاوقدر کے ہاتھ میں تُو کیڑا ہی تو تھا' تجھ سے میں نے کیا ڈرنا تھا۔

خواتین و حضرات! بظاہر لگتا یہ ہے کہ انہوں نے کوئی محنت کی ہو گی۔ محنت نہیں کی' انہوں نے سوچا تھا۔ سوچنے پہ' ان عقول کی یہ محنت تھی کہ وہ اتنا غور و فکر کرتے تھے' اسبابِ حیات پہ اتنا غور و فکر کرتے تھے' اپنے پروردگار کی تعلیمات پہ اتنا غور و فکر کرتے تھے۔ مجھے سیدنا خالد ابن ولیدؓ کی بات یاد آتی ہے۔ کیسے خدا کے بندے تھے۔ بندوں کی طرف سے شناختِ خداوند کی مثالیں ملتی ہیں۔ یہ ہمیں اللہ تو نہیں بتا رہا' ہمیں بندوں کی طرف سے ان کی اپروچ پتہ لگتی ہے۔ کہ جب وہ حیرہ کے محاصرے میں داخل ہوئے۔ ایک لشکر بغیر کوشش کے داخل ہو گیا اور ایک نے صلح اور امان دے دی۔ تو پادری باہر نکل کے آیا اور کہا اے ابن ولیدؓ اے سیف اللہ اگر آج تم ہمیں صلح نہ دیتے تو میرے قلعے میں عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔ اور میں قسم کھا کے آیا تھا' پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ زہرِ ہلاہل کی پڑیا نکالی اور کہا میں قسم کھا کے آیا تھا کہ اگر خالدؓ نے مجھ سے صلح نہ کی تو ناکام جانے کی بجائے اس کے سامنے زہر کھا کے مر جاؤں گا۔ صلح ہو چکی تو خالدؓ نے پڑیا ہاتھ میں لی۔ اس نے کہا تُو سمجھتا ہے یہ زہر انسان کو زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور ساری پڑیا کھا گئے۔ یہ historical incident ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کے وہ پڑیا ساری کی ساری کھا گئے۔ حضرت خالدؓ کی بستر پہ جب موت ہوئی تو کہا جاتا ہے اللہ کے حکم سے اُس زہر نے اس وقت کارکردگی نہیں دکھائی تھی مگر ان کی موت کے وقت وہ زہر پُر اثر ہوا اور خاصی تکلیف سے وہ شہید ہوئے۔ خدا کے بندوں کی میں آپ کو مختصراً ایک بات بتا دوں کہ اللہ اور بندے کے توسط سے ایک چیز...... ! ایک چھوٹے سے جملے میں ایک بہت بڑے صوفی نے ایک بات کہی۔ میں نے آج تک کبھی تصوف کی اتنی مکمل تعریف دیکھی نہیں۔ اس نے کہا: ''التصوف حُرّیت۔'' تصوف آزادی کا نام ہے۔ اس تمام بوجھ سے، اس تمام خیال سے، اس تمام عزتِ نفس سے، ان تمام انکسارات سے، ان تمام inferiority complexes سے، تمام superiority complexes سے نجات کا نام خدا کا تعلق ہے' تصوف ہے۔ بندوں کی محبت آپ میں ہوتی ہے۔ اب خدا کیا کہتا ہے؟ خدا کہتا ہے lowest rank کسی کے لیے بھی رکھ دیا' کسی کے لیے بھی خدا نے آغاز رکھ دیا: "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ" {البقرۃ:152} ایک بات تو کنفرم ہو گئی۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

خواتین و حضرات! ہماری زندگی کا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ آپ کو پتہ ہے عہدِ رسالت میں اتنے بڑے مقتدر اصحابؓ گزرے، کسی کی کرامات آپ کو اتنی نظر نہیں آئیں، جتنی ان پیروں فقیروں کی گلی کوچوں میں ہوتی ہیں۔ سمٹے ہوئے لوگ تھے۔ کرامات کوئی شو (Show) تو نہیں ہوتا۔ کوئی مظاہرہ تو نہیں ہے کہ انہوں نے ضرور ایک مجلس بٹھا کے کوئی شو لگانا ہوتا ہے۔ وہ ہر آدمی صاحبِ کرامت تھا۔ حضورﷺ کے زمانے میں ہر صحابی صاحبِ کرامت تھا۔ ہر صحابی خدا کا ایسا بندہ تھا کہ تصرف فی الکائنات، تصرف فی الجسم، تصرف فی الوجود کا مالک تھا۔ مگر ان کا پتہ ہی نہیں لگتا تھا۔ ظاہر ہے کہ آفتابِ عالم تابﷺ کا طلوع تھا۔ رسالت مآبﷺ خود زندہ تھے۔ یہ چراغ، کہاں روشنی نظر آتی تھی ان چراغوں کی۔ مگر اگر آپ دیکھو حضرت علاء الحضرمیؓ جھیل کے کنارے پہنچے۔ سامنے اکیدر بن ناظم نیل گائیوں کا شکار کر رہا تھا۔ جھیل بہت بڑی اور وسیع تھی۔ جب اس نے مسلمانوں کو دیکھا تو ہنسا، اور اس نے دعوت دی، آ بھی جاؤ۔ اس کو پتہ تھا کہ Nobody can cross this اتنی بڑی جھیل ہے، یہ لشکر تو بڑی دور کی بات ہے، بغیر کسی موزوں رستے کے کیسے کوئی کراس کرے گا۔ اب حضرت علاءؓ کو غصہ آنا شروع ہوا اور اس قہر میں انہوں نے چار لفظ پڑھے، جو آج بھی حزب البحر کی بنیاد ہیں۔ جو وظیفہ ہے حزب البحر کا، لوگ پڑھتے ہیں۔ اس کے پہلے چار لفظ حضرت علاء الحضرمیؓ سے آئے ہیں۔ "یا علی یا عظیم یا حلیم و یا علیم"۔ یہ چار لفظ کہہ کے گھوڑا بحرِ ظلمات میں ڈال دیا۔ اکیدر بن ناظم پر ایسا سکتہ طاری ہوا، جب اس نے لشکرِ اسلام کو نکلتا ہوا دیکھا، اتنی بڑی جھیل میں سے۔ وہ اتنا خوفزدہ ہوا کہ اس سے ہلا ہی نہیں گیا۔ حضرت علاء الحضرمیؓ نے بڑے آرام سے اکیدر بن ناظم کو گرفتار کر لیا۔ کیا یہ ایک مثال نہیں ہے کہ بندوں اور خدا کا آپس میں کیا تعلق تھا؟

مدینے سے دو صحابی نکلے۔ دیکھا آسمان بڑا گھمبیر، اندھیرا چھایا ہوا ہے، بجلیاں کڑک رہی ہیں۔ بڑے پریشان دروازے میں کھڑے تھے کہ یار و اب کیا کریں۔ کہ ناگہاں دو شمع فروزاں ہو گئیں۔ یہ حدیث ہے، کوئی غلط کوٹ نہیں کر رہا۔ وہ ان دونوں کو لے کر مسجد نبوی تک چھوڑ کے آئیں۔

ایک صحابی قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ تلاوت کرتے وقت صحن میں گھوڑا بندھا تھا۔ ساتھ بچہ بیٹھا تھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ آسمان سے بادل نیچے آنے شروع ہو گئے ہیں۔ اتنے نیچے آ گئے

کہ گھوڑوں تک پہنچ گئے۔ اوراس میں بجلیاں' روشنیاں ٹمٹمارہی ہیں۔گھوڑا ہنہنایا۔آپ ڈرے کہ گھوڑا اگر زیادہ گھبرا گیا تو یہ بچے کو نقصان نہ پہنچائے۔ تلاوت بند کردی۔ یہ حضرت اسید بن حضیرؓ تھے۔صبح حضورﷺ کے پاس آئے۔ پورا واقعہ بیان کیا۔حضورﷺ نے فرمایا: اسیدؓ یہ ملائکہ تھے جو تیری تلاوت پہ اتنے خوش ہوئے کہ اگر تُو تلاوت جاری رکھتا تو بادلوں سے نکل کر تجھ سے مصافحہ کرتے۔

ایک دفعہ عجیب سا واقعہ ہوا۔ بڑے معزز اصحاب بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے شاندار صاف ستھرے' قریشی لباس میں ملبوس۔ایک بدو آیا۔ بدو کا حلیہ بہت بُرا تھا۔بُو اُٹھ رہی تھی۔صوف کا لباس تھا۔جوتے اَٹے ہوئے تھے۔گرد پڑی ہوئی تھی' منہ پہ بالوں پہ۔عجیب سا لگ رہا تھا وہ بدو۔اب جو بڑے بڑے اصحاب تھے۔نفیس' نفاست پسند' انہوں نے دیکھا یہ حضورﷺ سے مل رہا ہے۔اس کو ذرا پرے رکھنا چاہیے۔تو وہ بیچ میں حائل ہوئے۔کچھ نے بیزاری کا اظہار کیا۔کچھ نے ناک سکیڑے۔حضورﷺ آگے بڑھے۔ان کو ملے اور پھر محسوس کرلیا کہ میرے معزز اور بزرگ اصحابؓ نے اس غریب مسکین بدو کو عزت سے نہیں دیکھا۔تو آپﷺ نے پتہ ہے کیا جملہ فرمایا؟ کہ بہت سے ایسے لوگ ہمارے پاس ملنے آتے ہیں' جو بظاہر حقیر لگتے ہیں' رتبے میں۔جن کے لباس اچھے نہیں ہوتے۔جن کے بدن سے بُو اُٹھ رہی ہوتی ہے۔مگر اگر یہ خدا کی قسم کھالیں تو اللہ ہر حال میں ان کی قسم پوری کرے گا۔ یہ حضرت براء بن مالکؓ تھے۔پھر کیا ہوا کہ جب ارتداد شروع ہوا' فتنۂ ارتداد شروع ہوا۔مسلمانوں کو شکست در شکست ہوئی۔حضرت شرجیل بن حسنہؓ کے لشکر کو شکست ہوئی۔عکرمہ بن ابی جہلؓ کے لشکر کو شکست ہوئی۔پھر حضرت ابو بکرؓ نے سیف اللہؓ خالد بن ولیدؓ کو بھیجا۔خالد بن ولیدؓ نے ان کو شکست دی۔تو بھاگ کے ایک باغ میں چھپ گئے۔ جس کی دیواریں بڑی اونچی اور دروازہ بڑا پختہ تھا۔تین دن محاصرہ جاری رہا۔اوراس میں مسلمان بڑے زخمی ہوئے۔آخر لوگ مل کے حضرت براء بن مالکؓ کے پاس گئے۔حضرت براء بن مالکؓ کو کہا کہ تم قسم کھاؤ ناں' ہم یہ قلعہ فتح کرلیں۔ یہ پہلے بھی ہوتا تھا۔جب کسی مسلمان کو مشکل پڑتی تھی' وہ حضرت براء بن مالکؓ کے پاس آجاتے تھے۔ کہتے تھے آپ قسم کھاؤ ناں ہمارا یہ کام ہو جائے۔حضرت براء بن مالکؓ بڑے تنگ تھے۔انہوں نے کہا یار تم لوگوں نے اللہ کے رسولﷺ کی بات کو مذاق ہی بنالیا ہے۔میں قسم کھاتا ہوں کہ کل یہ قلعہ فتح ہوجائے گا اور میں قسم کھاتا ہوں

کہ کل میں شہید ہو جاؤں گا۔

خواتین و حضرات! اگلے دن انہوں نے فوج سے کہا کہ مجھے اٹھا کے بازوؤں سے دروازے کے پیچھے پھینک دو۔وہ دروازے کے پیچھے پھینکے گئے۔ دروازہ کھولا گیا اور مسیلمہ کذاب ایک حبشی کے وار سے ہلاک ہوا۔ اوراس طرح یہ فتنۂ ارتداد اپنے انجام کو پہنچا۔ حیران کن واقعات تو اس وقت بھی بہت ہوتے تھے۔ کیا خیبر کا در کھلنا حیران کن نہیں ہے؟ کیا مرحب کا قتل حیران کن نہیں ہے؟ کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لیے اللہ نے نہیں کہا:
" لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا "{سورۃ توبہ :40}اے پیغمبرﷺ اس سے بھی کہہ دے ناں' جو ساتھ ہے تیرے:" إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا "{سورۃ توبہ :40}دونوں کے ساتھ ہے اللہ۔ اکیلے تو نہیں ہیں۔ "ثَانِيَ اثْنَيْنِ" کو بھی کہہ' جو ساتھ ہے کہ یہ کیوں پریشان ہوتا ہے۔ اے پیغمبرﷺ تیری حفاظت کے لیے ابوبکرؓ کیوں مرے جاتے ہیں' کیوں پریشان ہیں' ان کو کہہ دو' اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اللہ ابوبکرؓ کے ساتھ ہے۔ اللہ حضرت عمرؓ کے ساتھ ہے:"اَلْحَقُّ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرؓ"۔ عمرؓ کی زبان سے حق بولتا ہے۔ اللہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ ہے۔ اللہ کس کے ساتھ نہیں ہے؟ کس کے ساتھ نہیں تھا؟ کون اللہ کے ساتھ نہیں تھا؟ تاریخِ عالم میں یہ پہلا واقعہ گزرا کہ ایک فرد نہیں پہنچا خدا تک' ایک قوم پہنچی ہے۔ ایک آدھا بندہ نہیں تھا جس کو آپ کہیں اس کو نکال دو۔ تمام کے تمام اصحابؓ پہنچے ہیں۔ آج کیوں نہیں repeat ہو سکتا؟ ویسے ہند سے رسول اللہﷺ کو خوشبو آتی تھی۔ آج کیوں نہیں ہو سکتا؟ ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ ہم اپنے اور درمیان کے واسطے کیوں نہیں جدا کر لیتے؟ ہم کیوں جعل سازوں کے چکر میں پڑے ہیں؟ ہمیں یہ اعتماد کیوں حاصل نہیں کہ میں خدا کا بندہ ہوں؟ کیوں یہ اعتماد آپ کو حاصل نہیں؟ آپ اپنا خالق کسی اور کو سمجھتے ہو؟ آپ کسی اور کی مخلوق ہو؟ میں جس کا بندہ ہوں وہ مجھے نہیں چاہے گا تو کس کو چاہے گا؟

ماں اگر آپ کو سو گنا پیار کر سکتی ہے تو اللہ آپ کو ہزار گنا پیار کر سکتا ہے۔ اور سو سے مراد یہ نہیں۔ ماں اگر ایک درجہ پیار کرتی ہے تو ذرا سو صفرے لگا کے دیکھنا' کتنے بن جاتے ہیں۔ اتنا زیادہ پیار کرنے والا اللہ' وہ اپنے بندے سے کیوں نہ پیار کرے؟ کیا وہ دیواروں سے پیار کرے گا؟ پہاڑوں سے کرے گا؟ تخلیقات کا اعلیٰ ترین پیٹرن اس نے آپ میں تخلیق کیا۔ کیا پیاری بات

ہے' ذرا سنو تو سہی! حضرت آدمؑ سے غلطی ہوگئی۔ پڑے رو رہے تھے۔ سسکیاں بھر رہے تھے۔ دو سو برس غم و غصہ میں گزار دیے۔ ہائے ہو میں گزار دیے۔ صحبتِ ربانی کی طلب میں گزار دیے۔ آرزوئے پروردگار میں کسی بھی طریقے سے یہ سزا جو مل گئی: "فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ " {البقرہ:36} کس میں سے نکالا تھا شیطان نے؟ صحبتِ خداوند سے خارج کر دیا تھا۔ محبتِ الٰہیہ سے خارج کر دیا تھا۔ آقا و مولا میں' بندہ و خدا میں جدائی پڑ گئی تھی۔ حضرت آدمؑ رو رہے تھے۔ آپ کا کیا خیال ہے خدا بے حس تھا؟ خدا کو نہیں تھا ربط؟

"يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ "{یس:30} قرآن میں کہتا ہے' اے لوگو مجھے بھی حسرت آتی ہے تم پر۔ حسرت ہے کہ تم اپنے اللہ کو نہیں پہچانتے۔ کیا خدا کو حسرت نہ آئی ہوگی؟ میرا بندہ کس طرح بیچارگی سے رو رہا ہے۔ کیا خدا کو محبت نہیں feel ہوگی بندے سے؟ کہ اتنے پیار سے بنایا تھا۔ چلو تھوڑی بہت غلطی ہوگئی ہے۔ اس کو معاف ہی کر دوں' کچھ کر دوں۔ پھر کیا کیا؟: "فَتَلَقَّى آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ "{البقرة:37} باہر سے نہیں آئے کہیں سے۔ خود پروردگار نے القاء فرمائے کلماتِ توبہ۔ خود اس کے ذہن سے نہیں اُٹھے۔ اس کو تو پتہ ہی کوئی نہیں تھا کہ اس نقصان کی تلافی کیسے کرنی ہے۔ یہ کیسے میں نے غم دور کرنا ہے۔ بے چارہ بس روئے جا رہے تھے۔ حضرت آدمؑ روئے جا رہے تھے۔ فرمایا: "فَتَلَقَّى آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ "{البقرة:37} ہم نے القا کیے قلبِ آدمؑ پہ کلماتِ توبہ:" قَالاَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ "{اعراف:23} کلمات بھی قرآن میں پڑے ہیں۔ اپروچ بھی قرآن میں پڑی ہے۔ اندازِ توبہ بھی پڑا ہے۔ کیا خوبصورتی ہے اس تعلق میں۔ کیا محبت ہے اس تعلق میں۔ پھر سات زمینوں میں اسے بسایا۔ پھر اٹھائے گا۔ کون ہے خدا کے سوا جو آپ کو خوشی کی امید دیتا۔ "أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ "{النمل:62} خدا ہی تو ہے جو اضطراب میں مضطرب کی صدا سنتا ہے۔ خدا ہی تو ہے جو آپ کی بُرائی کی گرہیں کھولتا ہے۔ خدا ہی تو ہے کہ ان منازل سے گزار کر" وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ" خلافتِ زمین و آسمان آپ کو عطا کرتا ہے۔ پھر بندہ کیا چاہے گا اس سے؟ اک احساسِ غلامی بھی تو نہیں دیتا آپ کو۔ اگر سلطان محمد غوری آپ کے

چھلگانہ غلاموں کو بادشاہ بنا سکتا ہے' تاریخ میں۔ کوئی تھوڑی کائنات ہے اس کے پاس؟ اس کو کوئی جگہ کی کمی ہے؟ کوئی سلطنتوں کی کمی ہے؟ وہ جو چھوٹی سی جنت جو اس نے بنا لی معمولی سی۔ grandiloquent کا مطلب یہ ہوتا ہے جو جس قسم کا بندہ ہے اس کے ساتھ اس قسم کا ڈیل ہونا چاہیے۔ ایک grandiloquent ہے۔

یہ دیکھو اس کتاب میں ایک بڑا آپ کو عجیب وغریب فرق بتاؤں۔ سارے مقدس صحائف میں اور قرآن میں ایک بہت بہت بڑا فرق ہے۔ no where آپ کسی اور کتاب میں براہ راست تکلم پروردگار نہیں پاؤ گے۔ کسی بھی کتاب میں۔ اب اگر تورات پڑھو گے' انجیل پڑھو گے' تو خدا ڈائریکٹ نہیں بولتا ''کہا خداوند خدا نے'' کوئی بیچ میں وسیلہ ہوتا ہے۔ یہ دنیا و کائنات کی واحد کتاب ہے' جس کا لہجہ ہی Different ہے' جس میں صرف بولتا ہی خدا ہے' اور کوئی نہیں بولتا۔ اس کتاب میں خدا براہِ راست بولتا ہے۔ اب بتاؤ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں۔ let me say میں دنیا کے عظیم ترین سائنسدان کی کتاب پکڑتا ہوں۔ میں بہت بڑے پیغمبر کی کتاب پکڑ لیتا ہوں۔ میں زمین وآسمان میں بہت ساری کتابوں کو compare کرنے بیٹھتا ہوں۔ اچھا سوچ کے بتانا: کون کہہ سکتا ہے میں نے زمین بنائی اس طرح؟ کوئی ہے ایسا دنیا میں؟ کوئی ہے ایسا رائٹر؟ کوئی ہے ایسا مصنف؟ کوئی ہے ایسا بادشاہ؟ جس نے اپنے treatise میں لکھا ہو: ''میں نے آسمان بنایا اس طرح'': "إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ "{اعراف:54} ہے کوئی رائٹر ایسا؟ ہے کوئی ایسا سائنسدان؟ کتنا عجیب سا لگتا ہے ایک ہستی سارے ہی دعوے کیے جا رہی ہے۔ کسی اور نے کیوں نہیں دعویٰ کر لیا۔ کسی اور نے کیوں نہیں کہا کہ یہ تخلیقاتِ عالم میری ہیں۔ یہ جہاں میں نے بنایا ہے۔ ہاں اقبال نے یہ تو کہا:

اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا

اقبالؒ نے تو یہ کہا۔ مگر کسی انسان نے کسی فرد و بشر نے کسی جن نے کسی ملک نے یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ زمین میں نے بنائی' آسمان میں نے بنایا' کائنات میں نے بنائی' تمہیں میں نے بنایا' تمہارے کام کی ہر چیز میں نے بنائی۔ یہ دعویٰ صرف قرآن اور اس کا خالق کرتا ہے۔ عجیب

کتاب ہے۔ اگر آپ لٹریچر آف دی ورلڈ میں comparitive دیکھو تو کسی بھی جگہ پر کوئی فردِ واحد یہ claim نہیں رکھتا جو قرآن کا خدا رکھتا ہے۔ پھر آپ کو ایسے بادشاہ کی غلامی سے گریز ہے؟ یہ کیسے بندگانِ خدا ہیں؟ بھاگ کے جاؤ گے کہاں؟ 'Faith' ایک بے نشان سا صحرا ہے۔ ایمان ایک بے نشان سا صحرا ہوتا ہے۔ اور وسعت میں صحرائے گوبی پانچ ہزار میل ہے۔ یہ اس سے بڑا ہوتا ہے۔ اس میں رستے نہیں ملتے۔ اس میں ایک نشانِ منزل ہے۔ ایک ہی ترجیحِ اول ہے۔ ایک ہی پروردگارِ عالم ہے اور اس کی بندگی ہمارا اعزاز ہے۔ اس کی بندگی میں ہی ہماری نجات ہے۔ اسی کی بندگی میں اعزاز ہے۔ چاہے نکڑ میں کھڑا کر دے۔ بڑے مزے کی ایک بات ہے کہ ایک آخری بندہ سسک رہا تھا' دوزخ کے کنارے پہ۔ اور کہہ رہا تھا اے اللہ مجھے یہاں سے نکال لے۔ میں ایسی تیری عبادت کروں گا' ایسے کر مجھے جنت کی چھوٹی سی جگہ' کسی نالی کے کنارے اجازت دے دے' میں اس پہ بھی خوش رہوں گا۔

سو اللہ نے اسے نکال کے جنت میں ڈال دیا۔ کوئی دو چار ارب سال گزرے ہوں گے اس نے وہاں چیخنا شروع کر دیا۔ اے اللہ دیکھ دوسرے کو کیا دیا اس کو کتنا اچھا مکان دیا ہوا ہے۔ میرا کیا حال ہے' میں کب سے نالی کے کنارے چھوٹے سے hut میں پڑا ہوں۔ مجھ پر مہربانی فرما کہ کچھ مجھے بھی بہتر جگہ دے دے۔ اللہ نے سنا اور کہا دیکھو کل کیا کہہ رہا تھا کہ میری تو زندگی میں خلاصہ ہی یہی ہے کہ جہنم سے نکال لے۔ آپ کو پتہ ہے خواتین و حضرات اس حدیثِ قدسی سے کیا پتہ لگتا ہے؟ پتہ یہ لگتا ہے کہ جنت میں بھی انسان ہوس کرتا رہے گا' آرزو کرتا رہے گا مگر اس کے اور آرزو کے درمیان نفس حائل نہیں ہوگا۔ شیطان حائل نہیں ہوگا۔ بندشیں حائل نہیں ہوں گی۔ خدا اور بندے کا سب سے بڑا تعلق یہ ہے کہ جب وہ ایک فریکونسی پہ آ کے سوچتے ہیں تو دنیا و جہان کی کوئی مصیبت ان کے درمیان حائل نہیں ہوتی۔ بندہ مرنے کی زیادہ آرزو کرتا ہے۔ کیونکہ جب تک ہم زندہ ہیں' ہم میں یہ limitations موجود ہیں۔ جب ہم مر جائیں گے تو ہم آزادانہ اس اقرار کے ساتھ خدا تک پہنچیں گے۔ تو میں imagine نہیں کر سکتا کہ آپ کے جو وسعت استحکام ہے، آپ کی وسعت اختیار کیا ہوگی، میں imagine نہیں کر سکتا۔ دنیا بہت دیکھ لی۔ آگے پیچھے بہت دیکھ لیا۔ بڑی بڑی ایجادات' گاڑی ہوائی جہاز دیکھ لیے۔ اب شاید اگلی ایجادات اگلے لوگ آ کر دیکھیں گے۔ اب تو یہ آرزو رہتی ہے کہ اے پروردگار عالم: ''اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِی

علیٰ دِینِک" اسی ایمان پہ استوار رکھنا۔ اب بور ہو گئے دنیا دیکھ دیکھ کے۔ اب عجائبات عالم کے لیے منزلِ قبر سے گزرنا ہوگا۔ "اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِی علیٰ دِینِک"۔ اللہ خیر کرے۔

وماعلینا الاالبلاغ

سوال وجواب

س: قرآن کہتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔اس آیت میں دردناک عذاب کن لوگوں کے لیے ہے؟

ج: جولوگ قرآن پڑھتے ہیں وہ دیکھیں کہ کس کو ڈراتا ہے۔دیکھیں ناں There are certain things which are very obvious in the time. کہ ایک اصولِ کائنات بھی ہے۔کچھ چیزیں کامیاب ہوتی ہیں کچھ ناکام' جیسے پچاس ہزار درخت لگاتے ہو' پانچ ہزار اگتا ہے' باقی پینتالیس ہزار ختم ہو جاتا ہے۔law of failure کائنات میں ہر طرف جاری و ساری ہے۔جیسے آپ دیکھو بہت سارے بچے پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں یا inefficient نکلتے ہیں۔تو جہاں کائنات میں ایک flourishing effect ہے.....! بلکہ ایک وقت یہ تھا کہ آج سے 3.5 billion years before جب انسان ابھی سنگولر سیل کی صورت میں تھا تو total death وارد ہو رہی تھی اور بلین اور ٹریلین انسان روز مر رہے تھے۔اس وقت زندگی کے بچنے کی کوئی آرزو ہی نہیں تھی۔جب یہ سارا کچھ ہو رہا تھا' تب اللہ نے انسانوں میں ایک سپیشل instinct رکھی اور فرمایا "وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ "{ النساء: 128} ہم نے تمام جانوں میں بخلِ جان کی ایک صفت پیدا کی۔زندگی کی حفاظت کی صفت پیدا کی اور زندگی نے بچنا شروع کر دیا۔خیال پیدا ہوا۔انسان میں فکر پیدا ہوئی۔اس حادثے کی وجہ سے جو اس نے survival کو پہچانا۔اب جو بہت سارے سختی کے احکامات ہیں' یہ ایک بھی مسلمان کے لیے نہیں ہیں۔مگر جیسے جنگِ احد میں اللہ نے فرمایا کہ دیکھو اصولاً جب تم قانون توڑو گے زمین پر تو ہم نے قانون شکنی کا (ردِعمل رکھا ہے) جیسے ایک Newton law ہے کہ ہر عمل کا ایک ردِعمل ہے۔کسی بھی بریک آف لاء کی ایک punishment یا ایک

disregard موجود ہے جو تم پہ وارد ہوگا۔ اگر آپ تھپڑ مارو گے تو تھپڑ لگے گا۔ واپسی پہ بھی لگ سکتا ہے۔ ایک ری ایکشن ہونا لازم ہے۔ ایک نرم لفظ کا 'ری ایکشن' ہونا لازم ہے۔ ایک سخت لفظ کا 'ری ایکشن' لازم ہے۔ تو اس وقت ہم نے دیکھنا ہے کہ کیا اہلِ ایمان اور اہلِ تسلیم کے لیے Ultimate اس زندگی سے گزر جانے کے بعد خدا کیا کہتا ہے؟ تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ تو خدا کہتا ہے تمہیں تو پرابلم ہی کوئی نہیں ہے۔ جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس پہ دوزخ کی آگ ہمیشہ کے لیے حرام کر دی گئی۔ مگر ایک چیز ہوتی ہے کہ آپ Authority پہچانتے ہی نہیں ہو۔ فرض کرو میں ہندو کو کہتا ہوں کہ اللہ کو پہچانو' یا قبر میں مرتے ہوئے سے سوال کیا جاتا ہے کہ ?Who was your God کون تھا تمہارا خدا؟ اب آپ خود سوچ کے بتاؤ وہ کیا خدا بتائے گا۔ برہما؟ شیوا؟ وشنو؟ درگا؟ کالی؟ سرسوتی؟ لکشمی؟ کتنے خدا ہیں اس کے، کس کا نام لے گا؟ پھر خدا کہے گا یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ انہوں نے نہ مجھے کبھی مانا' نہ جانا۔ یہ میرے بندے نہیں ہیں۔ پھر ان کا رینک جو ہے wastage پہ چلا جائے گا۔ آپ نے پل صراط کا سنا ہوگا۔ ایک باریک سی لائن ہے' ایک پل بنا ہوا ہے جس پر سے نااہلیت والے نیچے گر جائیں گے۔

آج کل آپ نہیں ایسے کرتے ہو؟ آپ کی standardize تخلیقات ہیں وہ اوپر گزر جاتی ہیں۔ پھلوں کو آپ دیکھو جو باہر بھیجنا ہے' ایک پیمانہ لگا ہوا ہے' جو ذرا سے کمزور ہیں' سائز میں وہ نیچے گر جاتے ہیں اور standardized چیزیں اوپر سے گزر جاتی ہیں۔ religion بھی اسی طرح ہے کہ جب آپ Standardized faith سے گزر جائیں گے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ سٹینڈرڈ اتنا low ہے کہ کوئی بھی بندہ گزر سکتا ہے۔ جس نے دل سے ایک مرتبہ کہا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہ گزر جائے گا۔ اب مجھے حیرت یہ ہوگی کہ آپ کو اتنے آسان سٹینڈرڈ سے واسطہ پڑا اور آپ نہ کوالیفائی کریں' یہ عجیب سی بات ہوگی۔ سو میرا خیال ہے اپنی میموری مرنے تک سلامت رکھو اور خدا کی یاد میں رہو۔ یہ جو کہتے ہیں: افضل الذکر لا الہ الا اللہ۔ اس پہ حدیث ناطق ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اتنا پڑھتے رہو' لا الہ الا اللہ کی اتنی تسبیح کرو کہ قبر میں آپ کی میموری repeat کر دے۔ ادھر فرشتے پوچھیں ادھر 'تڑ' سے جواب جائے لا الہ الا اللہ۔ وہ پوچھتے ہیں مَنْ رَبُّکَ؟ انہیں کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ یہ نہ ہو کہ ادھر یہ کہو کہ پاکستان کا مطلب کیا۔ اصولاً اتنی رعایتیں ہمیں خدا نے دے رکھی ہیں۔ ہمیں غیر مسلم سے

بھی equal ہمدردی ہے۔ یہ نہیں وہ انسان نہیں ہیں یا بنی آدم نہیں ہیں۔ ہمیں ان سے equal ہمدردی ہے۔ خدا کو کثرت اور قلت سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ جو آپ دیکھ رہے ہو اتنے سارے مسلمان یہ نہیں رہیں گے، بے شمار مسلمان نہیں رہیں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا: قیامت کب آئے گی۔ فرمایا: جب زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔ اب زمین آگے بڑھ رہی ہے۔ نوبت ضرور آئے گی اس بات کی کہ اللہ کو جاننے والا' اللہ اللہ کرنے والا' کہنے والا کوئی بھی نہیں رہے گا۔ مگر اس کے باوجود ہم جو آج زندہ وسلامت ہیں' ہم جو شیئر کر سکتے ہیں اپنی Feeling اور خیال' ہمیں اس میں بڑی آسانی ہے کہ دو چار دس مرتبہ دن میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پڑھ لیا کریں۔

س: کیا خدا کے لیے اپنی شناخت کے لیے انسان کو پیدا کرنا اس کی مجبوری تھی؟

ج: یہ لفظ ''مجبوری'' ہمارا ہے' اس کا نہیں ہے۔ اس کی مرضی تھی۔

س: ظہورِ مہدی اور جناب عیسیٰؑ کی آمد کے سلسلے میں موجودہ صورت حال کے تناظر میں ملکِ شام کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

ج: کافی سارا وقت ہے۔ پچھلے دس سالوں کی بات ہے' لوگ کہتے تھے امریکہ اور ایران کی لڑائی ہوگی۔ میں کہہ رہا تھا نہیں ہوگی۔ پھر آپ کہتے ہو پاکستان آج گیا کل گیا۔ میں کہتا ہوں نہیں' پاکستان نے کہیں نہیں جانا۔ پاکستان نے ٹھہرنا ہے' رکنا ہے اور شام میں حضرت مریم کے بیٹے کا ساتھ دینا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہو کیا رہا ہے؟ ہوتا یہ ہے کہ: "وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ "{آلِ عمران:54} کہ شیطان یا کوئی دجال یا کوئی اسلامی قوتیں اپنے اپنے داؤ پیچ میں مصروف ہیں۔ at present سارے مڈل ایسٹ کا مقصد یہ ہے کہ شعیہ سنی مخالفت کو height پہ لے جا کر اسرائیل کی حفاظت کی جائے۔ اب شام ایک fighting country تھا۔ اس کو کمزور کر دیا۔ سعودی عرب کو جوتی دکھا دی کہ سنبھال کے بیٹھو۔ ادھر بہت سارے ممالک میں عراق میں شیعہ سنی fighting' یہ سارے کا سارا اس لیے ہے کہ مڈل ایسٹ کے تمام ممالک جو ہیں آپس میں لڑ بھڑ کر ایک ایسی سٹیج پہ لے آئیں کہ اسرائیل کو اپنا بڑا بنا کر اس سے منصفی چاہیں اور اس کے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ کناروں پہ دو بڑی سٹیٹس ہیں' اُدھر ترکی ہے' اِدھر پاکستان ہے۔ اب پاکستان کو dictate کر نہیں سکتے کیونکہ ایک بات بڑی واضح ہوگئی

کہ دنیا کا اگر سارا مال بھی پھینک دیں ناں جیسے قرآن کہتا ہے:"وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ "{انفال :63} کہ ساری دنیا کا مال بھی کہیں پھینک دو تو تم دو دلوں میں محبت نہیں پیدا کر سکتے۔ پاکستان کے لوگ اللہ کی ایسی گرفت میں آئے کہ امریکہ بے چارہ رورو کے مر گیا مگر ان لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا نہیں ہوئی۔ جانے کی ہوس ضرور پیدا ہوئی' محبت پیدا نہیں ہوئی۔

آگے scenario بڑا واضح ہے۔ شام میں ایک میجر مومنٹ ہے جس کا ابھی نام بھی نہیں آپ نے سنا۔ یہ ایک صوفیائی مومنٹ ہے' حریہ بھی ہیں اس میں' اکثریت جو ہے مسلمانوں کی اس کی مومنٹ ہے۔ Gradually they will come up after the fall of these two power. اور شام میں ایک کٹر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ یہ کچھ عرصے کی بات ہے۔ اس میں شاید بشار اور دوسرے سارے مار کھائیں۔ امریکہ ایک چھوٹی سی سیکولر جماعت کی حمایت کرنا چاہتا ہے' جو شکست کھا چکی ہے already اور باقی لوگ بھی ہاریں گے۔ یہ جو بیچ والے بڑے خالص مسلمان ہیں' جیسے آپ میں چند خالص ہیں' وہ وہاں بڑی پاور میں ہیں۔ وہ seventy, eighty percent آبادی ہے شام کی۔ Finally they will control Syria۔ اسی طرح باقی ممالک میں جیسے دو چار کو ابھی رسوائیاں نصیب ہوئیں' تو سعودی عرب جو اس محبوبِ طرحدار کی طرح ہماری پرواہ ہی نہیں کرتا تھا پہلے' اب پھر ہماری طرف مائل ہوا۔ اور پھر ہمارے فوجی منگوائے اور پھر اس کو اپنا خطرہ بھی پڑا۔ اور پھر ہمیں خانہ کعبہ کا امین مقرر کیا۔ یہ جو ڈیڑھ ارب کا رولا پڑا ہوا تھا۔ یہ بھی ہماری نذر کیے اس نے۔ اب ان کی عنایات کا رخ پھر ہماری طرف ہے۔ اگرچہ دیکھو پاکستان کا عالم یہ ہے کہ یہ اس کے بھی حمایتی نہیں ہیں۔ پیسے ویسے کھا لیتے ہیں مگر سعودی عرب کی گورنمنٹ' اس کے رجحان اور اس کے religion کے کبھی ساتھ نہیں چلتے۔ اصل میں جن مذاہب کی بنیاد میں محبت نہیں ہے' اخلاص نہیں ہے' شاید پاکستانی اس کی طرف راغب ہی نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ ذرا جذباتی سے لوگ ہیں۔ ہم کہتے ہیں یار تم ذرا جذبات کم کرو اور عقل سے کام لو۔ اور جھوٹے سچے تم بھی کہیں نہ کہیں کسی دوسرے کا بھرم رکھ لیا کرو۔ مگر اصولاً جو ہمارا ایک basic religious

culture ہے اس میں سب سے زیادہ ہمارے ہاں اللہ کے رسول ﷺ سے محبت پاکستان میں ہے۔ آپ اگر غور سے دیکھو تو باقی جو گروہی افکار ہیں ان میں Prophet PBUH کی respect کو کم کیا جاتا ہے اور کسی نے اپنے علماء کو اکابرین بنایا ہوتا ہے۔ کسی نے ان کو پیغمبروں کا رتبہ دیا ہوا ہے۔ deliberately مسلمانوں میں ایک کوشش ہو رہی ہے کہ جو محبتِ رسول ﷺ ہے اس کو کم کیا جائے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے قولِ مبارک کے مطابق کہ خدا کی ذات میں شرک نہ کرنا ایمان کی حلاوت ہے۔ اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کی محبت کو ہر محبت سے بڑا سمجھنا ایمان کی حلاوت ہے۔ یہ دو چیزیں پاکستان کے مسلمانوں میں ماشاءاللہ موجود ہیں۔ اور پاکستان کے مسلمانوں کا نصیب بھی اللہ کے ہاں نجات دہندۂ اسلام کی طرح ہے۔ ہماری طاقت بھی سب سے زیادہ ہے۔ ہمارے جھوٹے اتنا تیز لڑ لیتے ہیں تو سچے کتنا لڑیں گے۔

س: کیا مراقبہ کرنا چاہیے؟

ج: مراقبہ جو پریکٹس والے جتنے پیٹرن ہیں سارے غلط ہیں۔ میں کہنا نہیں چاہتا اس میں بڑے اچھے اچھے نام ہیں جو مراقباتی علوم کو فروغ دیتے ہیں۔ مگر کیا فروغ دیتے ہیں؟ کہ ایک مراقباتی rule ہے۔ جیسے اس میں ایک مراقبہ ہے "حوروں کا مراقبہ"۔ اس میں مراقبہ کرنے والا حوروں کو اپنے تصور میں لا کے دیکھتا ہے۔ اب آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑی اچھی بات ہے مراقبہ کرنا چاہیے۔ اصل میں مراقبے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے اوپر concentrate کرو کسی concept پہ جو آپ کو بعد میں مدد دیتا ہے۔ release or relief میں pent up emotions کی ریلیز میں مدد دیتا ہے۔ مگر اس کا ایک پریکٹیکل aspect ہے کہ فرض کرو میں مراقبۂ حور کر لوں اور دیکھ بھی لوں۔ دیکھنے کا انجام تو آپ کو پتہ ہی ہے۔ ادھر حدیث فرماتی ہے کہ اگر اللہ ایک حور کو آشکار کر دے تو دنیا کے تمام بادشاہ اس کے لیے لڑ لڑ کے مر جائیں۔ ادھر یہ روز مراقبۂ حور کر رہے ہوتے ہیں۔ دو چار حوروں سے سلسلۂ کلام بھی جاری ہے۔ ایک دو سے dating بھی کی ہوئی ہے۔ اب آپ مجھے بتاؤ یہ کس قسم کے مراقبے ہیں۔ دوسرا دیکھو یہ اس قسم کی باتیں ہیں جیسے اللہ بخشے کمپیوٹر پہ استخارے ہو رہے ہیں۔ کمپیوٹر ایک dead body ہے جس کو شعور ہی نہیں ہے۔ اس پہ تم dice کھیل رہے ہو کوئی جوا کھیل رہے ہو اس کو کیا امکان دے رہے ہو؟ یہ تمام غلطیاں جو ہیں ہمارے اس religious pattern میں آئی ہیں۔ مراقبہ سے

میرے استاد و مرشد نے ایک چھوٹی سی بات کی اور وہ بات تھوڑی different لگتی ہے کہ ''مراقبہ یہ ہے کہ تُو چلتے پھرتے کھڑے بیٹھے خدا کے خیال میں رہے۔'' یہ مراقبہ ہے۔

س: اپنی ذات کی پہچان سے کیا مراد ہے؟

ج: دیکھیں اپنی ذات کی پہچان تو علم سے ہے۔ بہت عرصہ پہلے میں اسلامک یونیورسٹی میں لیکچر دے رہا تھا۔ وہاں میں نے کہا کہ پہلے ہمارے پاس ذات کی پہچان کے لیے کوئی سبجیکٹ نہیں تھا۔ ہمیں ایک استاد پہ بھروسہ کرنا پڑتا تھا۔ ہمیں اس کو جا کے پوچھنا پڑتا تھا ''میں کیا ہوں؟'' اب جب استاد شناخت کے قابل نہیں رہے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ آپ کسی استاد و مرشد کے پاس جا کے پوچھتے تھے، مجھے میرا فالٹ بتاؤ؟ میں کیوں خدا کے رستے میں آگے نہیں بڑھ سکتا؟ تو وہ آپ کے باطن پہ نظر کرتا تھا اور شعوری طور پہ آپ کو بتا دیتا تھا کہ یہ بخل آپ کی منزل میں حائل ہے یا غصہ حائل ہے یا نفرت حائل ہے، یہاں meanness ہے۔ اب وہ استاد ہی نہیں رہے۔ استاد بجائے باطن کے جیب پہ نظر رکھتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ وہ تو مرتبہ حاصل نہیں رہا۔ اب مگر ایک سبجیکٹ موجود ہے، نفسیات! انسان پہ وہ علم بہت بڑا رتبہ رکھتا ہے، جسے آپ سائیکالوجی کہتے ہیں۔ میں نے اسلامک یونیورسٹی میں بھی کہا تھا کہ Psychology if applied to others is a science, if applied to ones ownself is mysticism. اگر وہی نفسیاتی کمزوریاں جو دوسروں میں آپ نکالتے ہو، جو غلطیاں دوسروں میں نکالتے ہو، جو پرابلم آپ کو دوسرے میں نظر آتے ہیں، وہی کچھ اپنے آپ میں کیوں نہیں ڈھونڈتے؟ پھر ان کا حل کیوں نہیں ڈھونڈتے؟ اگر آپ ایسے اپنی ذات کے ساتھ کرو گے تو انشاء اللہ تعالیٰ العزیز آپ اپنی ذات کی آگہی پا لو گے۔ کیونکہ اب تو یہ بہت بڑا علم ہو گیا ہے۔ اس میں سے کم از کم five schools of psychology بن گئے ہیں جو آپ کے behaviorism آپ کے attitudes آپ کی complexities کو بڑا واش (wash) کر دیتے ہیں۔ امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ العزیز Anybody who is interested in this دیکھو ایک فرائیڈین سکول ہے۔ جس میں Even the teacher of the Freudian school goes for his own personal analysis after every three years. جہاں وہ اپنی خامیوں کا جائزہ لینے اپنی ویلیوز کا جائزہ لینے کے لیے وہ اس

سکول میں اپنے آپ کو لے جاتا ہے۔ اگر ہمارا انٹرسٹ ہوگا اور ہم اگر خواہش پیدا کر لیں کہ ہم نے خدا کے بارے میں کیسے جاننا ہے تو خدا کہتا ہے سب سے بڑی مہربانی جو اللہ کسی انسان پہ کرتا ہے اور جب کسی کو اپنا علم دینا چاہتا ہے تو اس کی ذات پہ اس کی آنکھ کھول دیتا ہے۔ And then you will find procedures. You will find ways towards God. مگر اولین شرط ہے کہ "اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْن "{ الصافات:160} جب تک آپ کے دل میں ذرہ برابر اخلاص پیدا نہیں ہوگا' اگلی منزلیں جاری نہیں ہوں گی۔

س: سر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت خطرناک قسم کے وسوسے آتے ہیں' نماز میں اور شدت اختیار کر جاتے ہیں؟

ج: دیکھیں جی جتنے بھی وسوسے آئیں' آپ کو یہ یقین رکھنا ہے کہ یہ اللہ نہیں ہے۔ آپ نے ایک جملہ بولا ہے کہ میرے دل میں وسوسے آتے ہیں' اللہ کے۔ وسوسہ جھوٹ ہے۔ آتا رہے You don't have to believe them to be God اگر ہمیں اتنا پتہ ہے کہ جو کچھ ہمارے ذہن میں آرہا ہے وہ وسوسہ ہے تو آپ safe ہو۔ آتے رہیں ہم ان کو روکیں گے نہیں۔ آئیں' نکلیں ہمارا ذہن خالی ہو۔ جب آپ کسی خیال کو resist کرتے ہو تو وہ بار بار آتا ہے۔ وہ تو کہے گا میں کامیاب ہو گیا' یہ مجھے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو obviously وساوس کو ہم روکنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کیوں نہیں کرتے؟ یہ ایک پروسیجر ہے' ایک فیملی ہے جو چل رہی ہے۔ آخر کب تک چلے گی۔ میں تو کہتا ہوں آؤ بھئی اپنا جتنا زور ہے دکھاؤ۔ میرا تعلق نہیں ہے تم سے۔ جب آپنے آپ کو ان وساوس سے mentally الگ رکھیں گے' آپ کے اندر ایک نیا مائنڈ پیدا ہو جائے گا۔ کہ ایک ناقص برین کو تو میں دیکھ رہا ہوں۔ ایک اس سے اوپر معزز برین کھڑا ہو جائے گا۔ وہ کہے گا یار جو مرضی کرتا پھر میں نہیں تیری پرواہ کرتا۔ ''اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ'' میں تو ایمان لایا اپنے اللہ پہ اور رسول ﷺ پہ۔ میں تجھ پہ یقین ہی نہیں کرتا۔ وساوس پہ میں بالکل یقین نہیں کرتا۔ دوسری بات دیکھو بخاری شریف میں جو پہلی حدیث ہے باب الصلاۃ میں' اللہ کے رسول ﷺ سے اصحابِ رسول ﷺ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز میں وساوس بڑے آتے ہیں۔ تو جواب میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: عین ایمان ہے۔ بھئی مسلمان ہو تو وسوسے آتے ہیں' کافر کو کیا وسوسہ آنا۔ آپ ہی ہو ناں جو خدا کو جا رہے ہو۔ آپ ہی

مخالفتِ شیطان کر رہے ہو۔اس لیے اس نے آپ پر دباؤ تو ڈالنا ہے۔اگر آپ کچھ percentage شیطان کے دباؤ کی calculate کرلوتو میرا خیال ہے مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔نماز میں کھڑے ہونے سے پہلے ہی: ''اعوذباللّٰہ مِن الشیطٰن الرجیم'' پڑھ کر کہہ دو کہ تو نے جو کرنا ہے کر لے مگر میں نہیں نماز چھوڑنے والا۔اسی لیے آتا ہے کہ نماز چھڑا دے۔اگر اسے پہلے ہی کہہ دو جو مرضی کر لو میں نماز پوری کروں گا۔بس اس کی طاقت ویسے ہی ختم ہو جائے گی۔

س: آزمائش اور عذاب میں کیا فرق ہے؟ ان دونوں سے بچاؤ کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

ج: دیکھو آزمائش تو compulsory ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ " یہ پانچ ہیڈز ہیں۔ان پانچ ہیڈز کے ساتھ ہم تمہیں آزمائیں گے۔خوف سے، بھوک سے، مال و دولت کے نقصان سے، ذاتی کیفیات سے۔ "وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ" میری طرف سے بشارت دو ان لوگوں کو کہ جن پہ کوئی مصیبت آئی، کوئی آزمائش آئی تو انہوں نے کہا: "قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ " آپ پڑھنا ہی نہیں چاہتے ہو۔آپ سوائے میرے کسی پر "إِنَّا لِلّٰهِ " پڑھتے ہی نہیں ہو۔یہ تو ہر کیفیتِ ذات پہ پڑھو کہ: "قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ " دکھ ہو تو پڑھو' تکلیف ہو تو پڑھو' کوفت ہو تو پڑھو' نقصان ہو تو پڑھو' خوف ہو تو پڑھو: "قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" پھر خدا کیا کہتا ہے؟ نہ صرف یہ کہ یہ کوفت چلی جائے گی: "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ" پڑھنے سے بلکہ خدا کہتا ہے: أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ "{البقرة: 157} کہ ان لوگوں پہ میرا درود و سلام ہے' جو یہ اپروچ رکھیں گے۔اللہ کی خصوصی رحمت ہے ان پہ: "وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ "اور یہی پڑھے لکھے بندے ہیں۔یہی ہدایت یافتہ ہیں۔یہی عقل والے ہیں۔جس کو یہ پڑھنا آ گیا' وہ سمجھو آزمائش ہو گی۔اور جس کو یہ پڑھنا نہ آیا' اس پہ رنج و غم مستقل ہو گئے' وہ عذاب ہو گیا۔

س: جس نے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔آپ کی تسبیحات اتنی زیادہ کیوں ہیں۔ایک ذکر الٰہی کافی نہیں؟

ج: صحیح بات ہے اگر ایک کرنا ہے تو ایک کرلو۔بھئی بات سنو ہم تو اندازاً دیتے ہیں۔میں

اسم 'سلام' دیتا ہوں تو میں کہتا ہوں یہ ذہنی اذیتوں کے لیے ہے۔ 'مومن' دیتا ہوں تو یہ اللہ کا نام جو ہے دل کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں: ''یَا سَلَامُ یَا مُؤْمِنُ یَا اَللّٰہُ'' کی تسبیح کرو۔ اب پوچھو ''رَحْمٰنُ وَ رَحِیْمُ وَ کَرِیْمُ'' تو میں ہر اس مسلمان کو کم عقل سمجھوں گا جو یہ نہیں پڑھتا۔ کیوں؟ یہ میرا اور اللہ کا معاہدہ ہے۔ میں کوئی سادہ دل مسلمان تو ہوں نہیں' خسارے والا۔ میں روز اسے یاد کرواتا ہوں کہ میاں جی آپ نے بھی کوئی وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور وعدہ کیا کیا ہوا ہے؟ ''کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلَی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ'' {الانعام:54} اے میرے بندے میں نے لکھ دیا ہے کہ میں تجھ پہ رحم کروں گا۔ میں نہ یاد کرواؤں اسے؟ میں بے وقوف ہوں کوئی۔ میری خطا تو اپنی جگہ' اس کو ضرور یاد کرواتا رہتا ہوں کہ اللہ میاں آپ نے وعدہ کیا ہوا ہے اس لیے یَا رَحْمٰنُ وَ یَا رَحِیْمُ وَ یَا کَرِیْمُ۔

س: سامعین میں سے کسی نے کمنٹ کیا کہ کیا خدا بھی بھول جاتا ہے جو اسے یاد کروایا جائے؟

ج: جی بڑی اچھی بات کی آپ نے۔ مگر میموری میں اضافہ بھی تو کیا جاتا ہے۔ بھول میں نہیں اضافہ ہوتا۔ میموری میں اضافہ ہوتا ہے۔ by the way واقعی اللہ بھول جاتا ہے۔ پتہ ہے آپ کو؟ اللہ اس لیے بھول جاتا ہے کہ خدا جس کی طرف سے نظر ہٹا لے اس کو بھول جاتا ہے۔ خدا کہتا ہے تم نے مجھے بھلا دیا میں تمہیں بھلا دوں گا۔ وہ انتہائی خطرناک صورتحال ہے جس سے بچنا چاہیے۔ جو خدا کی بھول میں چلا گیا وہ وجود سے عدم میں چلا گیا۔

س: آج کل کے ترقی یافتہ دور میں، میڈیا نے نئی نسل کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ اب اس نئی نسل کو کس طرح بچایا جائے، ہم بہت پریشان ہیں؟

ج: میڈیا نے نہیں آپ کو خراب کیا۔ آپ کو میڈیا پہ آنے والوں نے خراب کیا ہے۔ میرے ایک دوست مذہبی گروپ کے ساتھ چلے گئے۔ مذہبی گروپ سے آ کے انہوں نے ایسی ٹی وی کے خلاف باتیں کیں۔ وہ ہاکی کے پلیئر تھے ماشاء اللہ۔ آئے گھر میں ہاکی ماری' ٹی وی توڑ دیا۔ ماں باپ اُٹھے انہوں نے کہا بھئی بڑی مشکلوں سے ایک ٹی وی خریدا تھا' تُو نے اس کا بھی بھٹہ بٹھا دیا ہے۔ انہوں نے جلال و جمال میں کہا کہ آئندہ اگر کوئی چیز ٹی وی ریڈیو نام کی گھر میں چلے گی تو میں یہی کروں گا۔ اصل میں ٹی وی بے چارے کا کیا قصور تھا۔ پیچھے جو مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے ان کی وجہ سے سارا نقصان ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد جو بڑے حضرت

تھے ان سے کہا گیا: حضرت آپ ٹی وی پہ کب آئیں گے؟ انہوں نے کہا نہیں نہیں ہم لوگ نہیں آتے۔ تو ان کو دوسرے صاحب نے کہا جناب جدوں سارے میلہ لٹ جان گے فیر تسی ٹی وی تے آؤ گے (جب سارے لوگ میلہ لوٹ لیں گے تب آپ ٹی وی پر آئیں گے)۔ انہوں نے کہا: اچھا فیر اسی وی میلا لٹنے آں (اچھا پھر ہم بھی میلہ لوٹتے ہیں)۔ اب وہ روز ٹی وی پہ ہوتے ہیں۔ وہ میرا دوست جس نے ٹی وی توڑا تھا' وہ کہتا ہے یار میرا نقصان کون بھرے گا (میرا نقصان کون پورا کرے گا)۔ یہ ٹی وی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ٹی وی ایک ایسا آلہ ہے جس پہ تعلیم دی جا سکتی ہے۔ اچھی بات کی جا سکتی ہے۔ جس پہ ڈانس کیا جا سکتا ہے۔ رقص و سرود ہو سکتا ہے۔ It is the attitude you have to look at the TV. آپ اس پہ دیکھنا کیا چاہتے ہو؟ اگر آپ نے اس میں اچھائی دیکھنی ہے تو آپ کو جب پتہ ہے کہ فلاں سٹیشن شر کی خبر دیتا ہے' دوسرے موجود ہیں اسے دیکھ لو۔ میں بھی ٹی وی دیکھتا ہوں۔ صرف سپورٹس کا چینل کھولنے کے لیے۔ کوئی گانا اچھا ہوگا تو سنوں گا۔ آج کل جو بھونڈا فنکار ہے۔ ناچ کو دکر رہا ہوتا ہے۔ جب سے پاکستان نے یہ نیا نقشہ دکھایا ہے سپورٹس بھی بند ہوگئی ہیں۔ ایسے unpredictable ہم لوگ ہیں کہ وہ ماشاءاللہ تعالیٰ العزیز میچ آدھا دیکھ کے دل بھر گیا۔ اب خیال آتا ہے سپورٹس کو بھی چھوڑ و جی۔ اللہ اللہ ہی کرو خالی ٹی وی پہ۔

س: ہر وقت احساسِ گناہ طاری رہتا ہے۔ کیا کیا جائے؟

ج: یہ غلط ہے۔ Psychologically احساسِ گناہ کوئی شے نہیں ہوتی۔ میرے شیخ و مرشد سیدنا جنید بغدادؒ بھی بیٹھے تھے اور سیدنا خواجہ حارث المحاسبیؒ بھی بیٹھے تھے۔ تو کسی نے پوچھا تو بہ کیا ہے؟ تو ابو الحارث المحاسبیؒ نے کہا تو بہ یہ ہے کہ تُو ہر وقت گناہ کو یاد رکھے۔ شیخ جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ توبہ کیا ہے؟ تو کہا توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے کبھی یاد نہ آئے۔ اصولاً جب ہم اپنی خطا کو زیادہ یاد کرتے ہیں تو ایک وقت کے بعد جب اس خطا کا element ختم ہو جائے تو اس کی لذت واپس آجاتی ہے۔ اس لیے ہم سے بار بار خطا ہو جاتی ہے' بار بار ہم توبہ کرتے ہیں' بار بار ہم اپنے عہد کا نقص کرتے ہیں۔ شیخ جنیدؒ کہتے ہیں کہ جب تم نے کسی چیز کو چھوڑنا ہو تو دوبارہ یاد نہ کرو۔ یہ طلاق کی طرح ہوتی ہے۔ اگر ایک husband نے اپنی وائف کو طلاق دے دی بعد میں ساری عمر اسے یاد کرتا رہے تو کیا فائدہ۔ اسی طرح جب آپ گناہ کو ترک کرو تو اسے یاد نہ کرو۔ تب آپ پاک

صاف ہو جاؤ گے۔ پھر جو احساسِ گناہ میں مبتلا رہتا ہے' لگتا ہے اس کو نہ خدا پہ یقین ہے نہ رسول ﷺ پہ یقین ہے۔ خدا کہتا ہے میں معاف کرتا ہوں: "إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ "{التوبہ:118} خدا نے آپ کے باپ (حضرت آدمؑ) کا اپنے سامنے کیا ہوا گناہ معاف کیا۔ ہمیں تو نظر ہی نہیں آتا۔ ہم تو secondry advantage پہ ہیں۔ ہم تو عذر کر سکتے ہیں۔ آپ کون سا ہمارے سامنے تھے۔ مگر آپ کے باپ کے تو وہ سامنے تھا' جب اس نے خطا کی۔ آپ کی ماں سامنے تھی جب اس نے خطا کی۔ اگر خدا نے اتنی بڑی خطا کو معاف کر دیا تو آپ کے پاس تو عذر ہے کہ اللہ میاں ہم نے دیکھا کب تھا آپ کو۔ مسئلہ یہ ہے کہ خدا کہتا ہے یار میں تمہارا ہر گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ خدا کی وجہ سے یہ خوفِ گناہ ہے ناں۔ تو جب خدا کہتا ہے: " إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا "{سورة الزمر :53} تو آپ اللہ سے کون سی سند مانگتے ہو۔ پھر بھی اگر اعتبار نہیں کرتے کہ آپ کا گناہ معاف نہیں ہوتا تو اس کا مطلب ہے آپ کو اللہ پہ یقین نہیں ہے۔ پھر آپ کو رسول ﷺ نے بتایا ہے کہ جس نے توبہ کی وہ ماں کے پیٹ سے تازہ جنا گیا۔ بھئی ختم ہوئی ناں بات۔ پھر جان بوجھ کر آپ داستانِ گناہ طویل کیوں کرتے ہو۔ ایسے لگتا ہے آپ کو اپنی داستانِ گناہ میں زیادہ لذت آ رہی ہے' توبہ میں نہیں آ رہی۔ یہ فراڈ اللہ کے ساتھ نہیں چلے گا۔ اس احساسِ گناہ کی چھٹی کراؤ۔ توبہ کرو۔ پھر اگر واسطہ پڑ جائے' پھر توبہ کرو۔ جب تک ہمت ہے ناں توبہ کرتے رہو۔ تمہارے گناہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

عدمِ برداشت اور پاکستانی معاشرہ

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا(الاسراء:۸۰)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الصٰفّٰت:۱۸۲،۱۸۱،۱۸۰)

یہ جو آج موضوع دیا گیا ہے یہ بذاتِ خود کوئی مرثیہ کوئی المیہ نہیں ہے۔ یہ cause نہیں ہے۔ یہ effect ہے۔ باقی اگر اقوامِ عالم اپنے آپ کو درجاتِ علم پر رکھیں تو ہم ان کی تہذیب کو ریفرنس دیں گے۔ اگر کسی ''لا خدا'' معاشرے میں یہ چیز پیدا ہوگی تو ہم اس کو بہت سیریس سوشل ڈیفیکٹ قرار دیں گے۔ زمین و آسمان میں اللہ کے نزدیک جو معاشرتی انسانی تقسیم ہے وہ متعدد پہلو نہیں رکھتی۔ It has single dimension وہ دوئی اور ثنویت کا خالق ہے۔ وہ اگر چاہتا تو پوری کائنات کا ایک مذہب ہوتا۔ وہ اگر چاہتا تو آئینے کے دونوں رخ شکل دکھاتے۔ مگر

چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

ہر چیز کا ایک ردعمل مرتب ہوتا ہے۔ وہ کسی ویلیو کو exceed کرتا ہے یا negate کرتا ہے۔ خدا کے نزدیک احتسابِ عالم کی اس دنیا میں جو شخص احتساب کا مرکز

الٰہیات یا خدا کو رکھتا ہے وہ ایک سادہ سا شریف آدمی اللہ کے نزدیک اللہ کا ولی ہے۔ وہ آپ ہوں، میں ہوں، street man ہو، کوئی بڑا معزز بزنس مین ہو، وہ کوئی بھی ہوسکتا ہے۔

میں آپ کو اللہ کی تقسیم کا ایک پہلو بتاتا ہوں۔ ہم لوگوں میں ایک غلط فہمی بڑی seriously جڑ پکڑ گئی ہے کہ شاید ولی exceptional ہوتا ہے۔ ولی کبھی exceptional نہیں ہوتا۔ وہ ہم سب میں سے سب سے نارمل ہوتا ہے۔ وہ excessiveness جو ہم commit کر رہے ہوتے ہیں، وہ اس سے آزاد ہوتا ہے۔ کتنی غلط بات ہے جب ویسٹ سے ایک محاورہ سنتے ہیں کہ "یہ تم سے کیوں سرزد ہوا" تو جواب آتا ہے "We are made so" اگر کسی کو اپنی نااہلی کا بہت بڑا اعتماد دینا ہو تو اس ایک جملے سے دیتا ہے۔ "I made so, if I made so, so I do act like that." مگر خدا تو نہیں کہتا کہ You are made so. خدا نے آپ کی standardization کی ہے، وہ کہتا ہے "لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ "{التین:4} ہم نے تو آپ کو بہترین تناسب سے بنایا ہے۔ خواتین وحضرات! یہ تناسب کہاں کا ہے؟ جانوروں سے ہے؟ نہیں۔ عقل کا تو موازنہ ہی نہیں ہوسکتا۔ 350cc تو ہمارے کزن کا برین ہے، چمپینزی کا۔ ہمارا 2000cc کا ہے، اس سے بھلا کیا comparison ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمیں ان کی نسبت برتری اور وسعت نہیں دی جا رہی۔ ہمیں جانوروں سے زیادہ معزز نہیں کیا جا رہا۔ اگر ہم اپنی عزت کیلئے جانور کو حریف سمجھیں گے تو جانور ہم پر ہنسیں گے نہیں؟ کہ یار اتنی کوالیفیکیشن کے بعد مجھ غریب سے کیوں تم نے مُتھا (محاذ آرائی) لگایا ہوا ہے۔ ظاہر ہے انہیں بڑی شرمندگی ہوگی۔ تو جب یہ کہا گیا کہ تم بہترین تناسب میں تخلیق ہوئے ہو تو وہ ایسی سینس میں کہا گیا جہاں پروردگارِ عالم روزِ اول سے تخلیق کے ہزارہا پیٹرن بناتا بناتا ایسی مخلوقات پیدا کر چکا تھا، جو بظاہر ہم سے superior تھیں۔ فرشتے تھے، جنات تھے، وہ وجود کے محتاج نہیں تھے۔ وہ محض تعقل کی پیداوار تھے۔ وہ محض جذبوں کی پیداوار تھے۔ وہ جبلتوں کی پیداوار تھے۔ اور ان کے درمیان جو یہ تضادِ تخلیق پایا جاتا تھا، ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ ایک سپیریئر feelings دے رہا تھا۔

آپ کو یاد تو ہوگا کہ شیطان نے کیا کہا؟ جب مٹی، کیچڑ اور صدیوں کی گرد آلود بارشوں سے کالے کیچڑوں کی تہوں سے شفاف سا ایک جرثومۂ حیات پیدا ہوا، شیطان تو دیکھ رہا تھا۔ ہم

سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ جب اس نے غلاظت اور بُو سے نکلا ہوا انسان دیکھا تو اس کے تکبرات جاگے۔ وہ جو شعلۂ سبز کی تخلیق ہے۔ وہ جو ایسی گیسز کے والیم سے پیدا کردہ تھا۔ جیسے پرانے قبرستان اور مرگھٹ سے گزرتے ہوئے لوگ کہتے ہیں کہ یہاں جنات بہت بستے ہیں۔ وجہ پوچھیں تو کہتے ہیں جگہ جگہ روشنیاں چمکتی ہیں۔ تو دراصل مرگھٹ میں ہڈیاں پڑی ہوتی ہیں۔ ہڈیوں میں فاسفورس ہوتی ہے۔ تو جب ہوا کی رگڑ یا مَس سے وہ فاسفورس جلتی تھی تو سفید براق روشنیاں جنم لیتی تھیں۔ تو لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ جنات کی موومنٹ ہے۔ اسے جنوں کا مسکن سمجھتے تھے۔ آج بھی مرگھٹ سے گزرتے ہوئے چاہے کوئی پی۔ ایچ۔ ڈی ہی کیوں نہ ہو' اُدھر سے گزرتے ہوئے ڈرتا ضرور ہے کہ کہیں یہ بد روحوں اور جنات کا مسکن نہ ہو۔ تو یہ جو comparisons ہیں' صدیوں سے ہمارے اندر پڑے ہوئے ہیں' نسل کے' بقاء کے' ذات کے' شکل کے' صورت کے' ہر چیز کے یہ تعصّبات ہم میں differentiation create کرتے ہیں۔

ان تعصّبات کا آغاز جنات سے ہوا۔ ابلیس سے ہوا۔ ابلیسِ لعین سے ہوا۔ ابلیس کو نامراد کہتے ہیں۔ ہم بھی بڑے depress ہوتے ہیں۔ لیکن ابلیس ایک ایسا جن ہے جو ازلی depress ہے' ناکام اور نامراد۔ تو جب ایک بہت بڑے عالمِ تخلیق سے اللہ نے ایک بہت بڑا یوٹوپیا create کیا جسے جنت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل سے کہا کہ ذرا دیکھ کے آؤ کہ تمہیں ہماری جنت پسند آئی یا نہیں۔ حضرت جبرائیل گئے' دیکھ کے دنگ رہ گئے۔ اس خالقِ عالم کو واپس لوٹے اور کہا ''اے مالک! کون ہے جو اس کے ہوتے ہوئے اس کی آرزو میں گناہ کرے گا؟ کون ہے جو اس حسنِ کائنات کو دیکھ کر بھی گناہ کر سکتا ہے؟ اس کی آرزو میں تو لوگ مر جائیں گے۔ تو اللہ نے کہا:

''اچھا! تو جاؤ ذرا دوزخ دیکھ کے آ۔ تو جبرائیلؑ دوزخ کی طرف گئے۔ جب واپس آئے تو بڑے لرزاں وترساں اور بڑے پریشان' کہا اے اللہ! تو نے اتنی خوفناک دوزخ بنائی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے بھی کوئی دوزخ میں جانے کی کوشش کرے گا؟ تو اللہ نے کہا' جاؤ ذرا دوبارہ جنت کو دیکھ کے آؤ۔'' تو جبرائیلؑ جنت کو دیکھنے جب دوبارہ گئے تو اسے مکروہات سے لپیٹ دیا گیا تھا۔ اس کے اردگرد انتہائی ناپسندیدہ باتیں تھیں' جو انسان کو کبھی پسند آ ہی نہیں سکتی تھیں۔ واپس لوٹے اور

جبرائیلؑ بڑے افسردہ تھے۔ کہنے لگے"اے پروردگار! اگر جنت کا یہی عالم رہا تو اس میں تو ایک بھی مسلمان نہیں جائے گا۔ It is not likable at all; it is surrounded by all difficult things. How it is possible that somebody ever would wish to enter? تو اللہ نے کہا کہ "جا اب دوبارہ جہنم کو دیکھ کے آؤ۔" تو جبرائیلؑ وہاں گئے اور دیکھا کہ "کیا رونقیں تھیں' قوالیاں ہو رہی تھیں۔ بڑے بڑے مولانا بڑی بڑی حسین باتیں کر رہے تھے۔ سارا منظر خوبصورتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ پورا میڈیا وہاں تھا۔ ہر قسم کے پروگرام ہو رہے تھے۔ وہ واپس پلٹ کے آئے تو انہوں نے کہا "اے پروردگار! اتنی دلچسپیوں کے باوجود بھی کوئی جنت میں جائے گا؟" تو خواتین و حضرات! The rule of like and dislike is slightly different. آپ کہتے ہیں عدمِ برداشت' آپ کہتے ہو جھوٹ' آپ کہتے ہو مکر و فریب' آپ کہتے ہو غاصبانہ قبضہ' آپ کہتے ہو حسد' بغض' یہ جو آپ کے بڑے قرینہ ہائے زندگی ہیں۔ یہ تو آپ کے بت ہیں۔ آپ نے خود تراشے ہیں۔

تراشیدم پرستیدم شکستم

میں نے خود پالے ہیں' خود ان کو بڑھاتا ہوں' ان کو بڑا کرتا ہوں' ان کی پرستش کرتا ہوں۔ چھوٹے چھوٹے تعصبات کی میں پرستش کرتا ہوں۔ ہاں نصیب اچھا ہو' علم اچھا ہو' دانش مندی کا تقاضا ہو' اور میں ان سے بچ نکلوں تو پھر میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ I am slightly better than others, not better but slightly better than others. علم کا ایک بہت بڑا اصول ہے۔ بہت کچھ میں نے پڑھا دیکھا سنا۔ میرا خیال تھا کہ علم بڑے مسائل حل کر دیتا ہے۔ میرا خیال تھا کہ تجسس کی بہت ساری راہیں کشادہ کر دیتا ہے۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ جوں جوں زیادہ پڑھا۔ توں توں زندگی زیادہ گنجلک ہوتی گئی۔ پریشانی کا عالم بڑھ گیا۔ میں نے کہا سبحان اللہ' میں نے کہا ایک ہی تو حل دنیا نے بتایا تھا کہ علم سے بڑی چیزیں حل ہو جاتی ہیں' راہیں کشادہ ہو جاتی ہیں' قوسِ قزح فلک نظر آنی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ Anxiety اور بڑھ گئی۔ عدم برداشت اور بڑھ گئی۔ ایک تو ویسے پڑھے لکھے تھے' اوپر سے عالم کہلائے۔ تو تکبراتِ ذات نے کسی دوسرے انسان پر نظر ہی نہیں ڈالنے دی۔ قدم زمین پر بوجھل ہو گیا۔ عمامے لبادے بڑی بڑی خوبصورت شکلیں نکل آئیں۔ سخت گرمیوں میں بھی ہم

سات سات عمامے اور لبادے پہن کر نکلتے ہیں۔

مجھے یاد آیا جب جناب غزالیؒ ابھی صوفی نہیں تھے۔ حجۃ الاسلام محمد بن احمد الغزالی بڑا ٹائٹل ہے۔ وہ اسلام کی دلیل تھے۔ مگر ابھی دلیل نہیں ہوئے تھے۔ ابھی پرنسپل تھے۔ پروفیسر پرنسپل، مدرسہ نظامیہ میں۔ مورخ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ جب استاد باہر نکلتا تھا تو اس کے منہ سے کف نکلتی تھی۔ بازو اس کے اُلٹے پڑے ہوتے تھے۔ اور ہاتھ بڑھا کر کہتے تھے ''ہے کوئی میرے ساتھ بحث کرنے والا؟ ہے کوئی دلیل پر دلیل دینے والا؟ ہے کوئی ایسا بندہ جو عقل مندی کی بات کرے اور میں اس کو چیلنج نہ کروں؟'' اور لوگ ان سے بھاگتے تھے۔ کہ کیسا عالم ہے؟ کیا علم کا غرور ہے؟ کیا شانِ ادبیت ہے اس میں کہ بات بات پہ دعویٰ۔ کسی نے کہا کہ اقبالؒ کو تو یہ لفظ بھی بولنا نہیں آتا۔ کہ ''عار'' کو مؤنث باندھ لیا۔ grammarian's funeral یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے لفظی گرائمر پر آپ کی زندگی اجیرن کر دیتے ہیں۔ اِس کو اس طرح نہ باندھو۔ اُس کو اُس طرح تقسیم نہ کرو۔ یہ ہنگامے جو ہیں یہ اتنے زیادہ بڑھ گئے علماء کے کہ علمیت محض تکبرات کا ایک متبادل بن کر رہ گئی۔ تو خواتین و حضرات! علم کا ایک مروّجہ دستور جب ختم ہوا تو میں نے بھی چاہا کہ ان ساری باتوں کے بعد آخر علم ہو گا کہاں؟ دل کو تسلی کہاں سے ہو گی؟ وہ کیا تعلیم ہے، وہ کیا علم ہے جو انسان کے شعور کو بھی سمجھا دے اور اس کے دل کو بھی تسلی دے دیتا ہے۔ ایک بار ایسے ہی قرآن پڑھتے پڑھتے میں نے ایک آیت دیکھی۔ مجھے بڑی عجیب سی لگی۔ " أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ "{الرعد:28} ''میرے ذکر کے بغیر اطمینانِ قلب نہیں مل سکتا۔'' اللہ جب کہے تو بڑی خبرداری سے کہتا ہے۔ بڑی ڈانٹ پھٹکار سے کہتا ہے۔ کہ اگر تم ڈھونڈنے کی کوشش کرو، اپنی multi solutional دنیا میں تم بہت کچھ حاصل کر لو گے..... زندگی میں اچھا علاج مل جائے گا، گفتگو میں بظاہر ایک منافقانہ سلیقہ بھی آ جائے گا۔ چھوٹے موٹے titbits بہت نصیب ہوں گے۔ دولت بھی مل جائے گی، آرزو، انبار لگ جائیں گے۔ سہولتیں بھی بہت مل جائیں گی۔ آپ بھی مارکیٹ میں اسکیلیٹر پر چڑھ جاؤ گے تو سپر سانک بھی مل ہی جائے گی۔ مگر وہ جو کہہ رہا ہے کہ " أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ "{الرعد:28} ''مگر یاد رکھنا کہ دل کا اطمینان بغیر میری یاد کے نہیں ملے گا۔'' میں نے سوچا کہ یہ کیا اللہ میاں ہر وقت فارمولے ہی دیتا رہتا ہے..... میرے بغیر، میرے بغیر۔ انسان کا ایک تو طریقہ یہ ہے کہ یا تو وہ تھوڑے عرصے کیلئے

آزمائش سے سبق سیکھ لے۔ یا اپنی ضد پہ قائم بار بار ناکام تجربہ کر کے بالآخر زندگی بھی ضائع کرے اور تجربات بھی۔ اور تیسرا طریقہ سادہ سی صلاحیت ہے۔ جلدی سے مان لے۔ لیکن ہم لوگ اتنی جلدی ماننے والوں میں سے نہیں۔ So we try ہم پہلے خدا کے بغیر ہر وہ methodاستعمال کرتے ہیں جو ہمارے بس میں ہوتا ہے۔ صرف ایک بات defile create کرنے کیلئے کہ خدا کی یاد کے بغیر اطمینانِ قلب مل سکتا ہے۔

خواتین حضرات! یہ تو ہم نے دیکھ ہی لیا کہ میڈیکل کی کتابوں میں ہم روز دس نئے complexes کا اضافہ دیکھتے ہیں۔ پہلے ہم نے دو چار complexes سنے تھے' کسی کوneurosisہو گیا' کسی کوpsychosisہو گیا۔ کسی کوmild schizophrenia ہے' کسی کوstrong schizophreniaہے۔ اوراب اس حالت کو کیا کریں گے۔ Where entire human civilization suffers from the collective schizophrenia. کبھی آپ نے جنات کا علاج سنا تھا؟ جنات کی اگر کبھی counterpart میڈیکل ٹرم استعمال کریں تو اس کا مطلب ہے schizophrenia خوف کا احساس' سازش کا احساس' ایک لامحفوظ زندگی کا احساس' کبریائی کا احساس' بڑائی کا احساس' خوابِ عظمت کا احساس۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر اس کو کسی چھوٹی سی پنجابی ٹرم سے پکاریں تو ہم کہیں گے کہ ''اینوں جن پے گئے نیں۔'' مگر آپ کو پتہ ہے کہ جن کا علاج کیا ہے؟ بہت سادہ سا۔ پرانا زمانے میں جو''جنوں کے ڈاکٹر'' ہوتے تھے' وہ حاملِ جن کو الٹا لٹکاتے تھے۔ اور اس کے بعد اس پہ جوتوں کی برسات کی جاتی تھی۔ وہ بیچارہ تحفظِ زندگی کیلئے پکار اُٹھتا تھا کہ مجھے کوئی جن نہیں' نکل گیا' نکل گیا۔ Perhaps back out and refutation was the only rule and way out for the survival of schizophrenic patient. جب آپ پر ایک بڑا مرض سوار ہو تو دماغ پر اس سے بڑا خوف طاری کر دو۔ جب کسی کی زندگی بچانی ہو اور اسے کوئی بیماری ایسی ہے تو اُس کو جان کے خوف میں ڈال دو۔ بہت جوتیاں پڑیں گی تو وہ یہ سمجھے گا کہ میں اب گزرنے والا ہوں۔ تو کم از کم چھوٹے مرض سے نجات پا لے گا کہ میں اب ٹھیک ہو گیا ہوں۔

میں نے اپنی آنکھوں سے کئی بار دیکھا ہے۔ ایک مرض ہوتا ہےhysteria'

اکثر خواتین نفسیاتی الجھنوں کی وجہ سے 'local effects کی وجہ سے hysteric ہو جاتی ہیں۔ کبھی غصے میں ہو جاتی ہیں' کبھی فزیکل کسی کمی بیشی کی وجہ سے hysteric ہو جاتی ہیں۔ کبھی romantic emotionalism کی وجہ سے ہو جاتی ہیں۔ کبھی اپنی مظلومیت کے احساس کی وجہ سے ہو جاتی ہیں۔ کبھی واقعی شوہر کے ظالم ہونے کے احساس سے ہو جاتی ہیں۔ کبھی sadistic کبھی masochistic' یہ بہارِ دنیا تو چلتی رہتی ہے۔ مگر انہیں واقعی hysteria ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر مریض کو synthetic gas ناک میں سنگھا دیتے ہیں۔ اس کمبخت کی بُو بہت بری ہوتی ہے۔ میں نے ہلکی سے سونگھ کے دیکھی ہے۔ ڈاکٹر جبراً مریض کے ناک میں سنگھاتے ہیں۔ .Its pungency is intolerable میرے اپنے سامنے بہت سی hysteric خواتین کو وہ ہلکی سی سنگھائی تو وہ چیخ پڑیں کہ کون کہتا ہے میں پاگل ہوں میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ تو یہی حال schizophrenia کا ہے' یہ جو collective schizophrenia ہے۔ آپ کو ایک بات بتاتا ہوں۔ انسان چالیس ہزار سال کا ہے۔ neolithic age سے چلا۔ تہذیبیں آئیں' آبادیاں ہوئیں۔ بہت ترقی کی انسان نے۔ مگر سوچو تو سہی کتنی دیر پہلے سے ترقی شروع کی؟ میں ابھی ایک لیکچر دے کر ہٹا ہوں۔ اس کا عنوان تھا ?Does A Man Think۔ اس میں مَیں نے ایک جسارت کی کہ Nobody thinks میری یہ فکر اور اپروچ قرآن سے تھی۔ میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ حصولِ علم کی کتاب ہے۔ تو خدا نے بڑی بڑی باتوں کا ذکر کیا۔ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (1) وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا (2) وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا (3) وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا (4) وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا (5) وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا (6) اور پھر کہا.....وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا یہ جو عظمتیں میں نے تخلیق کیں جنہیں دیکھ کر تم قائل ہو جاتے ہو کہ بڑی بات کی اللہ نے' واہ اللہ واہ کیا چیزیں تخلیق کیں۔ یہ چمکتا ہوا سورج "وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا" {الزمر:69} جب یہ سورج روز طلوع ہوتا ہے تو ہم اس تخلیق اور صناعی کی داد دیتے ہیں۔ کیا خوب صورتی تخلیق کی' کیا روشنی' کیا ترفع تخلیق کیا! اندھیروں کا کیا علاج اللہ نے تخلیق کیا۔ "وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى (1) وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى" {الیل:2-1} کیا خوبصورت رات ہے جو ڈھانپ لیتی ہے۔

آپ کو پتا ہے کہ آپ کے زیادہ تر مسائل کی وجہ اس ترتیب کو اُلٹ دینا ہے۔ رات

ڈھانپنے والی ہوتی ہے۔ آپ آنکھیں پھاڑ کے بیٹھے ہوتے ہوٹی وی پہ اس چیز پہ اس چیز پہ۔ اگر دو بجے تک رات نہیں آئے گی تو ظاہر ہے اصولِ زندگی الٹا جائے گا۔ تو ظاہر ہے بہت سی بیماریاں لگیں گی، بہت ساری گھبراہٹیں آلگیں گی، بہت سارے امراض آلگیں گے۔ آپ اصولِ زندگی جو الٹ رہے ہو۔ خدا نے تو اصول یہ بنایا "وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى (1) وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى "{الیل:2-1} دن جو روشن ہے، کام کاج کی ترغیب کا باعث بنتا ہے۔ اور رات جو ڈھانپنے والی ہے۔ آپ ڈھانپنے والی کو زبردستی بے نقاب کر دیتے ہو۔ عریانی ہر چیز میں آ گئی۔ لے دے کے آپ نے اللہ کے حجاب کی دنیا بھی بے نقاب کر دی۔ رات سمٹنے والی تھی، اسے آپ نے سمٹنے سے روک دیا۔ جیسے کسی خاکروب کو صفائی سے روک دیا جائے۔ پھر گندگی تو پھیلے گی۔ آپ اگر اس قسم کی حرکتیں کریں گے جو اصولِ کائنات کو پلٹ دے گی تو آپ کی زندگی کو بھی نئے edges of principles چاہئیں۔ نئے سرے سے اس زندگی کے نئے قانون مرتب کرو۔ " وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا "میں نے نفسِ انسان کو درست کیا۔ یہ جو ''سَوَّاهَا'' کا لفظ استعمال کرتا ہے ناں، یہ high technology کے لیے استعمال کرتا ہے۔ بہت باریکیوں میں جا کر ہم نے نفسِ انسان کو درست کیا۔ آپ کو پتا ہے کہ اس کی تعداد کتنی ہے؟ کتنی باریک ہیں؟ کہ cerebral cortex میں ایک بلین سیلز ہوتے ہیں۔ اتنی بڑی گہری پیچیدہ نفسی اشکال کی دنیا بنائی ہے اس نے۔

مگر اہلیت کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ جو برین کے اسپیشلسٹ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ لاتعداد کائنات مرگئی انسانوں کی، حیاتیات کا بے حد نقصان ہو رہا تھا، کیونکہ انسانی برین کسی external stimuli کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ دیکھو آپ خود غور تو کرو۔ نام بھی homosapien رکھا گیا، جس کا مطلب ہے سوچ رکھنے والا۔ تھوڑی بھی نہیں بہت سی سوچیں رکھنے والا۔ اتنی زیادہ سوچوں والا انسان تھا، ایک تصور بھی پیدا نہ کر سکا، اپنے ''خیال'' سے ایک تصور۔ The reason was there was no spontaneous growth of thought in human mind. یہ بات جاننا بڑا important ہے۔ ہمارے دعاوی کتنے غلط ہو سکتے ہیں، یہ آپ سوچ لو۔ There was no spontaneous growth of thought in human mind. یہ تو فلسفہ بہت پہلے ختم ہو گیا تھا۔ تو پھر

ہوتا کیا ہے دماغ میں؟ An external stimulus is applied on to your brain. محض ایک حادثہ‘ ایک واقعہ‘ چھوٹی چھوٹی باتوں سے آپ کے برین میں ایک stimuli create کیا جاتا ہے۔ یہ جو دماغ کے اندر ایک بلین سیلز ہیں‘ ان کو میسج جاتا ہے کہ یہ واقعہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے کرنا یہ ہے کہ جلدی سے Everything is being shuffled and a response is created. اگر آپ نے response تخلیق کر لیا تو آپ زندہ ہو اور اگر response نہیں تخلیق کرتے تو آپ مردہ ہو۔ تو تمام ''ٹھاٹ'' جو ہے ایک external stimuli کے response کو کہتے ہیں۔ ایک اور بات سنو گے؟" فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا(8)" ہم نے الہام کیے فسق و فجور‘ اے ذہنِ انسان کے امانت دار و ہم نے الہام کیے فسق و فجور۔ ہم نے الہام کیے خیالِ تقویٰ۔ تقویٰ کا اظہار کیا جائے تو اس کا مطلب سمجھتے ہیں کہ یہ ایک سنگولر کیفیت ہے۔ یہ آپ کی عبادات پہ نہیں ہے۔ یہ تو آپ کی تمام خوبیوں پہ محیط ہے۔ کوئی اچھا کام کرو گے۔ اس پر تقویٰ کا لفظ بول سکتے ہیں۔ اندھے کو راستہ دکھاؤ گے تو تقویٰ ہے۔ کسی بدتمیزی کے جواب میں تمیز سے کام لو گے تقویٰ ہے۔ کھردری زبان کی جگہ شائستہ لکھنوی زبان تخلیق کر لو گے تو تقویٰ ہے۔ کسی تلخ ایٹی ٹیوٹ کے جواب میں اگر nice attitude اختیار کرو گے تو تقویٰ ہے۔ سرکارِ رسالت مآب ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی ہے..... ''فِدَاکَ اَبِی وَ اُمِی'' ہمارے ماں باپ ان پہ قربان ہوں۔ معاشرے کی خلاقیت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ جو ایسا اصول دے جائیں کہ جس کو جب دیکھا جائے اس کی لطافت برقرار آئے..... تو سرکارِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ نرمی جس چیز سے نکل جاتی ہے وہ بدصورت ہو جاتی ہے۔ فرمایا نرمی جس چیز میں داخل ہو جائے وہ خوبصورت ہو جاتی ہے۔ single law ہے۔ ساری عدم برداشت ختم ہو جائے گی۔ ہے ناں۔ اگر آپ کے ایٹی ٹیوٹ میں نرمی آ جائے اور آپ کو احساس ہو کہ میں نے اتنا سارا میک اَپ پہ جو پیسہ خرچ کیا ہے اگر صرف نرمی اختیار کر لی جائے تو ویسے ہی خوبصورتی آ جاتی ہے۔ تو نرمی جس چیز میں داخل ہو جائے‘ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ نرمی جس میں داخل ہو جائے وہ خوبصورت ہو جاتی ہے اور جس چیز سے نکال دی جائے وہ بدصورت ہو جاتی ہے۔

اب آپ کا چناؤ جو ہے زندگی کیلئے ان ویلیوز پر ہے جن کو آپ دیکھتے سنتے اور سمجھتے

ہیں۔ میں حیران ہوں کہ سات ہزار سال قبل کنفیوشس وہی بات کر رہا ہے۔ عہدِ قدیم کا پیغمبر ہو گا۔ مہاتما سدھارتا بدھا بھی وہی بات کر رہا ہے۔ راما چندرا وہی بات کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ جب اس کی رتھ پر ارجن سوار تھے۔ ارجن نے دیکھا سامنے لشکر کھڑا ہے۔ مدمقابل لشکر میں چچا زاد ماموں زاد سب کھڑے ہیں۔ تو ارجن کہتا ہے اے استاذ دیکھو ناں استاد ہر جگہ ہوتا ہے' ایک ہی ہوتا ہے لیکن ٹھیک ہوتا ہے' پڑھا لکھا ہوتا ہے۔ تو ارجن نے کہا اے استاد! یہ جائز ہے کہ ہم ان سے جنگ لڑیں؟ یہ میرے رشتے دار ہیں۔ کیا حکومت' اقتدار اور غلبہ اتنی بڑی ویلیو ہے کہ میں اس کیلئے اپنے سگے بھائیوں چچا زادوں اور بھتیجوں کی گردنیں کاٹوں؟ میں نہیں کرتا یہ۔ شری کرشن نے کہا کہ یہ بات جنگ کی نہیں ہے۔ یہ فسادِ خلق نہیں ہے۔ یہ کورکشیترا (kurukshetra) کا میدان اس لئے نہیں سجا کہ حکومت کیلئے جدوجہد کرے۔ پہلے یہ بتا کہ تو سچائی پہ ہے کہ نہیں ہے؟ ارجن نے کہا کہ اے استاد ہوں تو میں سچائی پہ' اتنا تو مجھے یقین ہے کہ میں سچائی پہ ہوں۔ اس نے کہا ارجن! سن لے کہ سچائی کا کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا' سچائی کا کوئی ریلیشن شپ نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اگر سچائی کے رشتے دار ہوتے تو پیغمبر کبھی نہ آتے کسی معاشرے میں۔ پھر پیغمبر کو آتے ہوئے رشتے دار علیحدہ کرنے پڑتے۔ یہ غلط سہی مگر ہیں تو رشتہ دار۔ سچائی میں کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسی کڑی حقیقت ہے۔ کیا آپ یہ جان لو گے۔

بہت سارے لوگ آتے ہیں مجھے بھی آ کے کہتے ہیں کہ وہ میرا کزن ہے' میرا بھائی ہے۔ اب میں اسے اپنے رسول ﷺ کا قول نہ سناؤں گا کہ ربِ کعبہ کی قسم ہے اگر میری بیٹی بھی چوری کرے گی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی sense of justice زیادہ کڑی ہے۔ تو میں اسے یہی کہہ سکتا ہوں شری کرشن کی زبان میں کہ سچائی کا کوئی رشتہ دار نہیں۔ اصل میں عقل کسی ایسے اصول پہ مفاہمت نہیں رکھتی' جو قرآن پہ نہ بیٹھے۔ اگر آپ صرف ایک اصول اپنا لیں تو یہ سارے انسانی نتائج باطل ہو جاتے ہیں۔ عدم برداشت reason نہیں ہے' نتیجہ ہے۔ ناانصافی نتیجہ ہے۔ اس کے پیچھے ان motives کا نتیجہ ہے جو ہم شروع سے اختیار کرتے ہیں۔ اگر میں آپ کو ایک قرآنک اصول سنا دوں' میں اپنی زندگی کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ یہ اصول اپنا لیں تو آپ عالمِ وقت ہو۔ کیا خوبصورت آیات ہیں۔ ترجمہ سناؤں گا صرف' تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ "هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ

الـدَّهرِ لَمْ يَكُن شَيْئاً مَّذْكُوراً "{الدھر :01}''اے حضرتِ انسان اس وقت کو یاد کر جب تو اتنا حقیر اور ناپائیدار تھا کہ کسی کتابِ زندگی میں تیرا ذکر نہ تھا"۔لَـمْ يَـكُن شَيْئاً مَّذْكُوراً " کہیں تیرا نام ونشان ہی نہیں تھا۔کوئی تیراذکر کرنے والا ہی نہیں تھا۔''

" لَـمْ يَـكُـن شَيْـئـاً مَّذْكُوراً "تُو ایک سنگولر سیل کی طرح کہیں کسی کائی سے چمٹا ہوا تھا۔ Will Durant نے یہ رائے pass کی ہے۔وہ کہتا ہے کہ یہ حضرتِ انسان طویل عرصے تک ایک جمود اور lethargy کی شکل میں کسی تالاب کے گند کے کنارے ایک چمٹے ہوئے ایک چھوٹے سے ذرے کی حیثیت میں تھا۔پھر اسے کہتا ہے دیکھ تُو سنگل سیل تھا' میں نے تجھے ڈبل سیل کر دیا۔ تھوڑا complicate کر دیا۔"إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ "{الدھر :02} پھر میں نے تمہارا نطفہ مخلوط کر لیا۔ابھی بھی وہ سیل' وہ سنگل سیل موجود ہے۔یہ جو روز آپ کو diarrhea ہوتا ہے ناں' جسے amoebic dysentery کہتے ہیں ۔یہ ameba single cell ہے۔paramecia single cell ہے۔

خدا نے اس ثبوت کو ابھی تک ہم میں زندہ رکھا ہوا ہے۔ابھی بھی آپ ایک single cell کی وجہ سے بیمار ہوتے ہیں' ہراساں ہوتے ہیں' پریشان ہوتے ہیں۔صبح شام لوٹا مصلا سارے ختم ہو جاتے ہیں۔ مجھے یاد آیا ایک بہت بڑے صوفی بزرگ تھے۔ان کا نام تھا حضرت ذوالنونِ مصریؒ۔تو ایک دفعہ بڑے ناز میں آ کے کہتے ہیں''اے اللہ میاں میں نے بڑی محنت کی ہے تیرے لئے' تو مجھے آزما کے تو دیکھ۔تو اللہ نے کہا اچھا! میں نے کیا آزمانا ہے۔ان کو مرضِ اسہال لگا دیا۔کوئی سات ایک دن تو لوٹا شوٹا چک (اُٹھا) کے پھرے۔پھر انہوں نے کہا کہ بس بہت ہو گئی آزمائش۔اب میری آزمائش پوری ہو گئی۔میں ناکام ہوا۔بڑے بڑے بادشاہ بھی اس زعم سے گزرے ہیں۔بخت نصر نے چاہا کہ اللہ مجھے آزمائے۔تو پھر اس نے خواب دیکھا کہ ایک انگلی آئی اور اس نے سرِ دیوار لکھا'مـنـی مـنـی تقیل ''مطلب' تُو دیکھا گیا تو پرکھا گیا تُو ناکام رہا۔ویسے اپنے آزمانے کی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔خدا کو جو سب سے زیادہ چیز پسند ہے وہ کمزوری ہے۔بندگی کا احساس ہی کمزوری میں ہے۔جس نے طاقت کا مظاہرہ کیا' پھر طاقت آزمائش میں چلی گئی۔وہ آزمائش میں چلا گیا۔پھر اس کا ٹیسٹ ہونا لازمی ہے۔کوئی انسان بھی خدا کی آزمائش کو سہار نہیں سکتا۔وہ بلا نہیں ہوتی۔کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ جہنم سے ڈرے۔

اسے خدا کے عفوودرگزر اور رحمت کی امید رکھتے ہوئے اسے جہنم سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ ایک چیز ضرور ہے' جن چیزوں سے آپ معاشرتی طور پر بہت پریشان ہیں۔ یہ جو جھگڑے ہیں لڑائیاں ہیں بین الجماعتی لڑائیاں ہیں۔ بین الاقوامی لڑائیاں ہیں۔ ان میں آپ کہتے ہیں کہ عدم برداشت ہے' لوگوں میں حوصلہ نہیں رہا۔ But the fact is we are all very possessive, and this possession can only be lost and balanced by the fear of God and nothing else. پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ زمین پر صرف دو انسان ہیں۔ ایک میرے' ایک شیطان کے۔ تیسرا کوئی ولی موجود نہیں ہے۔ آپ تو ولی ڈھونڈتے پھرتے ہوں ناں۔ اللہ کہتا ہے کہ زمین پہ صرف دو قسم کے انسان ہیں: " اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُواْ يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوُرِ "اللہ ولی ہے مومنوں کا' انہیں اندھیروں سے نکال کے روشنیوں میں لے جاتا ہے۔ اور یہ جو کفر کرنے والے ہیں یہ شیطان کے ولی ہیں:"وَالَّذِيْنَ كَفَرُواْ أَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ " یہ روشنیوں سے بندوں کو نکال کے اندھیروں کے رخ لے جاتے ہیں۔"أُولَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ "{ البقرہ: 257} یہی جہنم کے حقدار ہیں۔ اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ اللہ کے نزدیک زمین پر صرف دو ولی ہیں۔ نہ کوئی عالم' نہ کوئی سائل' نہ کوئی فقیر' نہ کوئی قلندر' ایک اللہ کے دوست ہیں اور دوسرے شیطان کے دوست ہیں۔ کم از کم ایک بیسک ڈگری آف آنر تو اس نے سب کو دے دی ہے۔ کہ جو اللہ کو تسلیم کرے گا' جو مانے گا' جو اس سے محبت رکھے گا' جو اپنی اقدار کو اس کی خاطر ترک کرے گا' جو اپنی جبلتوں کو اس عقل کے تحت لائے گا جو اللہ نے ہمیں امانت کے طور پر دی ہے تو یقیناً وہ اللہ کا دوست ہے۔ چاہے کسی بھی حیثیت پہ ہو۔ اب جن کو آپ بزرگ مانتے ہو ان میں تھوڑا فرق ہے۔

قرآن میں ذکر ہے کہ یہ کوئی فلسفۂ یونان کی پیداوار نہیں ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلم intellectual کہتے ہیں کہ Muslim mysticism is direct result of Greek philosophy-Alexandrians concept ایسا کچھ بھی نہیں۔ سارے تصوف کی بنیاد تھوڑے سے زیادہ کام کرنے میں ہے۔ اللہ نے کہا'' اے میرے بندے! اگر تو برابر کا بدلہ لے تو ٹھیک ہے۔ اگر معاف کردے تو بڑی بات ہے۔ اللہ نے کہا"اُتْلُ مَا أُوحِيَ

اِلَیکَ مِنَ الکِتَابِ " ''کتاب کی تلاوت کرو ٹھیک ہے" وَأَقِمِ الصَّلَاۃَ "نماز قائم کرو بہت اچھی بات ہے" إِنَّ الصَّلَاۃَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ " یہ تمہیں فحش اور منکر سے روک دے گی۔"وَلَذِکْرُ اللّٰہِ أَکْبَرُ "{العنکبوت:45} مگر ہماری یاد بھی کرو گے تم؟ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔

آپ نے دیکھا کہ قرآن کی آیات کی رُو سے اولیاء کا ایک نارمل ایٹی ٹیوٹ ہے۔ قرآن پڑھنا اور نماز پڑھنا اللہ کے دوستوں کی ایک عادت ہے۔"وَلَذِکْرُ اللّٰہِ أَکْبَرُ " مگر اگر خدا کو یاد بھی کرتے رہو گے ہمہ وقت:"فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ Oوَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ " {الروم:18-17} صبح شام یاد بھی کرتے رہو گے تو بڑی بات ہے۔اب صبح اٹھنا کتنا دشوار ہوتا ہے حالانکہ رات کی تھکن سردیوں کی شاموں میں پوری ہوگئی ہوتی ہے۔تو یہ صبح اٹھاتا کیوں ہے؟ آپ ہی کی خاطر آپ کو اٹھاتا ہے۔If you can understand:"وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا "{بنی اسرائیل:78}''کہ صبح کا قرآن حاضر کیا جاتا ہے۔''سو اگر تمہیں دیر کا خطرہ ہو کہ فرشتے تھوڑی دیر لگائیں گے۔فرشتہ لگاتا ہے پچاس ہزار سال per 24 hours۔آپ بڑا easily ماپ سکتے ہو۔اگر کوئی mathematician ہو تو سپیڈ کیلکولیٹ کرسکتا ہے۔اللہ فرماتا ہے کہ میرا فرشتہ اتنا اوپر چڑھتا ہے جتنا تم لوگ پچاس ہزار سال میں طے کرتے ہو۔تو پتہ لگ جائے گا ناں کہ اس کی سپیڈ کیا ہے' easy calculation ہے۔اس کی سپیڈ کو ماپنا چاہتے ہو تو بہت آسان ہے۔اور تم بہت جلدی چاہتے ہو کہ ادھر تم یہاں اس کو یاد کرو اور ادھر اللہ کے ہاں پذیرائی ہو' تو آپ بھی تھوڑا صبح اُٹھ جایا کرو۔کیوں؟ کہ:"وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا "{بنی اسرائیل:78} فجر کا قرآن حاضر کیا جاتا ہے۔وہ نماز میں پڑھو تو حاضر کیا جاتا ہے۔ویسے تھوڑی سی کوشش کرلو تو حاضر کیا جاتا ہے۔اور خواتین و حضرات! جو شخص صبح اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کا سارا دن ایسے گزرتا ہے جیسے بڑے ناز میں بڑے خوبصورت فرش پہ بڑا اترا اترا کے چل رہا ہو۔بار بار پیچھے ریفرنس پہ دھیان جاتا ہے کہ یار! آج میں نے صبح کی نماز پڑھ لی ہے' آج میں نے صبح کی نماز پڑھ لی ہے۔اور اگر صبح کی نماز قضا ہو جائے تو ایک عجیب سی نحوست سے دن

گزرتا ہے۔ایک sense of loss سارادن سر پر طاری رہتا ہے۔اوئے ہوئے آج صبح ہی نماز miss ہوگئی' قضا ہوگئی۔

ویلیوز اپنے Origin کو مڑتی ہیں۔یہ دماغ کی عادت ہے۔اور حیرانی کی بات ہے کہ محبتیں اور نفرتیں reptilian brain سے ہی نکلتی ہیں۔lithium میں نہیں ہوتیں۔آپ کو پتہ ہے کہ سب سے lowest brain سے محبت نکلتی ہے ۔ہمارا تو خیال ہے کہ بڑی qualitative ہوتی ہوگی۔وہ صفات کی تھوڑی ہوتی ہے۔ ہمارا خیال ہے برین جب تک انتہائی تنافس میں نہیں جاتا' انتہائی نفاست میں نہیں جاتا' fanciful imagination میں نہیں جاتا' تب تک محبت سینۂ انسان میں پیدا نہیں ہوتی ۔نری خرافات! محبت کا scientific origin trace کیا گیا تو پتہ چلا کہ محبت کا origin reptilian brain ہی ہے۔جانورانہ' وہ جو زمین پر رینگنے والے جانور کی عقلی حیثیت ہوتی ہے' بالکل ویسی ۔بہر حال کیوں ایسا ہوا؟ خواتین وحضرات! سب سے پہلی بات یہ ہے کہ محبت ہماری نہیں ہوتی ۔ یہ ڈالی جاتی ہے۔ میں اب بھی کسی کو جب دعا دے دیتا ہوں' جب بہت سے لوگ آپس میں لڑ رہے ہوتے ہیں' میاں بیوی لڑ رہے ہوتے ہیں' جائز و ناجائز لڑ رہے ہوتے ہیں' باپ بیٹا لڑ رہے ہوتے ہیں۔میں انہیں کہتا ہوں کہ یہ دعا مانگو:''اَللّٰھُمَّ اَلِفْ بَیْنَ قُلُوبِنَا۔''اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت ڈال دے۔سوال تو اُٹھتا ہے' میرے اپنے ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ یہ کیا؟ محبت تو میرے دل میں ہے' میرا ذاتی اثاثہ ہے۔مگر دعا یہ بتاتی ہے کہ نہیں یہ بھی کہیں باہر سے ہی آتی ہے۔اب میں بیچاری سسّی کو کسی اور طرح سے دیکھتا ہوں' پنوں کو مجبور سمجھتا ہوں۔ جب ان کی چیز ہی نہیں تھی۔ایسا غلبۂ حال ڈالا گیا ان پر۔گزر گئے ایک دوسرے کی خاطر۔تو یہ محبتیں جو ہیں:''اَللّٰھُمَّ اَلِفْ بَیْنَ قُلُوبِنَا وَ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا۔''اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت ڈال دے۔ہماری ذاتوں کی اصلاح کر دے۔یہ ضروری ہے کہ ہم اگلے جملے پڑھیں۔یہ ضروری نہیں ہے کہ جب وہ محبت ڈالے گا تو وہ ساری constructive ہوگی۔وہ destructive بھی ہو سکتی ہے۔اس لئے اس کو پورا سمجھنا بھی ضروری ہے:''اللّٰھم اَلِف بین قلوبنا و اصلح ذات بیننا۔''ہماری ذاتوں کی اصلاح بھی کر دے:''وَاھْدِنَا سُبُلَ السَّلَام۔''اور ہمیں سلامتی کا رستہ بھی دکھا دے۔یہ بہت important ہے۔

جب اللہ نے حضرت موسیٰ کو as a child بھیجا' حضرت آسیہ کی طرف' جو فرعون کی زوجہ تھیں۔ تو ساتھ ایک جملہ چھوٹا سا لکھ دیا۔ ہم نے آسیہ کے دل میں اس بچے کی محبت ڈال دی۔ اس بیچاری کو کیا پتا کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟ عام حالات ہوتے تو کیا ہوتا؟ وہ کہتی کہ یہ بنی اسرائیل کا فضول سا بچہ' اٹھا کے پھینک دو کہیں۔ مگر خدا نے جب یہ کہا' میں نے اس کے دل میں اس بچے کی محبت ڈال دی' پھر وہ بچہ نہیں رہا۔ وہ موسیٰ علیہ السّلام ہو گئے۔ پیغمبروں کا وہی حال ہوتا ہے جو آپ کا ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ بڑی مغرور اور سرکش قوم ہیں۔ جا ذرا ان کو اصلی طاقت کا آئینہ دکھا۔ ان کو جرأت دے اور ان کو اخلاق سکھا۔ مذہب سکھا۔ انہوں نے جو یہ سب ظلم اور غیر برداشتی عمل اختیار کیا ہوا ہے کہ نوزائیدہ بچوں کو قتل کرتا پھرتا ہے' اس ظالم کو جا کے سبق دے۔ جملہ کیا لکھا؟ ''اے موسیٰ! اس قومِ عالین کو ان کی سرکشی کی سزا کیلیے میں تم کو مقرر کر رہا ہوں' جا۔'' حضرت موسیٰ نے کہا کہ ''اے اللہ! میں تو بہت ڈرتا ہوں ان سے۔ میں نے ان کا بندہ قتل کیا ہوا ہے۔ یہ مجھے مار دیں گے۔'' اللہ نے فرمایا ''اے موسیٰ! میں تیرے ساتھ نہیں ہوں؟'' یہ جتنے انقلاباتِ زمانہ ہیں' جتنے مجاہدینِ اسلام ہیں اور جتنے ہمارے لیڈرز ہیں جو اسلامی جدوجہد کر رہے ہیں' پچھلے سو سال سے۔ یہ سارے کے سارے آپ کو اسلام سکھا رہے ہیں' سارے کے سارے آپ کو دستورِ اسلام دے رہے ہیں۔ غلبۂ اسلام کی نوید دے رہے ہیں۔ آج تک کامیاب نہیں ہوئے۔ تحریکِ محمدیہ انڈونیشیا میں اٹھی' اخوان المسلمین اُٹھے۔ hardly چھ مہینے نہیں گزرے تھے کہ رسوائی پا کر پھر زمین دوز ہو گئے۔ ادھر جماعت اسلامی بیچاری چیخ رہی ہے۔ ابھی ہمارے نئے عالم آئے ہیں۔ کیا بات ہے ان کی بھی۔ اتنی ساری اسلامی موومنٹ اُٹھیں اور کامیاب نہیں ہوئیں۔ ایک مختصر سا سوال تھا ناں حضرت موسیٰ کی آیت میں' کہ کیا میں تیرے ساتھ نہیں ہوں؟''

خواتین و حضرات! ان کے ساتھ واقعی اللہ نہیں تھا۔ ایک بار آزاد کشمیر کے بڑے بڑے لیڈر میرے پاس آ گئے۔ آج جن کے بڑے بڑے نام ہیں۔ صلاح الدین تھے۔ یٰسین ملک تھے اور دوسرے بڑے بڑے تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہم نے اس انقلاب میں کامیاب ہونا ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے' تم یہ آیت اوپر لگاؤ جھنڈا لگاؤ اور کہو کہ اے رب العالمین! ہماری زندگی ہماری حیات و ممات سب تیرے لیے ہیں۔ تو آپ بڑی جلدی کامیاب ہو جاؤ گے۔ میں نے تو ویسے ہی فارمولہ پیش کر دیا۔ تو کہتے ہیں کہ نہیں جی ہم یہ نہیں لکھ سکتے۔ میں نے پوچھا کیوں نہیں لکھ

سکتے ؟ کہنے لگے ہم جہاد نہیں کر رہے ہیں ۔ہم نیشنل وارلڑ رہے ہیں ۔ میں نے کہا کمال کی بات ہے' پھر اور لڑے جاؤ۔ It is a war of treason which what so ever get start will be defeated. جاؤ لڑو۔ پھر خدا سے کیا طلب کرتے ہو؟ خدا کی تو عادت ہی عجیب ہے۔ وہ کہتا ہے'' جو میرے لئے لڑتا ہے' جس کی میں سپورٹ کرتا ہوں' میں اس کے ہراول دستے میں لڑتا ہوں۔'' میں نے کہا وہ تمہارے لئے ہراول دستے میں نہیں لڑ رہا۔ تو لڑو' مرو مارو۔ جو تھکے گا وہ ہارے گا۔ تو اللہ کی طرف سے جو نشان ہوتا ہے' کسی کے فاتح ہونے کا کہ اللہ خود اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس نے کہا'' موسیٰ! کمال ہے تم لشکر ہو یا اکیلے یہ معنی نہیں رکھتا۔ اس نے بدر میں کہا کہ میں نے تمہیں پانچ ہزار ملائکہ سے مدد دی۔ یہ تو تمہاری تسلی کیلئے تھا۔ میں چاہتا تو تمہیں بغیر لڑے بھی غالب کر سکتا تھا۔ بہت بڑی دھمکی اس نے دی۔ بہت چھوٹے سے پتھر کے ساتھ۔ کہ بڑے ناز و غرور میں رہتے ہو ناں زندگی کے بارے میں' بڑی شان سے رہتے ہو۔ کیا سمجھتے ہو کہ سائنس اتنی پراگرس کر جائے گی کہ نینو ٹیکنالوجی تمہیں ٹیلی کائنیسز میں پہنچا دے گی۔ تمہاری زمین نکلتی ہوئی کائناتِ وسیع و بسیط میں کھو جائے گی۔ تم نئی بستیاں بسا لو گے۔ یہ تو سب ٹھیک ہے' اگر زندگی چلتی رہے' قیامت نہ آئے' کوئی رکاوٹ نہ آئے' ایسے ہی ہو گا۔ مگر اس بات کا کیا کرو گے کہ اگر میں کائناتِ بالا سے ایک کنکر بھیج دوں تو دیکھتے ہی دیکھتے تم تمام کے تمام موت کے گھاٹ اتر جاؤ گے۔ Everything will be finished. سب ختم ہو جائے گا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو کے فضائے بسیط میں تم کھو جاؤ گے۔

ہمارے ہاں ایک بہت بڑے صوفی گزرے ہیں۔ ان کا نام ابوحارث المحاسبیؒ۔ بڑے تلخ' تیز' بڑے سیریس اور سنجیدہ سے صوفی تھے۔ المحاسبی ان کا لقب اس لئے آیا کہ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ ایک بات کہہ کہ خاموش ہو جاتے تھے۔ ان سے پوچھا! حضرت یہ کیا؟ ایک بات کہہ کہ خاموش کیوں ہو جاتے ہیں؟ کہتے ہیں بات یہ کہ میں ہر بات کہہ کے محاسبہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ بات اللہ کے خیال سے کہی یا اس کے خیال کے بغیر کہی۔ میں نے بات اس کے دھیان سے صحیح کہی یا غلط کہی۔ اگر یہ طے ہو جائے کہ میں نے جو بات کی ہے خدا کی مرضی' اس کی محبت' خوف سے کی ہے تو پھر اگلی بات کہتا ہوں۔ ورنہ میں اپنا منہ بند کر لیتا ہوں۔ عجیب عجیب لوگ گزرے ہیں۔ کبھی بھی تقویٰ اعلیٰ نشان نہیں ہوتا۔ مجھے ایک شخص نے کہا کہ ہمارے ہاں اتنے ایماندار لوگ

گزرے ہیں کہ وزیراعظم ہوئے تو انہوں نے اپنے لوگوں کو لیکچر دیا کہ میں نے 25 برس کی سروس میں کبھی بھی ناغہ نہیں کیا۔ تو وہ یہ بڑے فخر سے سنا رہے تھے۔ ایسے لوگ بھی پاکستان میں ہیں۔ تو میں نے کہا ہاں ایسے پاگل لوگ بھی ہیں۔ انہیں سروس کے دوران ایک دن کیلئے گوارا نہیں ہوا کہ میری کرسی پر کوئی اور بیٹھ جائے۔ ایسے ایسے rigid لوگ، کسی شخص کے تقویٰ کی مثال دیں گے کہ موصوف اتنے مجاہدانہ جذبے کے مالک ہیں کہ رات اور دن عبادات میں مصروف رہتے ہیں۔

خواتین وحضرات! یہ قابلِ تسلیم باتیں نہیں ہوتیں۔ دیکھو قرآن کیا کہتا ہے؟ گناہوں کو تسلیم کرتا ہے، گنجائش پیدا کرتا ہے۔ "اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ " تم اگر بڑے گناہوں سے پرہیز کرو۔ " اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ"{النجم:32} چھوٹے تو تم کرو گے ہی۔ تم اگر بڑے گناہوں سے اجتناب کرو تو چھوٹے تو تم کرو گے ہی۔ تو اس نے تو ایک area create کر دیا۔ یہی ہوگا ناں کوئی سینٹ ویلنٹائن سینٹ فلاں، خط رُقعے ایکسچینج کرنے ہیں، کوئی دوستیاں کوئی یہ فراڈ شراڈ ہوتا رہتا ہے۔ یہ جذباتی فراڈ تو چلتے ہی رہیں گے۔ تو پھر خدا کہتا ہے کہ تم گریز کرو اور اپنی غلطیوں پر تھوڑے عرصے کیلئے ٹھہرو تو یقین کرو کہ میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ اس سے بڑا قانون اس نے پیش کیا اور اپنے پیغمبر ﷺ کو یہ فرمایا کہ "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ " ''اے میرے پیغمبر! میرے بندوں کو کہہ دے کہ تم نے کتنے بھی بڑے گناہ کیوں نہ کیے ہوں، کتنا بھی ظلم اپنے اوپر نہ کیا ہو، کتنے بھی خسارے کیوں نہ اٹھائے ہوں، ایک کام نہ کرنا "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ " اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اس کے کرم سے مایوس نہ ہونا۔ تمہارے عمر بھر کے گناہ اس کی کائناتی مغفرت کے ایک ذرے کو نہیں پہنچتا۔ یہ اس بات سے نہ ڈرنا کہ تمہارے گناہ کتنے ہیں، اس رحمتِ مجسم سے گریز نہ کرنا۔ اللہ کے کرم سے مایوس نہ ہونا۔ "اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"{ الزمر:53} ''تمہارا رب وہ ہے جو تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

خواتین وحضرات! آپ کہو گے تو سہی کہاں عدم برداشت اور پاکستانی معاشرہ اور کہاں یہ لیکچر، بات یہ ہے کہ I only tried to drift; drifting towards real cause of intolerance. پاکستانی معاشرے میں عدم تشدد کی کوئی روایت پہلے سے موجود نہیں تھی۔ میں نے 1962ء اور 1970ء کا لاہور دیکھا ہوا ہے۔ میرے دوست بھی بیٹھے

ہیں جنہوں نے دیکھا ہوا ہے۔ بہت خوبصورت جگہ تھی۔ It was one of the most heavenly places. بہت خوبصورت، بہت حسین۔ آدھی رات کیا، ہم ساری ساری رات ان سڑکوں پر گھومتے تھے۔ ہمیں کوئی عدم برداشت نظر نہیں آتی تھی۔ بلکہ رات کے مسافر ایک دوسرے کے زیادہ شناسا ہوتے تھے۔ زیادہ محبت سے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے۔ عدم برداشت کی اصل وجہ عجلت ہے۔ اس بے چینی اور اضطراب کی دنیا میں ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا اور ہم لڑ پڑتے ہیں۔ میں ایک بار انگلینڈ چلا گیا لیکن وہ مجھے پسند نہیں آیا۔ اتنا واہیات علاقہ میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔ ایک بار اندر چلے جاؤ تو ایسے لگتا ہے کہ کسی قید میں چلے گئے ہو۔ چھوٹے چھوٹے کمرے، واش روم تو سرے سے ہی نہیں۔ آدمی اپنی باری کے انتظار میں کھڑا رہتا ہے۔ مگر باہر کی دنیا میں انقلاب ہے۔ And that is only fanciful thing over there. البتہ ہمارے ہاں صرف ایک مسئلہ ہے۔ ہر کوئی لائن میں گھسا چلا آتا ہے۔ وہ ایک لمحے کا انتظار نہیں کرتا۔ Impatience is the real cause of this intolerance. یہ عجلت جو ہمارے مزاجوں میں ہے۔ یہ اکساتی ہے ہمیں غلط رویوں پر، پھر اسے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔

ہمارے قوانین بھی نرم ہیں۔ ہمارے قوانین کی جو enforcement ہے، وہ بھی قابلِ ستائش نہیں ہے۔ پاکستانی معاشرے میں طبقاتی تقسیم بھی قانون کے اطلاق میں رکاوٹ بنتی ہے۔ پھر یہاں انقلاب کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ کو سچی بات بتاؤں These things do not need a revolution; these things need proper commitment and proper education. اور اگر یہ موٹر وے کی پولیس مہذب ہے ناں تو ان کی سیلری بھی اچھی ہے۔ شاید اِدھر بھی آپ سیلری اچھی کر دیں تو یہ بھی آپ کو بہتر behavior شو کریں۔ گالی کا جواب گالی ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک تو آپ کو سمجھنا ہے کہ گالی دینا اور گالی نہ دینا برابر نہیں ہے۔ بھلائی اور برائی برابر نہیں ہیں۔ اگر برائی ہو جائے تو اس کا جواب بھلائی سے دو۔ This is the counterpart ہر آدمی کسی نہ کسی مرض کا علاج ضرور ہوتا ہے۔ اور مگر مجھے ایک مرض ہو گیا تو میں اسے مرض سے ٹھیک نہیں کر سکتا۔ جو رُول ہم نے دوسروں پر apply کرنا ہے وہ ہمیں اپنے لئے بھی اپلائی کرنا پڑے گا۔ بیماریوں کی روک تھام کے اصول کی

طرح ہمیں معاشرے پر بھی یکساں رُول اپلائی کرنا ہوگا۔اگر میں مرض کو مرض سے دور کر سکتا تو بڑا فاتحِ وقت ہوتا۔ایسا نہیں ہوتا۔ہم اس کے counteraction سے اس کو دور کر سکتے ہیں۔اور حضور کا ارشاد ہے "اگر کوئی برائی کرے تو اچھائی کرو۔جب ایسا کرو گے تو تماری دشمنی ایسی دوستی میں بدل جائے گی کہ جیسے ناطے داری ہو" اور جن میں صبر ہو تو یہ حضورﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ یہ بڑی بات ہے اور یہ بڑی مشکل سے ملتی ہے۔کیوں نہ کوشش کریں کہ ذرا سا صبر پیدا کیا جائے۔.Sub-continent is the place of inferiorities یہاں آپ کو نارمل لوگ نہیں ملتے۔یہاں کا معزز اور درمیان کا شخص ہو تمام کے تمام لوگ Inferiority کو برداشت کرتے ہیں' کسی نہ کسی انداز میں۔شاید یہ اصل وجہ ہے کہ زندگی بھر ہم کسی نہ کسی تکبرات کا تجاہل کا شکار رہتے ہیں۔اگر ہم تھوڑی سی کوشش کر کے اپنی ان Inferiorities کو متوازن کریں' ہم سوچیں تو سہی کہ ہم میں کس چیز کا انداز پیدا ہو رہا ہے؟ ہم کس چیز پر غرور کا اظہار کر رہے ہیں؟ کس چیز میں اندازِ تفاخر پیدا کر رہے ہیں؟ اور ہم کیوں اتنی تحقیر محسوس کرتے ہیں۔جس نے اپنی Inferiority کو متوازن کر لیا۔اس نے اپنے آپ کو بیلنس کر لیا' اس نے اپنی sense of superiority کو کینسل کر دیا۔یہ وہ شخص ہے جو نارمل ہے۔یہی وہ شخص ہے جس کی خدا تعریف کرتا ہے:"أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ" {یونس:62} میرے دوست وہ ہیں جو fear اور frustration سے آزاد ہیں۔" And those who are free from fear and frustration they have no such problems of intolerance. عدم برداشت ان کا مسئلہ نہیں ہے۔یہ ان کو مسئلہ ہے جو inferiority sicken ہیں۔کوئی پیسے سے بھی معزز ہو سکتا ہے؟ کوئی رینک سے بھی معزز ہو سکتا ہے؟ یہ چند وقفوں کے جو رتبے ہیں' یہ کبھی آپ کو انسان سے بھی بہتر کر سکتے ہیں؟ اور اگر کریں گے تو پھر جگر مراد آبادی کا شعر بہت اچھا ہے۔

جہلِ خرد نے یہ دن دکھائے
گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

So don't suffer shadows, walk into the open sun. Believe in God, believe in truth, believe in yourself. کہ آپ

اللہ کے دوست ہو۔ پھر یہ معاشرہ ہر قسم کی 'عدمیت' سے بدل جائے گا۔ May Allah be with you.

وماعلینا الاالبلاغ

سوال و جواب

س: پاکستان میں بہت سے ہمارے صوفیائے کرام ہیں جو اس بات کو ڈیفنڈ نہیں کر پا رہے' جیسے اوریا مقبول جان صاحب کہتے ہیں کہ 'داعش' اسلام کی سلامتی کی جنگ لڑ رہی ہے اور دوسری طرف ہم اس کے اینٹی کام کر رہے ہیں۔

ج: I believe کہ اوریا مقبول جان صاحب کو انفارمیشن کی کمی سے واسطہ پڑ رہا ہے۔ یہاں داعش کا نام و نشان بھی موجود نہیں ہے۔ مگر چونکہ متعدد گروپ شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں جو پہلے سے rigid تھے۔ وہ ایک نیا سٹنٹ (stunt) Perhaps a new side of fear create کرنے کیلئے ایک دو چار لوگوں نے ان کے ٹائٹل اپنے اوپر لگا لئے ہیں۔ داعش کو تو ضرورت ہے ایک ایک فرد کی' وہ تو بلکہ ادھر سے جو miscreants ہیں پاکستان کے' ان کو طلب کر رہے ہیں' اپنی صفوں کو مضبوط کرنے کیلئے۔ پاکستان کا کسی نے کیا بگاڑ لینا ہے؟ جہاں ساری دنیا کی فوجیں ناکام ہو گئی تھیں' وہاں پاکستان آرمی نے ایک huge number کو جو ساری دنیا کے لئے خطرہ بنا ہوا تھا' اس کا مکمل صفایا کر دیا ہے۔ اب میرا خیال ہے کہ آپ کو حادثات کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اب کل ہی انگلینڈ میں ایک واقعہ ہو گیا۔ as far as جو اوورآل scenario ہے اس میں کہیں نہ کہیں کوئی حادثہ ہو جانا کوئی بم پھٹ جانا (کوئی اچنبے کی بات نہیں)۔ اب کل ہی میں ایک خبر بڑی حیرانی سے پڑھ رہا تھا کہ کراچی میں پہلی مرتبہ دن رات میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ یہ کل ٹی وی پر فلیش کر رہا تھا۔ مطلب یہ کہ ہوتے ہوتے پاکستان پورا صاف شفاف اور امن سے مزین ہو گا۔ the only difference is کہ ہمیں اس سے خطرہ نہیں ہے۔ اگر دشمن واضح ہے تو وہ خطرناک نہیں ہے۔ ہمارے اپنے اندر افلاس ہے۔ ہماری honor نہیں رہی' مسلمان ہونا۔ ہمیں مسلمان ہونا respectable نہیں لگتا۔ یہ بڑے

افسوس کی بات ہے۔ ہم چھوٹے چھوٹے western consepts کو زندگی کے بڑے بڑے اصول سمجھ لیتے ہیں۔ .I have gone there, I have seen there بلکہ وہاں کے کئی لوگوں نے مجھے پوچھا کہ ہم convert ہو جائیں؟ میں نے انہیں کہا کہ Why should you convert? میں نے کہا میں نے تمہیں موقع دیا' سوچو غور کرو' اپنے طور پر فیصلہ کرو کہ تم ٹھیک ہو کہ غلط ہو۔ تو میرے کہے سے نہیں۔ میں نے جا کے اخبار میں تو نہیں لکھوانا کہ میری وجہ سے پانچ ہزار انگریز مسلمان ہو گئے۔ یہ بڑی واہیات سی ایک قسم ہے کہ ہم اپنی وجاہت کا انحصار ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر رکھتے ہیں۔

دوسرا ہمارا سب سے بڑا پرابلم' بلاوجہ عزتیں اور رتبے دینے کا ہے۔ ویسٹ میں ایسی کسی appreciation کا تصور نہیں ہے۔ میں آئن سٹائن کو آئن سٹائن ہی کہتا ہوں۔ ہم نیوٹن کو نیوٹن ہی کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ کوئی جملہ نہیں استعمال کرتے۔ مگر اپنے محلے کے مولوی کرم دین کا جب ٹائٹل دیکھتے ہیں کہ خطیبُ الوقت' عالمِ امت' علامۂ دہر' فقیہہِ زماں' جناب حضرت قبلہ مولوی کرم دین صاحب۔ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ سب کیا ہے؟ ہمارے emotion exaggerated ہیں۔ ہماری عقلیں exaggerated ہیں۔ ہمارے اعمال exaggerated ہیں۔ ہمیں اس ایٹی ٹیوٹ کو سنبھالنا چاہیے۔ آپ کیوں مبالغہ پسند کرتے ہیں؟ .Oh yaar! look at this آج فیصل آباد میں گڑ بڑ ہو گئی' لڑائی مار کٹائی ہو گئی۔ well if it is taken normally ہم اسے' پانچ سات بندوں کا مر جانا' قتل ہو جانا (معمول کی بات سمجھتے ہیں)۔ شروع سے ہم ظلم دیکھتے چلے آئے ہیں۔ But if you would say to somebody یہ آگے سے جواب آئے گا' یہ تو net result ہے جب لوگ آمنے سامنے آئیں گے۔ اس میں اِل وِل (ill will) نہیں ہے۔ تو کیا اس کی ذمہ داری ان لیڈروں پر نہیں ہونی چاہیے جو اس کے لیے responsible ہیں۔ اگر دو سو بندہ ایک جگہ مر جاتا ہے۔ لوگوں کی تو خیر بڑی قربانیاں ہیں۔ انہوں نے بہت sacrifice کیا ہے؟ But who is responsible for this? کیا احتجاج کے اور طریقے نہ تھے۔ کیا کوئی شریفانہ طریقے نہ تھے۔ کیا مروّت نہ تھی ان دو حلقوں میں۔ Why are you getting crazy about all this? اس سے کون سے مسئلے حل

ہوتے ہیں؟ Let me clear one thing. یہ جو ہم نے پانچ سال برداشت کیے بہت برے سال تھے۔ بہت ہیوی کرپشن تھی۔ بہت indecencies تھیں۔ کچھ بھی نہیں بنا۔ That's why new people took over ہمیں خامیوں کا احساس ہونا شروع ہو گیا۔ ہمیں اپنی بدقسمتی آشکار ہو گئی۔ ہم نے نئے بندے چنے۔ صحیح چنے یا غلط چنے۔ اگر آپ قومیت کا مظاہرہ کرو گے صبر کا مظاہرہ کرو گے۔ پانچ سال قوموں کی زندگی کا زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ تین سال زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ آپ سوا سال کے بعد نہ دیکھا نہ سنا لوگوں کو جڑوں سے اکھاڑ رہے ہیں۔ I don't believe in Nawaz Sharif, I don't believe in Imran Khan. میں سمجھتا ہوں یہ احمقانہ سیریز چل رہی ہیں آگے پیچھے۔ But I do believe in one thing کہ اگر ہم یہ پروسیجر چلنے دیں ہم میں سے ہر کوئی اتنا آگاہ ہو جائے گا کہ اس کو گورنمنٹ سے ووٹ کی حفاظت نہیں کروانی پڑے گی۔ وہ خود اپنے ووٹ کی حفاظت کرے گا۔ اس کو پتہ ہوگا کہ میں چینج لاسکتا ہوں۔ چینج لانا آسان ہے۔ Change for the better is a very difficult task. ہمیں تجربہ ہے کہ پہلے بھی دو بلکہ تین امتوں نے چینج لانے کی کوشش کی۔ آپ کو پتہ ہے جو وہ بورژوازی (bourgeoisie) انقلاب فرانس میں آیا اس کا نتیجہ کیا نکلا تھا؟ اس کو proletariat انقلاب کہتے ہیں۔ غریب کا انقلاب کہتے ہیں۔

یہ مت بھولنا یاد رکھنا اس proletariat انقلاب کے نتائج یہ تھے کہ صبح کے جج رات کو قتل ہوتے تھے اور رات کے جج صبح کو قتل ہوتے تھے۔ ایک پارٹی اٹھتی تھی کہ we are right. دوسری پارٹی اٹھتی تھی اور دوسرے کو مارتی تھی۔ اور اس کا end کہاں ہوا؟ یہ proletariat انقلاب فرانس کی بدترین شہنشائیت یعنی نپولین بونا پارٹ کی شہنشائیت پر اختتام پذیر ہوا۔ اس انقلابِ عالم کا یہ result نکلا تھا۔ Russia کا اس سے بھی نرالا تھا۔ خواتین وحضرات! آپ دیکھو تو سہی انقلاب کی وجوہات کیا ہوتی ہیں؟ Russia میں تندور پر روٹیاں لگانے پر ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ جتنی روٹیاں لگائی جاتیں ایک روٹی کا ٹیکس بعد میں گورنمنٹ کو دینا پڑتا تھا۔ جو پل بنے ہوئے تھے۔ اس کو پیدل کراس کرنے پر ٹیکس لگا ہوا تھا جانے کا اور واپس آنے کا دوہرا ٹیکس لگا ہوا تھا۔ اس ناآسودگی میں جو اس وقت روس کو نصیب تھی۔ اگر آپ کو جاننا ہو

کہ روس کا اس وقت کیا حال تھا؟ کینسر وار پڑھ لو۔اس وقت کی Boris Pasternak کی Dr Zhivago پڑھ لو۔اس وقت Dostoevsky کے جو Crime and punishment سے ہولناک قسم کے realistic فلسفے آرہے تھے' وہ پڑھ کے دیکھ لو۔ٹالسٹائی پڑھ کے دیکھ لو۔آپ کو پتہ لگتا ہے کہ کینسر کی طرح وہ قومیں زندگی گزار رہی تھی۔آپ پر تو وہ وقت نہیں آیا۔کیوں نہیں آیا؟ دنیا بھر میں revolution آتے رہے، مسلمانوں میں نہیں آیا۔پھر داد دو ناں' اس پندرہ سو برس پہلے کے انقلاب کو داد دو۔جو آپ کو دو انسٹیٹیوشنز دے گیا۔ صدقات کے اور زکوٰۃ کے انسٹیٹیوشنز۔جس کی وجہ سے یہاں کا غریب ترین آدمی زندگی کی امید رکھتا ہے۔I swear I went to Ireland a few weeks before ادوسو کے قریب میرے شاگرد ڈاکٹر وہاں تھے' جنہوں نے جلسے کا انعقاد کیا تھا۔انہوں نے مجھے بتایا کہ ہر تیسرے دن تین لاشیں آتی ہیں۔

یہ آئر لینڈ کی بات بتا رہا ہوں۔ ہر تیسرے دن تین لاشیں آتی ہیں۔ایک لاش ہمیشہ suicidal ہوتی ہے۔یعنی ہمارے پاس اس وقت آئر لینڈ میں خودکشی کا تناسب ساری دنیا سے زیادہ ہے۔جو وہاں کے ڈاکٹرز نے مجھے بتایا کہ ہر تین میں سے ایک suicidal ہوتا ہے۔میں نے پوچھا وجہ کیا ہے؟ اتنے تو برے حالات نظر نہیں آتے۔سڑکیں جگمگا رہی ہیں' ان کی شاپس بھری پڑی ہیں' ان کی مارکیٹس بڑی متنوع بڑی شاندار اور بہت خوبصورت ہیں۔انہیں چیزوں سے تو ہم impress ہوتے تھے۔وہ کہتے ہیں نہیں جناب ان لوگوں کو ایک ''رپھڑ'' (مسئلہ) پڑا ہوا ہے کہ انہوں نے جو قرضے لئے ہوئے ہیں' مکان بنانے کیلئے' بچے پڑھانے کیلئے۔ان کے پاس ایک سادہ سی چوائس ہے اگر ہم اس وقت کو گزاریں گے تو بڑی محنت اور دشواری سے گزاریں گے۔اور ہمیں آگے جا کے بہت دیر کے بعد اس کا response ملنا ہے۔یار اتنی تکلیف اٹھاؤ کیوں' ابھی سے چپ کر کے مر جاؤ۔ So they are dying and similar is the case with all European countries. مجھے حیرت ہے اس کے باوجود ابھی تک ہماری آنکھوں سے وہ غلامی کا غلاف اترا نہیں ہے۔اقبالؒ کا ایک شعر مجھے بہت پسند ہے۔

از غلامِ لذتِ قرآں مجو

غلام سے قرآن کی لذت مت طلب کر۔

گرچہ باشد حافظِ قرآں مجو

چاہے وہ حافظِ قرآن ہی کیوں نہ ہو۔ یہ غلامی سے لذتِ قرآن نہیں ملتی ۔ یہ آزاد لوگوں کا' طاقتور لوگوں کا مذہب ہے۔ ڈاکٹر آمسٹرانگ پتہ ہے کیا کہتی ہے؟ سب سے بڑی بدقسمتی یورپ کی یہ ہے کہ اہلیانِ یورپ نے ساڑھے تیرہ سو برس سے کوئی اچھی خبر نہیں سنی' تیرہ سو برس مسلمانوں کے rule رہے' حکومتیں رہیں' دنیا کے عظیم ترین حکمران رہے۔ وہ بیچاری رو کے کہتی ہے کہ یورپ وہ بدقسمت علاقہ ہے کہ اسے اسلام کی ترقی کے ساڑھے تیرہ سو برس بعد تک کوئی اچھی خبر نہیں ملی۔ اب دو چار دن وہ اچھی خبریں سن رہے ہیں تو سننے دو۔ کیا پرابلم ہے یار' سننے دو۔

س: کیا intorlance اچھی اور مثبت چیز بھی ہو سکتی ہے؟ کیا پاکستان کا بنیادی نظریہ عدل اور برداشت پر مبنی نہیں تھا؟

ج: کیا خوبصورت سوال ہے! یہ صرف شاہ نواز زیدی کا ہو سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب ہم پاکستان اور ہندوستان کی بات کریں اور اگر ہم سرسید کی وہ رپورٹ پڑھیں جو مسلمان کے بارے میں تھی اور اسبابِ آزادیِ ہند کے بارے میں تھی تو آپ حیران رہ جائیں گے۔ اس میں سب سے زیادہ psychological torture کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ ابھی بھی ہے۔ اگر آپ کسی ہوٹل کے بیرے کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی شاندار شیروانی کے اوپر پگڑی شگڑی باندھے بڑی عزت سے کھڑا ہوتا ہے۔ ہمارے لیے funny بھی ہے اور ہمیں past کی یاد بھی دلاتا ہے۔ مگر انگریزوں نے اس استحقار کو ہر چیز میں داخل کر دیا تھا۔ کہ یہ فاتحانہ قوم جو ہے وہ اس قسم کے لباس کو معزز شائستہ اور عزت کا نشان سمجھتی ہے۔ انہوں نے وہ ہوٹل کے بیروں کو اور چپڑاسیوں کو پہنوایا' تا کہ انہیں ایک یونیک برادری کا احساس ہو۔ آپ دیکھیں کہ unluckily ان کے طرزِ عمل میں اس قسم کی کوئی psychological warfare جاری تھی۔ تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو depress کر سکیں۔ آپ جان کر حیران ہوں گے کہ انہوں نے محکوم حکمران کو اجازت نہیں دی تھی' ننگے سر اپنے پاس بیٹھنے کی۔

اب دیکھو ہمارے مولوی کہتے ہیں سر ڈھانپ کے آؤ۔ مسلمانوں نے کون سا کبھی سر ڈھانپا تھا بھئی؟ آپ دیکھو حتیٰ کہ 'حج' کی ادائیگی کا دن سب سے مقدس ہوتا ہے لیکن سر ڈھانپنے کا حکم تو وہاں بھی نہیں ہے۔ ان کے سر کے اوپر آسمان ہوتا تھا۔ انگریز کا یہ حکم تھا کہ کوئی سر ڈھانپے

بغیر نہ آئے۔انگریز جب برابری سے بیٹھتا تھا تو سر کھول کے بیٹھتا تھا' کچھ لوگوں کے پاس۔اب ہوتے ہوتے یہ اصول ہمارے علماء تک پہنچا۔ کتنی دور تک یہ احساس کمتری گیا کہ چونکہ انگریز کے اس اصول کو ہمارے علماء نے فقیہوں نے معلموں نے اختیار کیا اور حکم صادر فرمایا کہ کوئی بھی ہمارے حضور سر ڈھانپے بغیر نہ آئے۔یہ ان کا حکم تھا کہ سر ڈھانپے بغیر کوئی نہ آئے۔اور علماء کے پاس اگر کوئی آ جاتا تو کہنا اٹھو اٹھو تم تو بے ادبی کر رہے ہو۔خواتین و حضرات! ہولے ہولے یہ احساسِ استحقار مسلمانوں کی جڑوں تک پہنچانے کیلئے انگریز نے بڑے سپیشل ایجوکیشن سسٹم متعارف کرائے۔لارڈ میکالے کا ایجوکیشن سسٹم لایا گیا' جس میں سب سے پہلے انکوائری کے method چینج کیے گئے۔بجائے انکوائری کے پرانے طریقہ کے' ایک نئی چیز یعنی فلسفہ کا اضافہ کیا گیا۔ فلسفہ جو dogma کو question کرتا تھا۔ dogma جس پہ سارے مسلمانوں کا ایمان base کرتا تھا۔میں چھوٹی سی ایک بات بتا دوں' اگر اس وقت کے پس منظر کو دیکھیں' ڈپٹی نذیر احمد کو دیکھیں یا مولانا عبدالماجد دریا آبادی کو دیکھیں آج کے تفسیر لکھنے والے اس وقت کے دہریے تھے۔کیونکہ بی اے میں فلسفہ پڑھا ہوا تھا۔جو بھی بی اے میں فلسفہ پڑھ کے آتا He would start questioning the validity of the law of God. اور انہوں نے بذاتہ قرآن پر questioning and reasoning شروع کر دی۔ ہمارے لوگ اس قابل نہیں تھے کہ اس وقت ان کی منطق اور علم و حکمت کا جواب دیتے۔ Anyhow they fought back تو اپنے مذہبی اثاثوں کی حفاظت کرتے ہوئے انہوں نے ایک مومنٹ شروع کی جو بہت ہی گھٹیا لیول کی تھی۔ان کے اندازِ خیال کو سمجھنے والے' مولانا عبدالماجد دہریے ہو گئے اور بعد میں پھر مسلمان ہو گئے۔مگر ایک شخص گیا۔وہ دہریہ نہیں ہوا۔وہ پی۔ایچ۔ڈی کر کے آ گیا۔ دانشورِ عصر کہلایا' سلام مشرق و مغرب ساتھ لایا۔وہ حضرت علامہ اقبالؒ تھے۔حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ دہریے نہیں ہوئے۔فلسفۂ مغرب و مشرق پڑھنے اور پی۔ایچ۔ڈی کرنے کے باوجود وہ دہریے نہیں ہوئے۔مسلمانوں نے اصل میں طاقت انہی سے پائی۔یار کمال کی بات ہے۔ہم تو سمجھے تھے کہ ہم تو بالکل ہی گئے گزرے ہیں۔ہم میں سے بھی کوئی ایسا نکل آیا جو اس فلسفیاتی تقابل کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو reestablish کر رہا ہے۔پھر قائداعظمؒ نکل آئے۔مگر ایک بات مت بھولئے یہ سارے

بڑے لوگ جو ہیں خانقاہی نظام سے نہیں نکلے۔ یہ ویسٹرن نظام سے نکلے۔ اُنہی کے سبق پڑھ کے، انہی کی برداشت کے اصول پڑھ کے، انہی کے ڈیموکریٹک پرنسپل کو جان کے نکلے۔ اور یہ partition ممکن ہوئی۔ ہاں زیدی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے جو pure مذہبی اساس پر مظاہرے ہوئے، 1857ء میں یہ ساری ایک جاہلانہ کوشش تھی۔ جس کے پیچھے کوئی stability نہیں تھی، سوائے چند مُلّا تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو مزید پچاس سال انگریزوں کی غلامی میں دھکیل دیا۔ لیکن جب یہ پڑھے لکھے دانشور لوگ آئے، اصولی تقسیم کی بات کی، اصولی مذہب کی بات کی، تو دونوں اصحاب اپنی نیک نیتی، اخلاق اور برداشت کی وجہ سے جیت گئے۔

س: خواتین میں عدم برداشت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

ج: اصل میں دیکھو جہاں تک خواتین کا تعلق ہے تو اول تو خواتین کبھی لڑتی ہی نہیں ہیں اور ان کی اتنی genuine reason ہوتی ہے کہ ہم شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ جب بھی کسی خاتون نے کہا کہ میری لڑائی کی وجہ یہ ہے، تو آگے سے جواباً دلیل آتی ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟ اب وہاں جھگڑا یہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ وہ کہتی ہیں اس کے مطابق وہ بہت سچی ہوتی ہیں۔ ان کو لڑنا چاہیے۔ جھگڑا یہ ہے کہ وہ جھوٹی ہوتی ہیں یا سچی ہوتی ہیں؟ اصل میں یہ مسئلہ ہوتا ہے۔ اب میرے میں تو اتنی جرأت نہیں ہے کہ میں کسی خاتون کو کہوں کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ لیکن اصولاً یہ جو Concoction ہیں اور اپنی مظلومیت کو establish کرنے کیلئے جو fabrication خواتین استعمال کرتی ہیں۔ وہ فیشن ایبل سلائی سے بھی بہتر ہوتی ہے۔ بڑا مشکل ہے convene ہونا کہ یہ جھوٹ بول رہی ہیں۔ اور سادہ لوگ تو بالکل بھی نہیں سمجھ پاتے۔ بہت سے لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عورتوں کے غلام ہیں۔ وہ بالکل غلام نہیں ہوتے۔ اِن کی reasoning اُن کی reasoning سے شکست کھا چکی ہوتی ہے۔ اتنے مؤثر دلائل کے ساتھ خواتین اپنی مظلومیت کو ثابت کرتی ہیں، It's very diffcult to say that they are wrong. وہ بیچاری تو کچھ بھی نہیں کرتیں۔ نہ غیبت کرتی ہیں، نہ شکایت کرتی ہیں، نہ وہ گلہ کرتی ہیں۔ وہ تو کسی سے الجھتی بھی نہیں ہیں۔ ان کا ایک پرابلم ہوتا ہے۔ وہ، یہ کہ ان کی تائی، ان کی چچی یہ کمبخت ساری جادوگرنیاں ہیں۔ اب کریں کیا؟ ایک بیچاری مظلوم عورت ایک گلی میں گھر میں بیٹھی ہے۔ اس کو بچوں کی فکر ہے، اس کو خاوند کی فکر ہے۔ جب اس کے

گرد سارے ہی جادو کرنے والے بیٹھے ہوں گے تو بڑے افسوں کا مقام ہے۔ خواتین کو یہ ایک پرابلم ہوتا ہے۔ البتہ کبھی کوئی خاتون مجھے یہ نہیں بتا سکی ..... ' ایک ہی بات میں they lack information کہ جب میں پوچھتا ہوں ناں کہ آپ کی چچی نے کہاں سے سحر کی تعلیم حاصل کی ہے؟ کہاں سے وہ اس 'تزکیہ بداخلاقی' کی مالک ہوگئی ہے؟ کہاں سے وہ جرائم پیشہ تصور کی مالک ہوگئی ہے؟ یہ کب نکلی تھی گھر سے؟ کس سے جا کے جادو اور سحر سیکھا ہے؟ کس اکیڈمی سے یہ سب سیکھ کے آئی ہے؟

خواتین کا یہ ایک پرابلم بہت نظر آتا ہے' جو صرف اللہ پہ یقین کی وجہ سے جا سکتا ہے۔ یہ شرک ہے' اگر اس کی اصل وجہ دیکھی جائے تو خدا کی طاقتوں کو تقسیم کرنا اور کسی اور قوت کو ان کاموں کا ذمہ دار سمجھنا' جو صرف خدا کر سکتا ہے' یہ مشرکانہ افعال ہیں۔ اپنی زندگی خراب بالکل نہ کرو۔ اپنے اعتقاد کی حفاظت کرو۔ "وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ "{الشعراء:80} ''مرض دینے والا اللہ اور شفاء دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔'' پھر خدا کہتا ہے:" يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ "{الشوری:12} ''رزق بند کرنے والا میں' رزق کھولنے والا میں'' وہ کہتا ہے:"فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعاً "{فاطر:10} عزت دینے والا میں' ذلت اور توہین دینے والا میں:"مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاء وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىَ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"{الِ عمران:26} کیا خوبصورت آیت ہے۔ یہ بتاؤ آج تک کسی نے کہا ہے کہ زمین و آسماں میں نے بنائے ہیں؟ کوئی ہے claimant؟ کوئی ایسا نظر آتا ہے نسلِ انسان کی ابتداء سے انجام تک؟ ہاورڈ میں بیٹھا کوئی کہہ دے؟ کوئی کیمبرج آکسفورڈ میں بیٹھا کہہ دے؟ یار یہ قوسِ قزح میں نے بنائی' یہ آسمان میں نے بنایا۔ یہ جو باقی اللہ نے galaxies بنائی ہیں' یہ گلیکسی جو بیچ میں ہے' Hercules galaxy میں نے بنائی ہے۔ Andromeda galaxy میں نے ادھار پہ بنائی ہے۔ ہے کوئی ایسا؟ آپ کو یہ عجیب نہیں لگے گا۔ یہ ثبوت نہیں ہے اللہ کا۔

مگر حیرانی کی بات نہیں ہے کہ ایک ہستی ہے جس کا عجیب و غریب سا claim ہے کہ یہ جو زمین و آسماں اور اس کے بیچ ہر شے ہے' میں نے بنائی ہے۔ اور وہ بنایا ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور وہ بنایا ہے جو تم نہیں دیکھ رہے ہو:"اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ

مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر "{الطلاق:12}
سات کائناتیں میں نے بنائی ہیں' تم پہلی پہ اَڑے ہوئے ہو۔ایک دفعہ میری ملاقات ہوئی یورپ
میں ایک بہت بڑے دانشور سے' relativity کے استاد تھے۔فرینکلی میں ان سے سیکھنے گیا تھا۔ I knew that he was a great teacher of relativity and quantum. میں اس سے ویسے ہی بات کر رہا تھا تو میں نے اس سے سوال کیا Do you believe that this is the only universe? یہ 1997ء کی بات ہے۔اگر آپ ٹائمنگ کو synchronize کریں تو آپ کو پتہ چلے گا۔تو اس نے ایسے ہی طنزیہ کہا Do you think there are more? تو میں نے کہا My Allah tells me in book of creation; Quran. میرا اللہ تو یہی کہتا ہے کہ "اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ " ,I have created seven universe and seven earths like the same like your own earth. اور یہ بھی نہیں کہ وہ خالی ہیں: " يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ "ان ساری زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے:
"لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر "{الطلاق:12} یہ تو تمہیں ویسے ہی بات بتادی تاکہ تم غور کرو کہ تمہارا اللہ چھوٹا سا نہیں ہے۔ بہت بڑا ہے۔تو وہ مجھے کہنے لگا Oh I see! there is no such option with us. تین چھ ماہ گزر گئے۔ I stayed there for four months. جب میں واپس آنے والا تھا تو اُس کے ایک ہفتے پہلے مجھے اس کا اچانک فون آیا۔ کہنے لگا۔ Professor! your option is open اب ہم multiverses کے قائل ہو گئے ہیں۔تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ قرآنِ مجید کیا کمال کی کتاب ہے۔یہ وہ خدا ہے جو نظر نہیں آتا۔بہت بڑا ہے' جو عجیب و غریب ہے' جو کمال کی شے ہے' جو جمال کی شے ہے' جو یہ ہے' جو وہ ہے' کوئی سراغ ہی نہیں ملتا۔عجیب alien سی پاور ہے۔

مگر حیرانی کی بات یہ ہے کہ 365 صفحات کا اس کا کلام ہمارے پاس ہے۔اس کی باتیں ہمارے پاس ہیں۔قرآن کو دیکھا ہے؟ اتنے بڑے خدا کی زبان ہے' کلام ہے۔اور کیا کیا خوبصورت کلام ہے۔کیا کیا اندازِ گفتگو ہے۔تم نے تو کبھی قرآن پڑھنے کا چسکا ہی نہیں لیا۔ایک ایک جملہ حیران کن حد تک فصاحت کا بلاغت کا اعلیٰ معیار' کسی زبان میں اس کی ٹکر کی

کتاب ہے ہی نہیں۔ جب زبان ختم ہو جاتی ہے۔آپ کو پتا ہے کہ انسان کیسے پہچانا جاتا ہے؟parameter of linguistic ability سے۔ بہت بڑا بندہ اگر بات کرے تو آپ کہتے ہو کہ کیا فضول بات کی ہے۔اس کی تو تعلیم ہی کوئی نہیں ۔ایک معمولی سا بندہ گزر رہا تھا تو اصحابؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ایک بدو گزر رہا تھا تو اچانک اس نے بلند آواز میں کہا"الحمدُ لِلّٰہ حمدًا کثیرًا طیّباً مبارکاً فیہ۔" تو ایک دم سب چونک پڑے..... ہیں' یہ کیا جملہ بول دیا؟ کیا فصاحت ہے' کیا بلاغت ہے' کیا construction ہے۔جاتے جاتے اس نے اونچی آواز سے بول دیا"الحمدُ لِلّٰہ حمدًا کثیرًا طیّباً مبارکاً فیہ۔" تو سارے اصحاب اس بدو کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔رسول ﷺ نے فرمایا تمہاری بات نہیں ہے۔فرشتے سارے حیران اور سراسیماں ہیں کہ اس ایک جملے کا ثواب کیا لکھیں۔یہ تو عجیب و غریب جملہ بول گیا ہے۔تو فطری ذہانت کوئی اور شے ہوتی ہے۔اور یہ made-up ذہانت کوئی اور شے ہوتی ہے۔فطری ذہانتوں کے لوگ بڑی بڑی بات کرتے ہیں۔اب میں آخری بات آپ سے کرتا ہوں' فطری ذہانتوں کے بارے میں۔ یہ خدا کے ساتھ ہی آتی ہے اور کسی کے ساتھ نہیں آتی۔ جہاں آپ کی فکر رک جائے ایک بت خانہ تخلیق ہو جاتا ہے۔اگر آپ اللہ کے ساتھ ہوں تو یہ بت خانہ تخلیق نہیں ہوگا۔ ذہن چلتا چلا جائے گا۔ وسعتِ کائنات سمٹنی شروع ہو جائے گی۔آپ پتا نہیں کہاں سے کہاں اپنی ذہنی استعداد سے پہنچ جاتے ہو۔اب وہ ایک جملہ ایک واقعہ جیسا کہ میں نے بتایا' اس کو ذرا سن لیں اور اسی سے فیصلہ کر لیں۔ایک بدو تھا۔اس نے پوچھا یارسول ﷺ قیامت کے دن حساب کون لے گا؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا" خدا خود"۔تو وہ ہنس کے چل دیا۔لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہنسا کیوں؟ یہ کوئی ہنسنے کی بات ہے؟ فرض کرو یہ پوچھتا کہ سزا کون دے گا؟ اور میں کہتا کہ اللہ دے گا۔تو خوف سے ویسے ہی مر جاتے ناں ہم لوگ۔مگر یہ عجیب شخص تھا کہ جس نے پوچھا کہ قیامت کے دن حساب کون لے گا۔فرمایا"اللہ خود"۔یہ سن کر وہ ہنسا اور ہنس کے چل دیا۔تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو واپس بلاؤ۔ وہ جب واپس آیا تو اس سے پوچھا کہ اس میں خوشی کی بات کیا تھی؟ تم ہنسے کیوں؟ اس نے عرض کی"یارسول اللہ ﷺ ہم نے دیکھا ہے کہ جب دنیا میں عالی ظرف حساب لیتے ہیں تو آسان لیتے ہیں۔اللہ سے بڑا عالی ظرف کون ہوگا؟

س: کیا آپ نہیں سمجھتے کہ تصوف کی تعلیمات کو با قاعدہ نصاب کا حصہ ہونا چاہیے؟

ج: خواتینِ محترم! آپ جس طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ تصوف کی تعلیمات کو part of education بنانا چاہیے۔ مگر میں honestly feel کرتا ہوں کہ تصوف کی field اتنی زیادہ مشتبہ اور ambiguous ہے کہ اس میں achievement کے اتنے contradictory rules ہیں کہ اگر آپ اس کی کوئی کتاب لکھنا شروع کرو گے تو اس confusion میں دس گناہ اور اضافہ ہو جائے گا۔ یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہو جائے گا کہ کون سے صوفی کی کون سی تعلیمات کو ہم آگے بڑھائیں۔ over all دیکھو ابھی جن کا آپ ذکر کر رہے ہو جب بھگتی کی تحریک شروع ہوئی' ان لوگوں نے دیکھا کہ اسلام کی پراگرس رکنے میں نہیں آ رہی۔ جو equality کا ایک ultimate principle اسلام نے دیا تھا۔ اس کی وجہ سے بے شمار لوگ جو ان کی lowest ذاتیں تھی وہ convert ہو رہی تھیں تو انہوں نے اس کا تمام تر نتیجہ یہ قرار دیا کہ اسلام کی popularity کی صرف دو وجوہات ہیں۔ ایک تو unitarian faith ہے' خدا کا ایک ہونا اور دوسرے' نسلِ انسان کی برابری کا دعویٰ ہے۔ اس وقت انہوں نے بڑے مضبوط خیال سے یہ تبلیغ شروع کی کہ جو ویدانتا ہے وہ بھی خدائے واحد کی پرستش کی تلقین کرتا ہے اور ویدانتا کو اسلام کے برابر لے آئے۔

سیکنڈلی انڈیا میں ایک اصلاحی تحریک شروع ہوئی جس میں شودر کو کم از کم کشتریوں کے برابر لانے کی کوشش شروع کر دی۔ جب یہ کوشش شروع ہوئی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ suddenly اسلامک پراگرس کو ایک رکاوٹ لگ گئی۔ ان میں جو لوگ شامل تھے۔ اگر ان کی آپ لسٹ دیکھیں' جیسے مادھو لال حسین ہیں' جیسے کبیر ہیں' جیسے سوامی آنند ہیں' even سکھوں کے مہاراج بھی ان میں شامل ہیں۔ اس سے لگتا یہ ہے کہ یہ diversion بن گئی ہے۔ instead of creating tolerance انہوں نے ایک نئی diversion تخلیق کر دی۔ میں آپ کو ایک سادہ سا حل اس کا بتا رہا ہوں۔ اگر ہم صرف اور صرف اسلام کے اور قرآن کے لکھے ہوئے ان اصولوں کو follow کریں جو تمام مسلمانوں کا متفق علیہ ہے' مثلاً ہم شیعہ سنی کی intolerance کی بات کرتے ہیں۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کہتا ہے: "لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" {البقرہ: 256} ''دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔'' سو آپ

مجھے اس جبر کے عوض قتل نہیں کر سکتے' مار نہیں سکتے۔ جب میرے پاس دوسرا اصول ہے کہ خدا کہتا ہے کہ سب سے بڑا گناہ جو میرے نزدیک ہے وہ کسی کو ناحق قتل کرنا ہے۔ تو اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ جب ہم یہ دو چیزیں نکال دیں گے تو اس سب سے بڑے clash کو بڑے احترام سے نکال دیں گے۔

س: مولوی حضرات دن رات یہ تاثر دیتے نظر آتے ہیں کہ جیسے انہوں نے دین کا ٹھیکہ لے رکھا ہے؟

ج: تو مولوی کا ٹھیکہ پیسے کے حوالے سے ہے۔ آپ پیسہ دینا بند کر دو۔ وہ بس کر دے گا۔

س: دل اور دماغ میں کس کی سنیں؟ ان دونوں میں سے سپیریئر کون ہے؟

ج: اگر آپ کو ان کی نیچر پتا ہو تو بہت simple ہے۔ دیکھو عقل تو کمپیوٹر ہے۔ اس کا کوئی تعلق آپ کے ساتھ نہیں ہے۔ It is most sophisticated computer that have been made ever in the universe. اور دیکھو اتنا بڑا اور اتنا نازک کمپیوٹر ہے کہ ابھی تک اس کا 1/20 حصہ بھی تک نہیں کھلا۔ ظاہر ہے کہ یہ کمپیوٹر صرف یہاں کے لئے نہیں ہے۔ یہ کمپیوٹر شاید اگلی دنیا کی جو پیچیدہ تر وضاحتیں ہیں ان کیلئے ہے۔ مرنے کے بعد اس کی اصل کشادگی کھلے گی۔ مرنے کے بعد اس کی کشادگی آٹھ کروڑ سیلز تک پہنچے گی۔ پھر پتا نہیں یہ کیا ہو گا۔ مگر ایک چیز نظر آ رہی ہے کہ یہ جو کمپیوٹر ہے اس کے ساتھ آپ ہواؤں میں اڑ سکتے ہیں۔ آپ بھی ٹرانسفارمر ہیں۔ دیکھو اس حال میں تو ہمارا مقابلہ شیطان سے نہیں ناں ہوا۔ اس حال میں ہم فرشتوں کے مقابل نہیں ہو سکتے۔ اُس حال پر فرشتے تو خود ہی طنز کر رہے تھے: "قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" {البقرہ: 30} اس وقت تو ہم اس حال میں ہیں ناں۔ اس وقت جب مقابلہ ہوا ہو گا۔ وہاں جیسی ان کی صلاحیتیں ہوں گی ہماری بھی ہوں گی۔ اگر جن ٹرانسفارمر ہے' فرشتہ ٹرانسفارمر ہے تو اس کا تیسرا حریف بھی تو ٹرانسفارمر ہو گا۔ اب وہ ختم ہو گیا ہے' تو اس سے لے لیا گیا۔ ہم سے وہ اہلیتیں لے لی گئیں۔ خدا مرید ہے' قدیر ہے' متکلم ہے۔ انسان بھی مرید ہے' قدیر ہے' متکلم ہے۔ مگر اس سے قدرت چھین لی گئی۔ اس زمین پہ آ کے وہ قدیر نہیں رہا۔ خدا جو سوچتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ میں جو سوچتا ہوں وہ نہیں ہوتا۔ but I have the ability to do so تو

دماغ کا کوئی مقابلہ نہیں ہوتا۔ البتہ دل six receptors رکھتا ہے۔ تین right کی طرف کھلتے ہیں اور تین wrong کی طرف کھلتے ہیں۔ ہمارے دل کا بھی وہی معاملہ ہے' جیسے seismograph ہوتا ہے' یعنی زمین سے چاہے کتنی بھی دور ایک ذرا سا ارتعاش ہوتا ہے اسے بھی وہ ریکارڈ کر لیتا ہے۔ دل کا عالم اس ارتعاش ریکاڈر کی طرح ہے۔ انتہائی باریک انتہائی موثر اور دل سے میسج آدھے سیکنڈ میں دماغ تک پہنچتا ہے۔ دماغ کو حکم دیتا ہے کہ اب اس فیلنگ کو معنی پہناؤ' لباس دو' کارکردگی دو۔ دماغ بیچارہ وہ کام کرتا ہے۔ This is not a choice between heart and mind this is only the way.

س: سر پہلے تو میں آپ کو compliment پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بقول شاعر

پاپوش میں لگادی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

ابھی آپ نے پرانے اور پرامن لاہور کی بات کی۔ آپ جدید لاہور اور پرانے لاہور کی علمی اور فکری اپروچ میں کیا فرق دیکھتے ہیں؟ عدم برداشت کے جن پہ قابو پانے کا کوئی نسخۂ کیمیا بھی عطا فرمائیں؟

ج: آپ کو پتہ ہے کہ intolerance صرف بندوں میں نہیں ہوتی' جگہوں میں ہوتی ہے' فضاؤں میں ہوتی ہے' ہر چیز میں ہوتی ہے۔ میں کھڑا ہوں ناں اس پل (میٹرو) کے نیچے تو مجھے کسی نے کہا کہ ?Do you like it تو میں نے کہا I hate it. تو کہنے لگا کیوں؟ میں نے کہا: اس وقت گزرا ہوں 60-70 کی دہائیوں میں' مجھے وہ پرامن لاہور یاد آتا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ ہم mystic کیوں ہیں؟ اس وقت تو ہر جگہ سیدِ ہجویرؒ کا رنگ نظر آتا تھا۔ اتنا امن' اتنا سکون' ایک دفعہ میں آدھی رات کو گزرا۔ ایک چھوٹا سا قہوہ خانہ تھا۔ میرے ساتھ ایک دوست تھا' جو بعد میں چیف جسٹس بنے' شیخ ریاض۔ ہم دونوں آدھی راتوں کو گھوما کرتے تھے۔ وہاں ایک چھوٹا سا مدہم سا بلب جل رہا تھا۔ اس کے اندر کوئی گا رہا تھا۔ اصل میں اس کی آواز نے مجھے attract کیا۔ وہ بہت اونچی آواز میں گا رہا تھا:

منم عثمانِ مروندی او یارِ شیخ منصورم
ملامت می کنند خلقے و من بر دار می رقصم

''میں نے کہا کہ یہ کیا واہیات سی جگہ ہے' اتنی چھوٹی سی واہیات' بدشکل' بدصورت' مگر یہ آواز کیا ابھر رہی ہے' اتنا بڑا تخیل کہ

ملامت می کنند خلقے ومن بر دار می رقصم

تو ہم نہ چاہتے ہوئے بھی ادھر لوٹ گئے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ ہم نہ چاہتے ہوئے بھی اُدھر لوٹ گئے۔ میں نے اسے کہا کہ یہ مجھے نہیں پسند۔ مگر ایک بات ہے جو میں یہ بتا دوں' آج کی مخلوق جو اس کے سائے میں پیدا ہوئی اُسے اس زیادہ خوبصورت منظر کوئی نہیں لگے گا۔ اس میٹرو سے زیادہ۔ مجھے دوسری مرتبہ یہ احساس نیویارک میں ہوا کہ جب ایک ڈیڑھ سو منزلہ بلڈنگ کے نیچے میں نے ایک hippy دیکھا۔ وہ اپنی دھن میں بیٹھا ہوا تھا' ننگے بدن کے ساتھ اس نے ایک جانگیہ سا پہنا ہوا تھا۔ ایک بوتل ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ suddenly I understood the meaning of these three words"boredom, horror and glory" یہ تین لفظ ہماری اس دنیا کو explain کرتے ہیں۔ We are horrified by the intensity of all this what is happening to us in this world; alzheimer, disintegrates of the soul and spirit. ہمیں خوف ہے' ہمیں رستہ ہی نظر نہیں آتا۔ ہمارے مصدقہ ترین beliefs بگڑے ہوئے ہیں۔

اب دو چار سال میں آپ کا کیا خیال ہے کہ کوئی سینٹ ویلنٹائن اس کو بدل لے گا' ہماری حالت کو۔ یا آپ کا خیال ہے کہ کوئی موسیقی کا کوئی اجتماع بدل دے گا۔ وہ ایک دو منٹ کی سپارکنگ ہمیں دوبارہ اسی اندھیرے میں لے جائے گی۔ اسی الزائمر کو لے جائے گی۔ اسی جگہ پر لے جائے گی۔ ہم اداس مخلوق ہیں۔ 'اداس نسلیں' کے عنوان سے عبداللہ حسین نے ایک ناول بھی لکھا تھا۔ اصل میں کہنے کا مطلب یہ ہے کہ This is the age of boredom, horror and glory. بنائی ہم نے ایک سو بیس منزلہ بلڈنگ ہے۔ مگر اس کے نیچے ایک ننگا بوڑھا' تھکا ہوا' خوف زدہ without any trust بیٹھا ہوا ہے۔ میں فخر تو کر رہا ہوں کہ میں نے ایک سو بیس منزلہ بلڈنگ بنا لی۔ مگر میں اپنے آپ کو اس بلندی تک نہیں لے جا سکا۔ یہ crisis ہے۔ فقدان ہے۔ عزت و شائستگی و محبت و زندگی کے وہ اصول نہیں رہے۔ ان کی cost دینی پڑ رہی ہے۔ This will not be long enough. ہر زمانہ اس

boredom سے گزرتا ہے' horror سے گزرتا ہے' glory تک پہنچنا آسان نہیں ہوتا۔ اس کیلئے ایک دستور ہے۔ تاریخ کوئی انسان ہے؟ تاریخ کوئی وجود ہے؟ جس کو آپ کہتے ہو کہ History repeats itself, history doesn't repeat itself. اللہ کے قانون کے تحت زندگی بدلتی اور چینج ہوتی ہے۔ جب آپ قانون بدلو گے تو آپ رسوائی عالم کا شکار ہو جاؤ گے۔ میں ہوں یا برٹش ہو یا امریکن ہو' انکار و اقرار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ whatever the way ہونا وہی ہوتا ہے۔

بڑا خوبصورت ایک جملہ ہے' ایک بہت بڑے cosmologist کا فقرہ ہے' مجھے وہ بھولتا نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ "خدا کو لوگ ایسا dramatist سمجھتے ہیں جو پہلا chapter لکھ کے کہتا ہے باقی تم اپنی اپنی مرضی سے لکھ لو۔" جس نے لکھا ہے ناں وہ آغاز و انجام سب کچھ لکھ کے فارغ ہو چکا۔ اس نے جو لکھ دیا ہے' جو اصول مرتب کر دیئے ہیں' وہ فائنل ہیں۔ ہمیں ہر حال میں ایک ایڈوانٹیج حاصل ہے کہ ہم اسے زیادہ محبت اور قربت سے جانتے ہیں۔ ہم چاہیں تو پلٹ سکتے ہیں۔ اور پروردگار عالم نے فرمایا جس نے مجھے چھوڑا' میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جو میری طرف پلٹ آیا' میں اس کی طرف پلٹ آیا۔ اللہ ہمیں پلٹنے کی توفیق بخشے۔

وما علینا الا البلاغ

تمت بالخیر

Contact:

Prof.Ahmad Rafique Akhtar's official Website

www.alamaat.com

webmaster@alamaat.com

0300-6259706 / 0320-5909999 / 0300-5412300

پوسٹ بکس نمبر 21 ، جی پی او جہلم